ارمغانِ سلطانی

المعروف

سیرِ گلبرگہ

جو

ایک سچا فوٹو تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ہے جسکو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ کے موجودہ حالات درج ہیں دوسرے میں زبدۃ العرفا حضرت مخدوم اسد کی عاشق شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور بہ خواجہ بندہ نواز قدس اللہ سرہ العزیز نیز دیگر اولیائے کرام کی پاک زندگی اور انکے سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کرکے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں جنکی تصدیق خود معزز سجادگان گلبرگہ نے اپنے خاندانی ملفوظات غیر مطبوعہ سے جو قدیم الایام سے محفوظ چلے آتے ہیں منطبق کرکے فرمائی ہے۔ اور تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ بڑی محنت و جگر کاوی سے مع نقشجات وغیرہ

جناب مولوی محمد سلطان صاحب وظیفہ یاب سرکار آصفیہ

مصنف گنجینہ معلومات مرقع دکن آئینہ بیدر۔ وقائع دکن جغرافیہ دکن اردو گلشن وغیرہ وغیرہ نے

تالیف کی اور

سید عبد القادر تاجر کتب چار مینار حیدرآباد

نے

مطبع اعظم اسٹیم پریس واقع چار مینار حیدرآباد دکن میں چھپواکر شائع کیا

ارمغانِ سلطانی

المعروف

سیرِ گلبرگہ

(جو)

...با فوٹو تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ہے جسکو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصہ میں
...ہر گلبرگہ کے موجودہ حالات درج ہیں دوسرے میں زبدۃ العرفا حضرت مخدوم بندگی عاشق شہباز بلند
...گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور بہ خواجہ بندہ نواز قدس اللہ سرہ العزیز و نیز دیگر اولیائے کرام کی فیاض
...ادران کے سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کرکے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں جنکی
...خود معزز سجادگان گلبرگہ نے اپنے خاندانی ملفوظات غیر مطبوعہ سے جو قدیم الایام سے محفوظ چلے آتے ہیں
...کرکے فرمائی ہے اور تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں ۔

بڑی محنت و جگر کاوی سے مع نقشہ جات وغیرہ

جناب مولوی محمد سلطان صاحب وظیفہ یاب سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ

...نے گنجینۂ معلومات مرقع دکن آئینۂ بیدر۔ وقایع ورنگل جغرافیہ دکن اردو سکشن وغیرہ وغیرہ

تالیف کی اور

سید عبد القادر تاجر کتب چار مینار حیدرآباد دکن

نے

اپنے اعظم اسٹیم پریس واقع چار مینار حیدرآباد دکن میں چھپوا کر شایع کیا

سنہ ۱۳۴۳ھ

تصدیق

نمبر (۱)

ہذا الکتاب ارمغان سلطانی المعروف بہ سیر گلبرگہ جسکو منشی محمد سلطان صاحب میر منشی سررشتہ تعلیمات صوبہ گلبرگہ شریف نے بڑی محنت و جانفشانی سے کتب معتبرہ خاندانی اولیا اللہ سے منتخب کرکے مرتب کیا ہے ہمارے نظر سے گذری اس میں جسقدر حالات اولیا اللہ کے درج ہیں انکو ہمنے پڑھا اور بنظر تنقیح دیکھا لہذا تصدیق کیجاتی ہے کہ اس کتاب میں جسقدر حالات ہمارے خاندانی کاملین رحمہم اللہ اجمعین کے درج ہیں وہ بلا شبہ صحیح ہیں فقط مرقوم ۱۴ اسفندار ۱۳۱۱ف مطابق ۵ شوال المکرم ۱۳۱۹ھ

شرح دستخط - سید شاہ ولی اللہ محمد اکبر محمد محمد الحسینی سجادہ روضۂ بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ

شرح دستخط - غلام محی الدین جنیدی سجادہ روضۂ شیخ صاحب قدس سرہ

شرح دستخط - سید صاحب حسینی سجادہ روضۂ شیخ برہنہ قدس سرہ

تصدیق

نمبر (۲)

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست ... آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

مشاطہ را بگو کہ براسباب حسن یار ... چیزے فزون کند کہ تماشہ بما رسید

اس میں شک نہیں کہ مولوی محمد سلطان صاحب میر منشی سررشتہ تعلیمات صوبہ گلبرگہ شریف ملک سرکار عالی نے جو ایسے بزرگ محترم خاندان کے اوس بیش بہا حالات کی تصنیف میں اپنا عزیز وقت صرف کیا ہے وہ محض بیباک کے پاس قابل قدر ہی نہیں بلکہ سعادت ابدی و نجات دارین کا انہوں نے ایک بڑا وسیلہ پیدا کیا ہے کتاب ارمغان سلطانی المعروف سیر گلبرگہ از ابتدا تا انتہا میری نظر سے گذری۔ اسمیں شک نہیں کہ مولوی صاحب موصوف نے اپنی جانفشانی سے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے بعد اضافہ حالات ضروری جسکی قدر میں نے ہدایت کی عمدہ الفاظوں میں تصدیق کرتا ہوں کہ ہمارے خاندان متعلقہ کی نسبت جو کچھ اس کتاب میں درج ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے فقط ۱ ماہ شوال ۱۳۲۰ھ

شرح دستخط - و مہر سید شاہ حسین سجادہ روضۂ حضرت گلبرگہ شریف ۔

فہرست مضامین کتاب ارمغان سلطانی المعروف سیر گلبرگہ

تیسرا باب

نقشہ جات

حمد و ثنا کے لایق وہی ایک مقدس ذات خداوند جل و علا ہے کہ جس نے نوع انسان کو اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کا خلعت فاخرہ پہنا کر حجلۂ عدم سے عرصۂ وجود پر جلوہ افروز فرمایا اور گویائی کا قدرتی ہار پہنا کر اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ کا اُسے خطاب بخشا اور کل مخلوقات پر اُس کی بزرگی اور شرف کو بمصداق وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ ثابت کر کے تمام دنیا کی اُسے حکومت بخشی ۔ اور تاج دلفریبی اسکے سر پر رکھا ؎

ملک در سجدۂ آدم زمین بوس تو نیت کرد
کہ در حسن تو چیزے یافت غیر از طور انسانی

جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَظُمَ بُرْھَانُہٗ ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
حَمْداً لَکَ یَا مَنْ مُتَجَلِّیْ بِالذَّاتِ
در غیب و شہادت بہ شیونات و صفات
محمود تو در حمد تو لا اُحصی گفت
ہیہات زبان من وحدت ہیہات

اور صفت و نعت کے سزاوار وہی ایک ذات مستجمع کمالات محبوب کبریا ہے کہ جس کی رفیع و مقدس شان میں خود قرآن کریم مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

ناطق ہوچکا ہے۔ سبحان اللہ ایسی مبارک ذات کہ جسکو دونوں جہاں کی سرداری بخشی اور محمد رسول اللہ کی مہر نبوت عطا کرکے کافہ عالم کی طرف عموماً اور نوع انسان وبنی جان کیطرف خصوصاً بغرض تربیت روانہ فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہ

خدا در انتظار حمد ما نیست		محمد چشم بر راہ ثنا نیست	
خدا مدح آفرین مصطفٰے بس		محمد حامد حمد خدا بس ؎	

مخفی نہ رہے کہ یہ خاکسار امیدوار غفران **محمد سلطان** باشندۂ خطہ حیدرآباد دکن۔ صانہا اللہ عن الشر والفتن ابن محمد عبد القادر عرض کرتا ہے کہ حضرات ناظرین پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ فن تاریخ کو تمامی طبقات الارض میں کس درجہ وقعت حاصل ہے۔ کوئی قوم وملت ایسی نہیں ہے کہ اس فن شریف کو عزیز نہیں رکھتی ہو۔ اور کیوں نہو کہ وہ اگلی اور پچھلی طرز معاشرت انسانی کی ایسی باعبرت تمثال ہے جسکو دیکھنے کے بعد ہر انسان اپنے اعلیٰ ملکات سے کام لیکر اپنے علمی وعملی طریقوں کو ایک حد معین تک یعنے جس حد تک وہ صلاحیت رکھتا ہو درست کرسکتا ہے اگر انصاف فرمایا جاوے تو درحقیقت ہماری تہذیب نفس اور حسن معاشرت کا یہ ایک ایسا کافی ذخیرہ ہے کہ ہم کو اس سے ہر طرح کی مدد مل سکتی ہے یا یوں کہا جاوے کہ یہ ایک ایسا لایق استاد ہے کہ جس سے ہم ہر طرح کا سبق پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد میں اس امر کے عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ بدو شعور سے مجھے تاریخ بینی کا شوق دامنگیر رہا۔ لیکن میری چھوٹی معاشرت میں اتنی فرصت کہاں کہ میں اپنے شوق کو پورا کرسکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے دلی جوش اور ولولہ نے کچھ ایک اپنا رنگ دکھا کر ہی چھوڑا۔ جو مجھے اس کتاب کی تالیف کی طرف متوجہ کردیا۔ الحاصل میرے آبا واجداد جو سیفی اور قلمی معزز عہدوں پر رہ چکے ہیں ان کی پیروی نے مجھے اولاً اس بات پر مجبور کیا کہ میں انگریزی زبان سیکھوں۔

الحمد للہ۔ اس میں مجھے بہت کچھ کامیابی ہوئی۔ امتحان مٹریکولیشن پاس

ہوتے ہی سرکار نظام کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ اور حسن اتفاق سے گلبرگہ شریف میں میرا تقرر ہُوا۔ اور ساتھ ہی اس کے یہاں کے تاریخی حالات معلوم کرنے کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ جس کا اثر پہلے ہی سے دل میں جوش مار رہا تھا۔ چونکہ یہاں ایک جلیل القدر بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ آرمیدہ ہیں و نیز یہ مقام سلاطین بہمنیہ کا دارالسلطنت رہ چکا ہے۔ اس لئے مجھے یقین کامل تھا کہ میں یہاں کے مقامی حالات کو پورے طور پر معلوم کرسکونگا۔ خصوصاً خواجہ صاحب قدس سرہ کے حسن ورود سے لیکر آپ کی وفات تک جو کچھ آپ کے محامد و محاسن ہیں نہایت آسانی کے ساتھ مجھے ملجائینگے۔ لیکن دقت پیش ہوئی کہ یہاں کے سلاطین بہمنیہ کے حالات تو دوسری تواریخ کی مدد سے کسیقدر مجھے مل گئے مگر خواجہ صاحبؒ کے سچے حالات کا معلوم کرنا سخت دشوار اور قریب بہ محال کے ہوگیا۔ تاہم میں نے ہمت نہ ہاری اور اس مواد کے فراہمی کی طرف پوری کوشش کرنی شروع کی۔ مجھے زیادہ تر جو دقتیں کہ لاحق ہوئیں اس کی وجہ یہ ہے کہ امتداد زمانہ کی وجہ سے اکثر ملفوظات تلف ہو چکے اور جو خال خال کسی کے پاس رہ گئے تھے تو وہ لوگ اس کے دینے میں سخت دریغ کرتے تھے۔ اس لئے میں نے اُن سے روابط بڑھائے اور اُن کو ہر طرح سے اطمینان دلایا کہ اگر کچھ بزرگان دین کے ملفوظات اور ان کے سچے حالات سے مجھے مدد دیجاسکی تو میں ان مبارک کتابوں کو نصب العین کرکے پھر واپس کردونگا۔ لیکن مجھے اس میں بھی بہت کم کامیابی حاصل ہوئی۔ جن لوگوں نے ازراہِ عنایت کچھ نسخے عنایت کئے۔ الیسی جلدی اون کی واپسی ہی کی کہ کوئی نسخہ دو چار روز سے زیادہ میرے پاس نہیں رہسکا اور جسقدر نسخے ملے عموماً کاتب کی کم توجہی یا یوں کہا جائے کہ کم لیاقتی کی وجہ سے اسقدر غلط تھے کہ ان سے مطلب براری دشوار تھی۔ صرف انہی بزرگان دین کی باطنی تائید سمجھنی چاہیے کہ اسقدر بھی مجھے اپنے خیال میں کامیابی حاصل ہوئی اور میں ایک سچا ذخیرہ پیدا کرکے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے پر قادر ہوگیا۔

میں اخیر میں اور اسقدر رکھنے پر مجبور ہوں کہ یہاں کے بزرگان دین کے سچے حالات اس اہتمام و جگرکاوی کے ساتھ کسی نے جمع کر کے طبع نہیں کرائے ہیں اس کی تالیف میں جسقدر دقتیں میں نے اٹھائی ہیں وہ میرا دل ہی جانتا ہے پس اس بنا پر میں امید کرسکتا ہوں کہ ناظرین اس کی قدر فرمائینگے اور میری محنت کی داد دیں گے۔ اور میں یہ بھی عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں کوئی اہل زبان نہیں ہوں اور نہ مجھے کوئی تالیف و تصنیف کا دعویٰ ہے۔ صرف شوق دریافت و اظہار حالات بزرگان دین و شاہان سلف وغیرہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا اور اس کتاب کی ترتیب کو اپنی کج مج زبان میں تاریخ کی صورت بخشی۔

جن کتب سے اس کتاب کی تیاری میں مدد لی گئی ان کے نام بھی ذیل میں بتائے جاتے ہیں

سیر محمدی۔ تبصرۃ الخوارقات۔ تذکرۃ الملوک۔ تاریخ حسینی۔ سیر مخدومی۔ تاریخ رشید الدین خانی و خورشید جاہی۔ تاریخ فرشتہ۔ تاریخ ہند مولوی ذکاؤ اللہ۔ مرأۃ الاسرار۔ گلدستۂ موجودات۔ جوامع الکلم۔ خاتمۂ شریف وغیرہ۔

میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ جسقدر نسخے اس کتاب کے طبع ہوے تھے وہ سب کے سب فروخت ہو گئے اور ہنوز انکا مطالبہ جاری ہے۔ لہذا بعد نظر ثانی کسیقدر ترمیم و اضافہ کے ساتھ یہ کتاب اب مکرر طبع کرائی گئی ہے۔ چونکہ پہلے اڈیشن کے بعد بزمانہ تعلقداری نواب فرامرز جنگ بہادر مجھے تیاری گزیٹیر گلبرگہ میں مدد دینیکا موقع ملا اس لئے قلعہ گلبرگہ کے متعلق جو مزید حالات دریافت ہوے انکا اضافہ اس میں کر دیا گیا ہے اور اس کتاب کو زیادہ موثق بنانے کے لئے حضرت سید شاہ حسین صاحب سجادہ روضۂ خرد ساکن کلیانی کی بھی تصدیق جو بعد ملاحظہ ان کے دست و قلم سے حاصل کی گئی ہے اس کی نقل صفحۂ دوم پر طبع کر دی گئی ہے اور صاحب موصوف سے

دوران ملاحظہ جو اضافہ جات آیندہ طبع میں ضروری سمجھا تھا وہ بھی برموقع شریک کر دیے گئے ہیں ؎

یہ کتاب بعہد میمنت مہد سرآمد رؤسائے ہند اعلیٰ حضرت بندگانعالی حضور پر نور آصف جاہ مظفر الممالک۔ نظام الملک۔ نظام الدولہ۔ **نواب میر عثمان علیخاں** بہادر فتح جنگ۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ بادشاہ دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ مرتب ہوئی ہے لہذا مجھے خدا سے امید ہے کہ یہ کتاب عام طور پر مقبول ہوگی وَ بِاللّٰہِ التَّوفِیقُ وَ بِہٖ نَستَعِین

	ہر کہ خواند دعا طمع دارم		زانکہ من بندۂ گنہگارم	

حیدرآباد دکن
۱۲ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ

خاکسار

محمد سلطان

وظیفہ یاب سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ

حصۂ اوّل

شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالات

مقام گلبرگہ کشور ہندوستان کی دیسی ریاستوں میں حیدرآباد سب سے بڑی اور اسلامی ریاست ہے۔ یہ ریاست سولہ ضلعوں میں منقسم ہے۔ ان میں سے ایک ضلع گلبرگہ ہے جو ملک کے جنوبی حصہ میں واقع ہے۔ اس ضلع میں شہر گلبرگہ ایک آباد اور تجارتی مقام ضلع کا مستقر اور گریٹ انڈین پنینسولا ریلوے کا اسٹیشن ہے۔

تقسیم آبادی اس شہر کی آبادی گو اسوقت پینتیس ہزار سے زیادہ ہے مگر چونکہ آبادی گنجان نہیں اور ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں اتنا فصل ہے کہ وہ بجائے خود ایک جدا گانہ مقام معلوم ہوتا ہے۔ لہذا کوئی اجنبی آدمی اس کی آبادی کو دیکھ کر بادی النظر میں یہ رائے نہیں قایم کرسکتا کہ اس کی آبادی اسقدر زیادہ ہوگی۔ شمالی حصۂ آبادی جو سب سے بڑا ہے وہ پوروں مومن پورہ و مخدوم پورہ پر مشتمل ہے۔ شرقی حصہ روضۂ بزرگ کہلاتا ہے۔ شمال مغربی حصہ جو مومن پورہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے شاہ بازار کہلاتا ہے۔ غربی حصہ کا نام بہمنی پورہ ہے جو مومن پورہ اور شاہ بازار سے کسیطرح ایک میل سے کم فاصلہ پر نہیں ہے۔ اسٹیشن بازار کی آبادی جو ریلوے اسٹیشن کے متصل ہے مومن پورہ سے دو میل اور بہمنی پورہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جگت و آصف گنج وغیرہ متفرق چھوٹے محلے ہیں جو مومن پورہ و مخدوم پورہ کے متصل ہیں۔

گلبرگہ کا منظر گلبرگہ اور اس کے نواحی سرسبز و شاداب نہیں ہیں۔ یہاں ہمیشہ قلت آب کی شکایت رہتی تھی۔ لوگ باولیوں کے پانی پر اپنی گذران کرتے تھے مگر

گلبرگہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر بجانب شمال مغرب ایک وسیع تالاب بنام بہوسگہ واقع ہے اب اسکا پانی نل کے ذریعہ سے شہر میں لاکر قلت آب کی یہ شکایت دور کردیگئی ہے اور چونکہ عمدہ پانی نہ ملنے اور صحت جسمانی کے تفرقے سے ہمیشہ عارضۂ نارو وغیرہ میں لوگ مبتلا رہتے تھے۔ اب نفیس پانی کے دستیاب ہونے پر اس بلا سے نجات پا چکے ہیں علاوہ ازیں شہر کی آبادی اور سرسبزی میں بھی ترقی ہو رہی ہے۔ گلبرگہ کالی مٹی کی زمین آباد ہے۔ اس میں جوار بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں باغات بہت کم ہیں۔ ایک سرکاری باغ محبوب گلشن، اسٹیشن کے راستہ پر واقع ہے جو ایک تفریح کا مقام ہے۔ یہاں کے موزے۔ اگربتی اور سرکا مصالحہ فرمایشی اور مشہور اشیا ہیں۔

قلعہ گلبرگہ شہر گلبرگہ پہلے ہندو رایوں کی راجدھانی (دار الخلافہ) تھا۔ اسکی آبادی کی بنا، دو ہزار سال سے بھی زاید عرصہ گذرا راجہ کلیچند رائے کرناٹک نے ڈالی تھی۔ اُسوقت اس کا نام کلبرگہ قرار پایا تھا مگر تبدیل زمانہ کی وجہ سے اب گلبرگہ کہلاتا ہے۔ جو قلعہ اسوقت یہاں موجود ہے وہ انہیں رایوں کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا مگر جب حسن کانگو بہمنی نے گلبرگہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا تو اس قلعہ کی فصیل و بُرج و خندق کی مرمت کر کے اسکو بہ لحاظ ضرورت نہایت مستحکم اور شاندار بنا دیا اور جب بہمنیہ خاندان کا خاتمہ ہونیکے بعد عادل شاہیوں کا اسپر قبضہ ہوا علی عادل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں قلعہ کے بروج کی ترمیم ہوی اور انپر توپیں چڑھا دی گئیں۔ جیسا کہ ان کے موجودہ کتبوں سے ظاہر ہے۔ اس قلعہ کی شکل بیضوی اور اس کی فصیل کا دور تقریباً ایک میل ہے فصیل کے اطراف پچاس گز عریض اور پچیس گز عمیق خندق ہے۔ اس قلعہ کے دو دروازہ ہیں۔ مشرقی دروازہ معمولی اور شکستہ حالت میں ہے مگر مغربی دروازہ جسکو زنجیری دروازہ کہتے ہیں اس کے اندر تین چکردار کمانیں اور ایک پھاٹک موجود ہے اور دروازہ پر کتابہ ذیل لگا ہوا ہے :۔ ”عجب قلعہ دیدم کہ شانش نہ بود * چنیں کہ در اقلاع عالم بہ لبست

تَحَصَّنْتُ بِذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ وَاعْتَصَمْتُ بِذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظْمَۃِ وَالْهَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ دخلت فِی حِرْزِ اللّٰہِ وَفِی حِفْظِ اللّٰہِ وَفِی اَمَانِ اللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ الْفِتَنِ اَجْمَعِیْنَ۔ بحق کٓھٰیٰعٓصٓ بحق حٰمٓعٓسٓقٓ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اس قلعہ میں کل پندرہ برج ہیں جنپر اسوقت چھبیس توپیں موجود ہیں۔ ان بروج میں سب سے بڑا جو مشرقی دروازہ کے سامنے بشکل مستطیل واقع ہے۔ فتح برج کہلاتا ہے جسکو دولت برج رن منڈل اور بالاحصار بھی کہتے ہیں۔ اس کا طول (۸۰) گز اور عرض ۳۰ گز اور بلندی بھی اسیقدر ہے۔ اس کو محمد حیدر نے بعہد سلطان ابراہیم عادل شاہ تعمیر کرایا تھا۔ اسوقت اسپر تین توپیں موجود ہیں۔ ایک سولہ فٹ طول اور نوانچ قطر کی ہے جسپر چہار منی عادل شاہ کندہ ہے اور دوسرے دوچودہ چودہ فٹ طول اور سوا فٹ قطر کے ہیں۔ اس برج کی دیوار میں کتبہ ذیل بخط نسخ نصب ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَآلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ در عہد سلطنت بادشاہ عالیجاہ عالم پناہ مہر سپہر سرفرازی تاج الدنیا والدین ابو المظفر ابراہیم عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وَاَفَاضَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ بِرَّہٗ وَاِحْسَانَہٗ۔ بندۂ درگاہ محمد حیدر این برج دولت تمام نمود

نورس برج۔ یہ برج غربی دروازہ کے اندر بجانب جنوب ہے۔ اسپر ایک توپ ہے جسکا طول اٹھارہ ہاتھ ہے۔ اس برج پر کتابہ ذیل سنگ سرخ پر کندہ کرکے نصب ہے۔ این برج توپ دوازدہ گزی درعہد ابو المظفر ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ ملکہ ابداً عمارت کرد بندہ ملک ملک صندل ۱۰۳۲ سنہ۔ یَا بُدُّوْحُ۔ یَا بُدُّوْحُ۔ هُوَ الْجَلِیْلُ"

سکندر برج۔ جسکو فیل برج بھی کہتے ہیں دروازہ غرب رویہ کے جنوب میں بہت بڑا برج ہے۔ اسپر ایک توپ ہے کتابہ ذیل سنگ سیاہ پر کندہ کیا ہوا موجود ہے:

یا حافظ　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　یا حافظ

الملک للہ

در اوایل جلوس سلطان سکندر عادل شاہ قادری الغازی بن علی عادل شاہ
بحکم آصف زمان خواص خاں وزیر حکومت در سنہ ثلاث سبعین الف بندۂ کمترین درگاہ
سیدی سنبل ملک عنبر صوبہ دار وحوالہ دار عمارت این برج فلک شکوہ کہ مسمٰی
بہ سکندر برجست نمود سنہ ۱۰۸۴ از بنیاد برج داخل کنگرہ نشست گاہ توپ و دو لادنی
و یکحجرہ مستعد کردہ شد ؞

ہنمنت برج۔ غربی دروازہ کے شمال میں ہے۔ کتبہ ذیل بخط نسخ کندہ اور ایک
دیوار میں لگا ہوا ہے:۔

"بامر محمد شہ بحر و بر۔ کز دیانت ملک دکن زیب و فر یعنی سنبج نوراللہ سر خیل ملک۔ کہ
ہست او زاولاد خیر البشر۔ دگر احسن آباد و اطراف بہ تعمیر ہر برج و دیوار و در۔ چو تعمیر شد گشت
تاریخ و سال بہ شدہ حصن گلبرگہ محکم دگر"
۱۰۶۶ ۵۶ ۱۶ ۶

اس برج پر ایک بچپری منقش توپ جو نواب نظام علیخاں کی ہے موجود ہے جس کا
طول سات فٹ اور قطر سوا چار انچہ ہے۔ اس توپ پہ کندہ ہے "رفیق سادات برحق نواب
رکن الدولہ بہادر ظفر الدولہ بہادر سنہ ۱۱۸۴ھ"

پتلی برج۔ بجانب غرب واقع ہے۔ اس کی دیوار میں کتبہ ذیل سنگ سیاہ پر بخط نسخ
کندہ شدہ موجود ہے "الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد
والہ اجمعین ۔ بعہد سلطنت شہنشاہ جہاں پناہ ظل الہ مہر سپہر سرفرازی المو المظفر شاہ علی
عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وَ اَفَاضَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ بِرَّہٗ وَ اِحْسَانَہٗ
کمترین بندگان درگاہ عزت خاں این برج و دولت عمارت نمود سنہ ۹۶۵ ہجری مطابق شہ سنہ"

گھڑیا لچی برج۔ دروازہ غربی کے شمال میں واقع ہے۔ کتبہ ذیل بخط نسخ سنگ سیاہ پر

کندہ ہے ع کشادہ باد بدولت ہمیشہ این درگاہ ٭ ہذا القصر نظر کردہ پیر دستگیر اولاد حسین حسن پشت و پناہ اہل دکن بندہ نواز مخدوم دین و دنیا سید محمد حسینی گیسو دراز فی عہد السلطان ابوالمظفر سلطان محمد عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابداً و بانیہ کمترین غلامان درگاہ علی رضا ابن محمد آقا سنہ ثمان و خمسین والف و بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ "
۱۰۵۸ھ

مسجد قلعہ اس قلعہ میں ایک مسجد ہے - جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ در اصل یہ عمارت انہیں راجاؤں کے دربار کا مقام تھا اگر زیادہ صحیح یہ امر ہے کہ یہ عمارت بتخانہ بھی جسکی نسبت یہاں کے لوگ عموماً تصدیق بھی کرتے ہیں - چنانچہ اس مسجد کی استرکاری کے وقت جو ابھی ہوئی ہے - مسجد کے اندر بعض جگہہ دیواروں پر مورتیں اور دیوتاؤں کی شکلیں کندہ کی ہوئی نظر آئی تھیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جگہہ پہلے مندر تھی - جو وقت سلطان علاء الدین حسن کانگو ئے بہمنی نے یہاں کے راجے بہیرن کو قتل کرکے اوسکو اپنا دار الخلافہ قرار دیا اور بجائے گلبرگہ اس کا نام حسن آباد رکھا اور قلعہ کی بھی ضروری ترمیم کی اُسوقت اس مندر کی شکل حسب سنت بعض سلاطین مغلیہ تبدیل کری اور اسکو مسجد بنا دیا یہ عالیشان مسجد جو نامی عبادتگاہ قرطبہ کی وضع پر بنی ہوئی اور صنعت قدیم کا ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے بے شبہہ ایک سیاح کیلئے قابل دید ہے (دیکھو نقشہ نمبر ۱)

حسن آباد عرف گلبرگہ قدیم اگرچہ سلاطین بہمنیہ کا دار الحکومت خاص گلبرگہ میں تقریباً اسی سال قایم رہا - تاہم اس خاندان کے کسی متنفس کا یہاں پتہ نہیں چلتا ہے - بلکہ ان کی فلک شکوہ شاہی ایوانات سب منہدم اور مسمار ہو گئے - جنکا نام و نشان تک باقی نہیں البتہ قلعہ کے غربی جانب عیدگاہ کی طرف مکانوں کی بیشمار بنیادیں نظر آتی ہیں - قدیم آبادی یہیں تھی جسکو حسن آباد کہتے تھے - شاہ بازار گلبرگہ کا ایک قدیم محلہ ہے - چند روز پیشتر وہ ایک بہت بڑا اور بارونق محلہ تھا - گلبرگہ کے تمام باشندے خرید و فروخت کے لئے وہیں جایا کرتے تھے ان دنوں جو مقام آصف گنج کے نام سے تعمیر و آباد ہے وہاں ناگ پھنی اس کثرت سے تھی

نمبر ۱۔ نقشہ مسجد اندرون قلعہ گلبرگہ شریف جو مسجد قرطبہ واقع اسپین کے نمونہ پر تعمیر کیگئی ہے۔
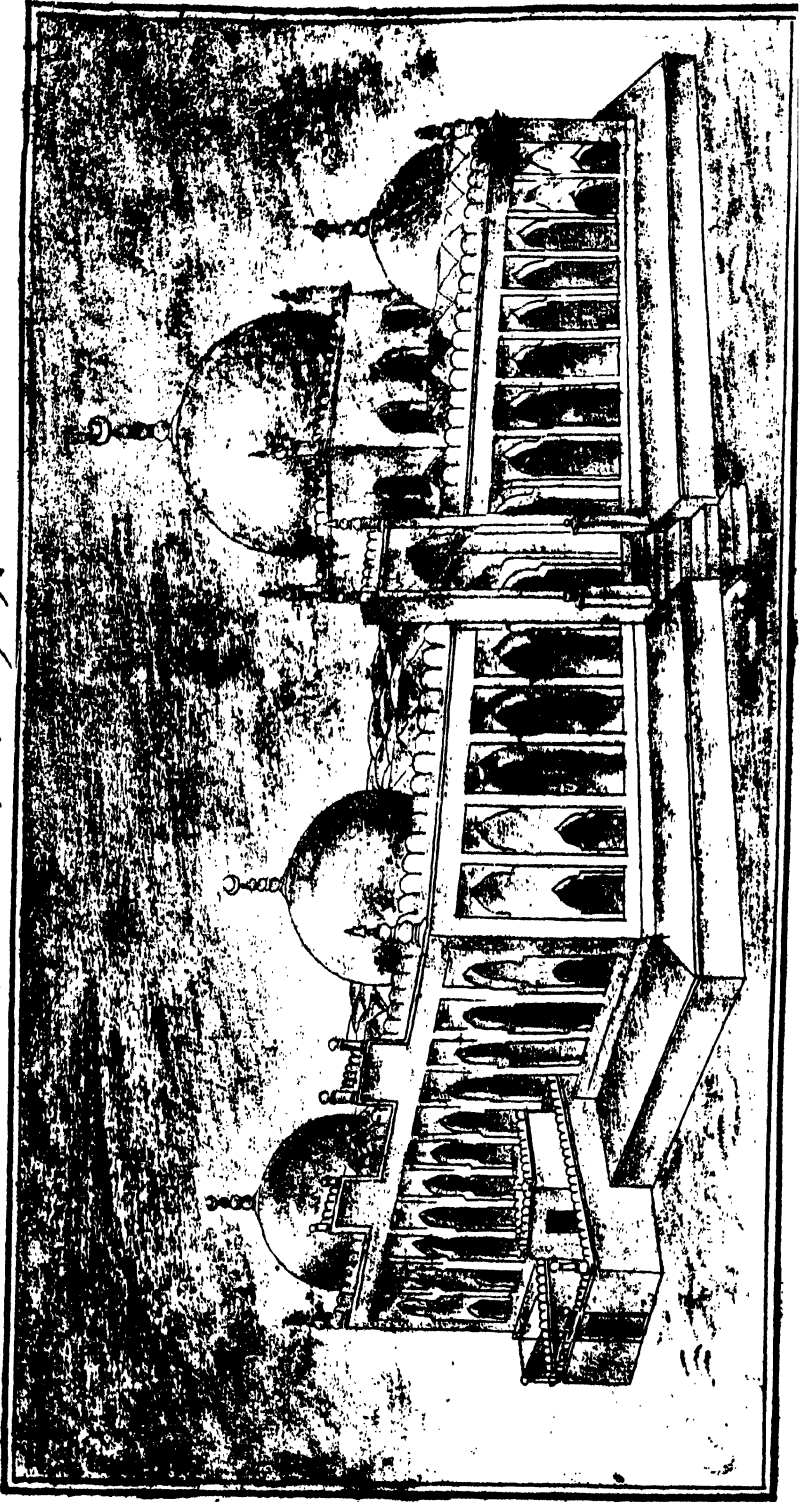
کہ لوگوں کا اس راہ سے گذرنا دشوار تھا۔ اپنے زمانہ حکومت میں محمد اکرام اللہ خاں نواب یار جنگ بہادر صوبہ دار گلبرگہ نے اس سے کٹوا کر آصف گنج کی بنا ڈالی اور چوطرفہ پختہ مکانات اور کمانیں تعمیر کرائی گئیں۔ جب یہ بازار تیار ہوا تو شاہ بازار کی رونق جاتی رہی۔ لوگ بخواہش تمام آکر ادھر آباد ہو گئے۔ اس بازار میں ہنگام تعمیر ایک سرائے بنام اکرام سرائے تیار ہوئی ہے جس میں مسافر لوگ آرام سے ٹھہر سکتے ہیں۔

مزارات وگنبد | گلبرگہ میں متعدد گنبد موجود ہیں۔ بعض گنبدوں میں مزار یا ان کے آثار موجود ہیں اور بعض بالکل خالی نظر آتے ہیں۔ ان گنبدوں میں سب سے بڑا مشہور اور قابل دید گنبد حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کا ہے جو محلہ روضہ بزرگ میں واقع ہے۔ اس گنبد کے آس پاس اور بھی گنبد ہیں جن میں بڑا اور بہت دور سے نظر آنے والا گنبد حضرت موصوف کے پوتے حضرت شاہ قبولا حسینی قدس سرہٗ کا ہے۔ یہ دونوں عالیشان اور بلند گنبد دس بارہ میل کے فاصلہ پر سے نظر آتے ہیں روضہ بزرگ اور محلہ مخدوم پورہ کے درمیان سات گنبد واقع ہیں جو ہفت گنبد کے نام سے مشہور ہیں یہ سلاطین بہمنیہ اور ان کے خاندان کے لوگوں کے مدفن ہیں محلہ شاہ شاہ بازار کی غربی طرف حضرت شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ کا روضہ ہے جس کے عالی شان دروازہ کے دونوں جانب دو بلند مینار بنے ہوئے ہیں مگر گنبد حضرت موصوف کچھ ایسا بلند نہیں ہے۔ اس سے آگے چلکر ایک عالی شان گنبد بھاری لاگت کا بلند اور پر فضا مقام پر بنام چور گنبد گلبرگہ سے دو تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس میں کوئی قبر نہیں ہے۔ چونکہ یہ گنبد آبادی سے دور ہے اور اکثر چور اور بدمعاش لوگوں نے اسکو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ لہذا یہ گنبد اس نام سے مشہور گیا۔ اس کی تعمیر اور کاریگری قابل دید ہے۔

مشہور عمارات | قدیم عمارتوں میں ان گنبدوں کے علاوہ خانقاہ حضرت خواجہ بندہ نواز

حسینی قدس سرہ قلعہ کے عقب میں جامع مسجد شاہ بازار میں لنگر خانہ سلطان پور کے راستہ میں اور عیدگاہ چور گنبد کے متصل اور جدید عمارتوں میں گورنمنٹ ہوس اور پیمایش کا بنگلہ مشہور ہیں۔ شہر سے جانب غرب تین میل کے فاصلہ پر پارچہ بافی کی کل اور اس کا کارخانہ واقع ہے جسکو یہاں کے لوگ گرنی کہتے ہیں اور بانی نے "محبوب شاہی مل" کے نام سے موسوم کیا ہے یہ کارخانہ مفید ملک اور قابل دید مقام ہے۔

قوم مومن کا طرز معاشرت گلبرگہ کی مسلمان آبادی کا بہت بڑا حصہ بافندوں کا ہے جو یہاں کے اصلی باشندے اور عام لوگوں کے زبان میں مومن کہلاتے ہیں۔ محلہ مومن پورہ و مخدوم پورہ میں بیشتر یہی آباد ہیں۔ ان کے مکان نہایت پائدار مثل قلعوں کے سنگ سیاہ سے بنے ہوئے عموماً وسیع ہوتے ہیں جنمیں کئی گھروں کے لوگ اکھٹے بود و باش کرتے ہیں۔ سب کا صحن اور آمد و رفت کا رستہ ایک ہوتا ہے عورتوں میں پردہ کا رواج بہت کم ہے چنانچہ عرس و میلے وغیرہ میں وہ بہ حسن عقیدت آیا جایا کرتی ہیں۔ مثل مردوں کے پارچہ بافی جانتی ہیں۔ یہ لوگ تمام دن اسی کام میں مشغول رہتے ہیں تاہم ان کی آمدنی اس زمانہ میں جیسی کہ چاہئے نہیں ہوتی۔ اس حالت میں بھی اکثر اپنی دن بھر کی تکان دور کرنے کے خیال خام سے یہ لوگ کسیقدر نشہ کے عادی ہیں اور عموماً طبیعت صفائی پسند نہیں شخصی صحت بہت خراب حالت میں رہتی ہے ان قباحتوں کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عموماً تعلیم یافتہ نہیں ہوتے اور باوجودیکہ ان دنوں ہر بڑے محلہ میں سرکاری مدرسہ قایم ہے۔ یہ لوگ تعلیم کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کرتے۔ مومن لوگ پرانے خیالات اور اپنے اگلوں کے طریقوں پر چلنے کے عادی ہیں عام اس سے کہ وہ اطوار کہنہ و شعار دیرینہ سزاوار ترک ہوں یا قابل تقلید۔

عشرۂ محرم محرم کے ایام میں یہاں بڑی دھوم دھام رہتی ہے۔ چاند رات سے جابجا علم استادہ ہو جاتے ہیں۔ مومن لوگ چوتھی تاریخ سے اپنا کاروبار بند کر دیتے ہیں پنجا صاحب

روضہ بزرگ کے دیوان خانہ میں علم استاد ہوتے ہیں جنہیں قیمتی جواہرات نصب ہیں ان کے یہاں روشنی کا بہت کچھ اہتمام رہتا ہے ۔ ایک علم روئی کا تین چار گز بلند قلعہ میں استاد ہوتا ہے ۔ کالی گنبد میں جو علم استادہ ہوتے ہیں وہ آٹھویں کی شب میں نکالے جاتے ہیں ان کے ہمراہ خلقت کا ہجوم رہتا ہے معتقد ومنتی لوگ تین تین سیر کی ایک ایک مشعل لئے جلوس میں ساتھ رہتے ہیں ۔ مشعلوں کی کثرت اور جلوس کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے ۔ دہم کی سہ پہر کو روضۂ خرد کا حسینی علم جلوس کے ساتھ نکالا جاتا ہے ۔ اسوقت لوگوں کا جو اژدہام یہاں رہتاہے اتنا اور کسی دن کسی مقام پر نہیں ہوتا ۔ آصف گنج میں بھی دہم کے روز خلقت کا ہجوم رہتا ہے ۔ خصوصًا شام کے وقت گلزار حوض کے پاس رستہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے ۔ دوکانوں اور چھتوں پر تماشائیوں کا بڑا جمگھٹ رہتا ہے کیونکہ علم اور تعزیوں کو اسی راہ سے لیجا کر جگت کے تالاب پر ٹھنڈا کرتے ہیں ۔

جھیلا ۔ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کے عرس شریف کے ایک ماہ قبل اشوال کو جھیلا نکالتے ہیں ۔ جھیلا پھولوں کے ہاروں کا مجموعہ ہوتا ہے جو پندرہ بیس بلکہ چالیس سیر کا ہوتا ہے اور ہر سال حضرت کے گنبد مبارک کے کلس پر باندھا جاتا ہے ۔ جھیلے کے روز بھی بڑی دھوم رہتی ہے ۔ شام کے پانچ بجے محبوب گلشن سے جھیلا نکالتے ہیں اس کا اہتمام صندل شریف کے اہتمام سے کچھ کم نہیں ہوتا ۔ صرف اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ باہر کے لوگ اکثر کم آتے ہیں ۔ جھیلا گنبد پر چڑھانے کے وقت اس بوجھ کو ایک آدمی اپنی پیٹھ پر باندھکر رسی کے سہارے اور دوسرا مشعل منھ میں لیکر اسطرح چڑھتا ہے اس طور گنبد پر رسی کے بل چڑھنا نہایت دشوار امر ہے ۔ مگر چونکہ لوگ اسطرح چڑھنے کے عادی ہوتے ہیں ۔ پھر جوش عقیدت لہذا اسقدر بوجھ لئے ہوئے بے تکلف چڑھ جاتے ہیں یہ نظارہ بھی پر لطف ہوتا ہے (دیکھو نقشہ نمبر ۲)

اہتمام عرس شریف ماہ ذیقعدہ کی چاندرات کو حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کی

نمبر (۲) نقشہ گنبد مبارک حضرت خواجہ بندہ نواز پر جھیلا چڑھایا جاتا ہے۔
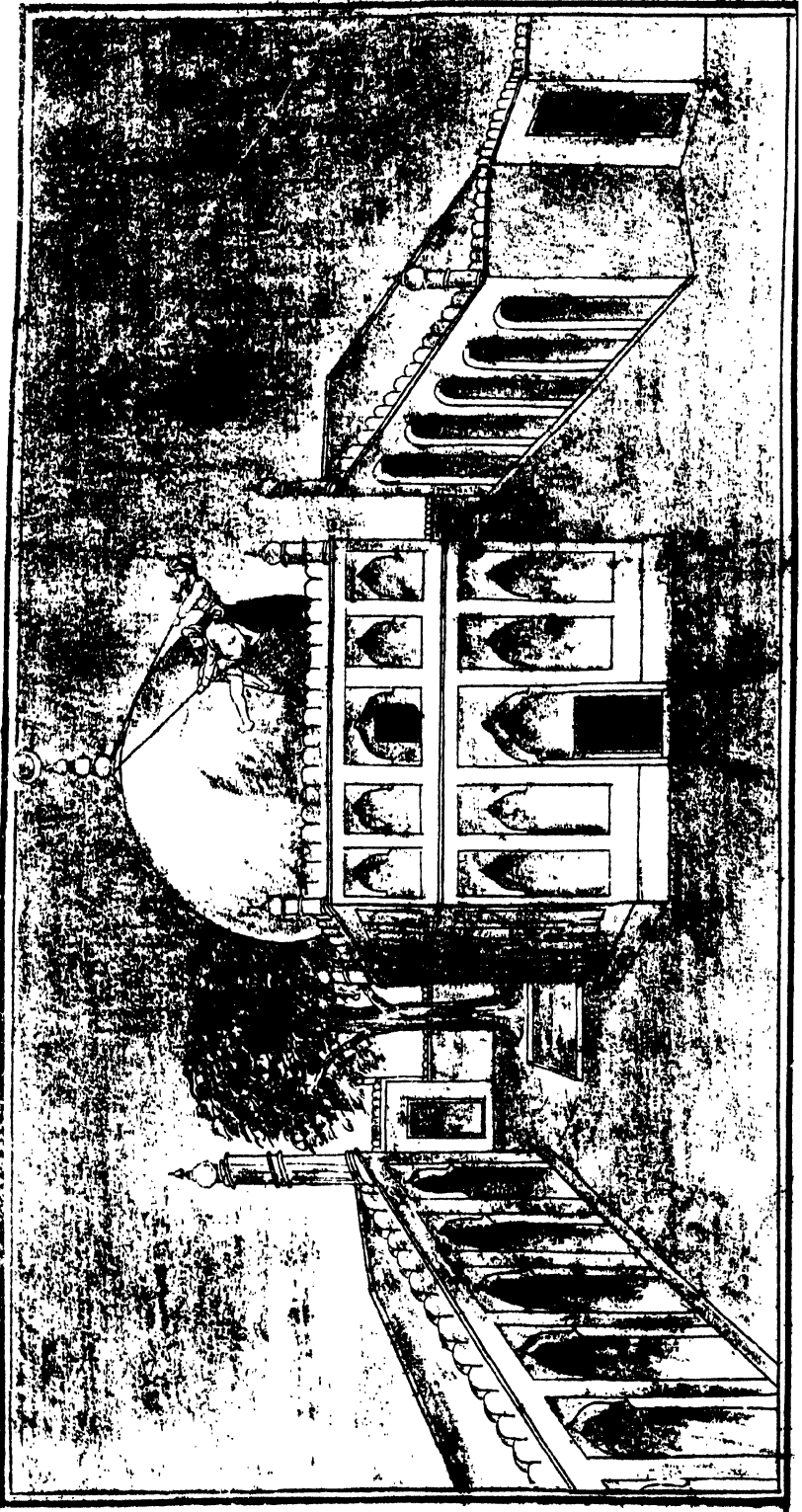
درگاہ شریف میں نئے نقارے نوبت خانہ پر چڑھائے جاتے ہیں۔ پہلی تاریخ ہی سے
ہر شب میں سجادہ صاحب باخرقۂ کلاہ جلوس کے ساتھ درگاہ شریف میں حاضر ہوکر فاتحہ
خوانی و گل گردانی سے فارغ ہوکر سماع سنتے ہیں اور یخت وبیز بھی چودہ تاریخ تک ہوا کرتا
ہے اور لنگر میں حضرت کی مسند مبارک بچھا کرتی ہے۔ ۱۵ ذیقعدہ کے شام کو حضرت کا صندل نہایت
بڑے تزک واحتشام سے منجانب سرکار محبوب گلشن سے نکلتا ہے۔ سپاہ کو توالی سوار و پیادہ
و فوج باقاعدہ و بے قاعدہ جنہیں نظم جمعیت کے سوار۔ عرب۔ روہیلے۔ سندھی۔ جوان وغیرہ
شامل ہیں ساتھ رہتے ہیں۔ اکثر عہدہ دار بھی صندل کے ہمراہ رہتے ہیں۔ روشنی کا
خاطر خواہ انتظام کیا جاتا ہے اس روز بیرونجات سے بہت سے مئی لوگ آتے ہیں خصوصاً
حیدرآباد سے آنے والوں کی یہ کثرت ہوتی ہے کہ شام تک کئی اسپشل ٹرین زائرین کی
آجاتی ہیں۔ اس روز گلبرگہ شریف کی بڑی سڑک درگاہ شریف تک جھنڈیوں اور قندیلوں سے
آراستہ کیجاتی ہے۔ سرکاری خیمے میدان عرس میں نصب ہوتے ہیں۔ عہدہ دار اپنا اجلاس
معہ دفاتر انھیں خیموں میں کرتے ہیں۔ نمائش مصنوعات ملکی اور اسپورٹس وغیرہ کا بھی
انتظام رہتا ہے۔ سولھویں کی شب کو شہر کی بڑی سڑک پر روشنی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
صندل شریف و روشنی وغیرہ کے اخراجات اسی رقم سے ہوتے ہیں جو منجانب سرکار عالی
سالانہ منظور ہوتی ہے۔ البتہ درگاہ شریف کی روشنی وغیرہ کا اہتمام سجادہ صاحب کیجانب سے
ہوتا ہے اور آتش بازی بھی عرس کی شب میں درگاہ شریف میں ہوتی ہے۔ سترہوین کی
صبح میں مومن لوگ چار بجے شب سے اپنے اپنے مکانوں پر روشنی کرتے ہیں۔ اسوقت کا
سماں محلہ مومن پورہ و مخدوم پورہ میں حیرت انگیز ہوتا ہے۔ صندل کے روز اعلیٰ حضرت
بندگانعالی متعالی حضور نظام مدظلہ العالی کی جانب سے حضرت کے مزار مقدس پر ایک زرین
غلاف اور ایک کمخواب کا غلاف چڑھایا جاتا ہے اور ایک شامیانہ و دیگر تحایف نذر ہوتے ہیں
عرس کے ایام میں تجارت کا بازار یہاں خوب گرم رہتا ہے۔

کشتی درگاہ مبارک

منتی لوگ موسم عرس شریف میں کشتی لٹاتے ہیں۔ درگاہ شریف کے روبرو چند قدم کے فاصلہ پر پتھر کا بہت بڑا کشتی نما ظرف ہے جسپر ہنوز شیر۔ مچھلی وغیرہ کی شکلیں موجود ہیں اور مشہور ہے کہ کسی دیول کا چراغ ہے یہ کشتی (۱۵۰) سیر بریانی سے بھر سکتی ہے۔ منتی لوگ اس کو بریانی کے علاوہ مالیدہ۔ موز۔ کھیر۔ مزعفر وغیرہ سے بھی بھرتے ہیں۔ فاتحہ کے بعد اس کشتی کو لوٹنے کا طریقہ جاری ہے۔ گو اس طریقہ میں لوٹنے والونکو ضرر پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے اور کھانے کی بھی بے تعظیمی ہوتی ہے۔ مگر رسم اور درگاہ کے ادب کی پابندی نے اس کو جایز رکھا ہے۔ کشتی لوٹنے کی کیفیت بھی قابل دید ہوتی ہے۔ لوٹنے والوں کے دو فریق ہوتے ہیں۔ ایک تو بڑے روضہ کا کہلاتا ہے اور دوسرا چھوٹے روضہ کا۔ یہ لوگ جو تعداد میں سو سوا سو سے کم نہیں ہوتے فاتحہ سے پہلے ہی لوٹنے کے لئے صف باندھکر مستعد رہتے ہیں۔ یہ سب برہنہ سر اور برہنہ جسم رہتے ہیں۔ ہر ایک صرف ایک لنگوٹ باندھے رہتا ہے ہر ایک کے گلے میں ایک جھولی رہتی ہے اور بعض کے ہاتھ میں لوٹنے کے لئے طشتری یا چوبی چمچہ بھی۔ فاتحہ خوانی کے ساتھ ہی ہر دو فریق دھڑلے سے مجنونانہ طور پر کشتی پر گرتے اور ایک دوسرے کو ہٹا کر خود لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں کشتی میں عموماً گرم و چرب پکوان رہتا ہے مگر یہ لوگ اس پھرتی سے دلیرانہ ایک دوسرے کی گردن پر سوار ہو کر اپنی جھولیاں بھر بھر کرتے اور لوٹتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو اس وقت لوگوں کے سر ہی سر نظر آتے ہیں اور اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید کسی کو ضرر شدید پہنچے عرصہ قلیل میں اس کشتی کو لوٹ کر صاف کر دیتے ہیں۔ اس لوٹ کھسوٹ میں بہت سا پکوان روندن میں آتا ہے جسکو معتقد لوگ تبرکاً اٹھا کر کھا لیتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ لوٹنے والے اس لوٹی ہوئی چیز کو بالمعاوضہ کسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ البتہ بطور تبرک کے کسی کو دے سکتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۳)

قوم لنگایت اور انکی دیول

اہل ہنود کی آبادی میں لنگایت قوم کے لوگ یہاں زیادہ
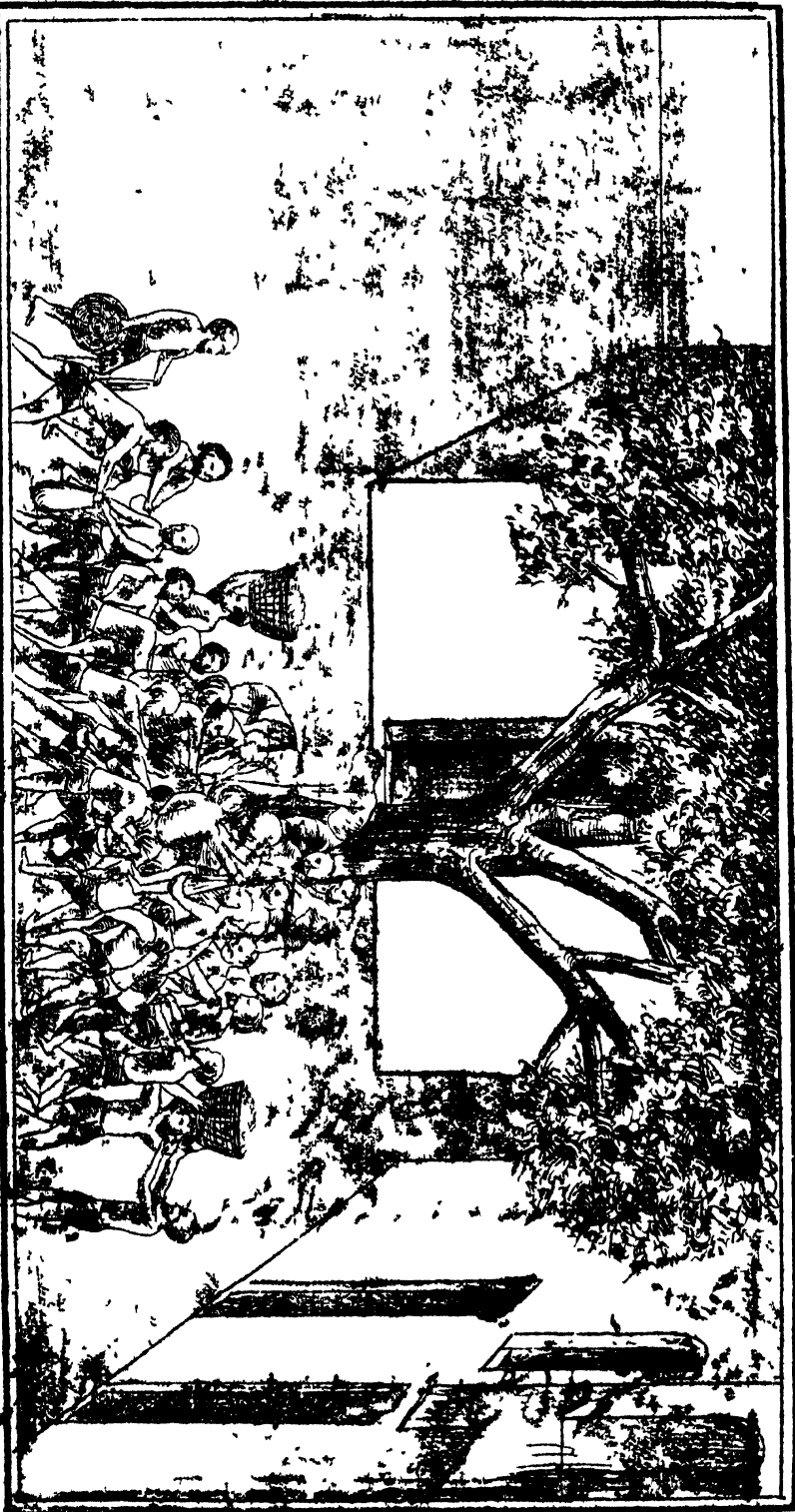
نمبر (۳) تصویر کشتی لوٹنے کی

آباد ہیں۔ اس قوم کا بانی کلیانی کا ایک شخص بسیا نامی تھا۔ لنگایت اپنے آپ کو مشہور چاروں فریق برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ سودر سے جدا سمجھتے ہیں شیو کو پوجتے ہیں اور اپنے مذہب کی پابندی و اظہار کی غرض سے لنگ (ایک گول پتھر) چاندی کے خول میں منڈھوا کر یا ریشمی رومال میں باندھکر اپنے بازو یا گلے میں ڈالتے ہیں۔ ان کے مذہبی پیشوا کو جنگم کہتے ہیں جنکی بہت اطاعت کیجاتی ہے ان لوگوں کا مشہور دیول محلہ بہمنی پورہ میں ہے جسکو شرن بسپا کا دیول کہتے ہیں۔ اس کی جاترا بڑی دھوم سے ہوتی ہے۔ دور دور کے لوگ یہاں تیرتھ کیلئے آتے ہیں۔

حکومت صنعت۔ تجارت۔ تعلیم۔ شہر گلبرگہ پہلے صوبہ کا مستقر تھا اب ضلع کا مستقر ہے۔ یہاں کا مجلس صنعت و حرفت خصوصاً تیاری خیمہ جات نفیسہ کے سبب سے تمام ممالک محروسہ دکن میں مشہور ہے۔ یہ شہر اس نواح کے دوسرے مقامات پر تجارت میں تفوق رکھتا ہے چنانچہ یہاں ہر قسم کی تجارت ہوتی ہے۔ تعلیم کی خاطر علاوہ پرئمری مردانہ و زنانہ اسکولوں کے جو ہر ایک بڑے محلہ میں قائم ہیں ایک ہائی اسکول بھی ہے۔ جس میں انگریزی۔ اردو عربی۔ فارسی۔ مرہٹی وغیرہ کی تعلیم نہایت اہتمام کے ساتھ جاری ہے۔

حصہ دوم

تذکرۂ بزرگان دین شہر گلبرگہ شریف

پہلا باب

ذکر جناب ملاذ الخلایق غوث العالم عاشق شہباز بلند پرواز بندہ نواز گیسو دراز حضرت خواجہ سید محمد حسینی قدس اللہ سرہ العزیز

فصل اول در بیان ولادت و کشف و کرامات

شجرۂ نسب آپ کی ذات ملکی صفات دکن میں مشہور و معروف ہے شجرہ نسب آپکا یہ ہے۔ حضرت خواجہ سید محمد حسینی بن یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن حسین بن محمد بن علی بن حمزہ بن داؤد بن زید بن ابوالحسن الجندی بن حسین بن ابی عبداللہ بن محمد بن عمر بن یحیٰی بن حسین بن زید مظلوم بن زین العابدین بن حسین السبط الشہید بن ابوہ ابی الحسن العلی الوصی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اُمہٗ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اسباب ورود دہلی کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابی الحسن الجندی رحمۃ اللہ علیہ بن سید حسین قدس سرہٗ ہرات سے دہلی فتح کرنے کے لئے آئے تھے۔ ہندوؤں کی بہت کثرت تھی انہیں آخر شکست ملی اور اخیر حملہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔ لوگوں نے آپ کو مسجد ایاز کے صحن میں دفن کیا۔ جو لوگ اس مسجد کے حجروں میں رہتے تھے جمعہ کی رات میں

آپ کی قبر اشرف پر ایک شعلہ نور دیکھا کرتے تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد بلدۂ دہلی میں بس گئی۔ ان میں سے سید یوسف عرف سید راجہ بن سید علی قدس سرہما کے دو فرزند ہوئے اول سید نجم الدین عرف سید چندا رحمۃ اللہ علیہ اور دوم حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز۔

تاریخ ولادت حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی ولادت شریف ۴ رجب ۷۲۰ھ میں بہ مقام دہلی واقع ہوئی۔

حضرت کی ولایت کی پیشنگوئی حضرت کی عمر چار سال کی تھی اسوقت سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی نے اپنا پایہ تخت بجائے دہلی کے دولت آباد قرار دیا اور سب دہلی کے باشندوں کو دولت آباد جانیکا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت کے والد ماجد حضرت سید یوسف قدس سرہ جو سید راجہ کے نام سے مشہور تھے اپنے کنبے کے ساتھ ۲۰ رمضان المبارک ۷۲۵ھ ہجری میں دہلی سے روانہ ہوئے اور تقریباً چار ماہ کے بعد پنجشنبہ ۱۱ محرم الحرام ۷۲۵ھ ہجری کو شہر دولت آباد میں پہنچے اور وہیں قیام اختیار کیا۔ دولت آباد میں شیخ الاسلام حضرت شیخ بابو قدس سرہ رہتے تھے۔ حضرت بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی کو ساتھ لیکر ایک روز حضرت شیخ صاحب موصوف کی ملاقات کو گئے۔ شیخ بابو رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ولی کامل تھے۔ ان سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی تھیں چنانچہ ایک وقت سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی کو شدت سے بخار چڑھا۔ اہل ولایت۔ مشائخوں وغیرہ وغیرہ کی خدمت میں اس کی شفا کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی گئی۔ اسوقت سلطان نے خود ہی شیخ بابو قدس سرہٗ کو اپنے پاس بلایا اور عرض کی کہ مجھے بخار شدت سے ہے۔ شیخ موصوف نے فرمایا کہ بخار کہاں ہے۔ وہ تو شیخ نے لے لیا۔ غرضکہ اسی وقت بادشاہ کا بخار جاتا رہا اور شیخ صاحب قدس سرہٗ پر سوار ہوا۔ جب بادشاہ نے یہ کرامت دیکھی تو آپ کا بہت معتقد ہو گیا اور اسی وقت دولت آباد کے قرب و جوار کے تمام مواضعات کی سند شیخ بابو قدس سرہٗ کے

خرچ خانقاہ کے لئے لکھکر دیدیا۔ شیخ بابو قدس سرہٗ کا مکان فیض منزل منار دروازہ کے متصل تھا جب سماع شروع ہوتا تو آپ بیہوش ہوجاتے۔ کف منھ سے جاری ہوجاتا اور اُسوقت آپ جو فرماتے وہی ہوتا تھا لوگ آپ کے بہت معتقد تھے۔ غرضکہ جب شیخ موصوف کی نظر حضرت بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے برادر بزرگ پر پڑی تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ دونوں کو اپنے نزدیک بلاکر بٹھایا اور اپنی قوت ولایت سے ان ہر دو کے طالع ملاحظہ فرماکر آپ کے والد سے اسطرح گویا ہوئے کہ سیدا! آپ کے بڑے فرزند تو سوداگر ہوں گے مگر آپ کے چھوٹے صاحبزادے کو دیکھتا ہوں کہ دانشمند یہ ہیں۔ عالم یہ ہیں۔ عارف یہ ہیں۔ محب یہ ہیں۔ ولی یہ ہیں۔ مرشد یہ ہیں۔ اور چند اوصاف دیگر جو اولیا سے متعلق ہوتے ہیں فرماکر آخر الکلام یہ بھی فرمایا کہ جسقدر میں نے کہا ہے وہ سب وہیں تک کہا جہاں تک میری نظر نے رہبری کی ہے آپ کا مرتبہ اس سے بھی بڑا ہوا ہے۔ جہاں میری نظر کو رسائی نہیں ہوسکتی۔

بچپن کے حالات | حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ جب چھ سال کے ہوئے تو اُسوقت سے ہی روزہ و نماز کے پابند ہو گئے۔ سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے آٹھ سال کی عمر سے کبھی آپ کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ بچپن ہی سے تحصیل علم کا آپ کو بہت شوق تھا۔ آپ اکثر اپنے دادا کی صحبت فیض منزلت میں رہتے تھے۔ آپ کے جد امجد و نیز آپکے والد حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین محمد بدایونی رضی اللہ عنہ کے مرید تھے۔ یہ دونوں اپنے پیر و مرشد کے اوصاف حمیدہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینیؒ سے بیان کرتے تھے۔ حضرت ان کو بڑی توجہ و رغبت سے سنا کرتے تھے۔

آثار ولایت | جب حضرت خواجہ دکن اُستاد کے پاس مصباح و قدوری پڑھتے تھے ایک شخص نے اگر آپ سے سوال کیا کہ نماز میں جب رکوع سے سجدہ میں جاتے ہیں تو پہلے ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں یا زانو اور جب سجدہ سے اُٹھتے ہیں تو اول ہاتھ اٹھاتے ہیں یا زانو چونکہ حضرت یہ مسئلہ ابھی نہیں پڑھے تھے لہذا سائل کو چند دنوں کے بعد آنے کے لئے فرمایا

تاکہ اس کا جواب دیا جائے اور جب وہ واپس ہوا تو آپ وہاں سے اُٹھکر مسجد میں آئے اور کونے میں مسجد کے بیٹھکر اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے لگے ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ دراز قامت۔ گندم گوں۔ سرخ آنکھ والے۔ بڑا عمامہ باندھکر چوڑی آستینوں کا جبہ پہنے ہوے مسجد میں آئے اور دوگانہ شروع کیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی نگاہ جب اُن بزرگ پر پڑی تو دل میں یہ خیال گذرا کہ یہ کوئی مرد بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ شاید شیخ الاسلام شیخ نظام الدین محمد بدایونی رضی اللہ عنہ ہی نہ ہوں؟ کیونکہ دادا صاحب اکثر آپ کا جو حلیہ بیان فرمایا کرتے ہیں آپ بالکل اُسی مطابق ہیں۔ کوئی تفاوت نہیں ہے۔ غرضکہ آپ نے بزرگ موصوف پر نظر کی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ بزرگ جسطرح ہاتھ اور زانو اٹھا ئینگے اور رکھیں گے اُسی طرح میں اپنے سایل کے سوال کا جواب دیدونگا۔ پس وہ بزرگوار نماز تمام کر کے غائب ہوگئے۔ حضرت خواجہ مارضی اللہ عنہ مسئلہ کا جواب ملنے سے نہایت خوش ہوے اور دوڑتے ہوے اپنے دادا جان کے پاس آئے اور اُن سے بیان کیا کہ میں نے آج اس حالت میں آپکے پیر حضرت شیخ نظام الدین محمد بدایونی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ دادا نے فرمایا بے شک تم نے آپ کو ہی دیکھا ہے۔ آپ زندگی میں اسی طرح رہتے تھے۔ یہ ماجرہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد گذرا تھا اس لئے تمام لوگ سنکر متعجب ہوے۔

حضرتؒ کے والد کا وصال اور کرامات

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب گیارہ سال کی تھی اُس وقت آپ کے والد حضرت سید یوسف قدس سرہٗ نے دولت آباد میں تاریخ ۵۔ شوال ۷۳۱ھ ہجری اس دار فانی سے بجوار رحمت باقی مراجعت فرمائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن آپکا مزار مبارک خلد آباد شریف میں ہے جو دولت آباد سے متصل ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ میرے والد کو سماع کا بہت شوق تھا دہلی میں ایک روز سماع تھا بعض لوگ اپنے تلوں کو کچھ دوا لگا کر آگ پر ناچتے تھے۔ میرے والد کو سماع سنکر بیخودی طاری ہوگئی۔ ضبط نہ کرسکے آگ میں کودے اور لوٹنے لگے۔ لوگ حیرت میں سکتے

ہم تو دوا کے اثر سے آگ میں کود کر محفوظ رہتے ہیں مگر یہ تو بے ساختہ گر کر لوٹ رہے ہیں دیکھیں کہیں جل تو نہیں گئے۔ اچھی طرح دیکھا مگر آپ کو کہیں جلا ہوا نہیں پایا۔ بہت خوش ہوے اور بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آنے لگے۔۔

حالات حصول ارادت | جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ (۱۴) سال کے تھے تو اسوقت آپ کو مرید ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے مرشد کے انتخاب میں بہت غور کیا حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس اللہ سرہ کے فضایل بہت سن چکے تھے اس لئے حضرت کا دل اون کی طرف زیادہ مائل تھا مگر وہاں تک آپ کی رسائی مشکل تھی کیونکہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہٗ دہلی میں تشریف فرما تھے اور حضرت خواجہؒ دولت آباد میں تھے ان ہر دو مقام میں پانچ سو کوس کا فاصلہ تھا۔ ناگاہ ایک دن حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ اپنے بھائی ملک الامراملک ابراہیم ستونی سے کسی سبب رنجیدہ ہوئیں اور غصہ سے حضرت خواجہؒ اور آپ کے بڑے بھائی سید چندا رضی اللہ عنہما کو ہمراہ لیکر شہر دہلی کی طرف روانہ ہوئیں۔ چند مہینوں کے بعد دہلی میں پہونچکر سرائے میں ٹھیرے۔ جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ سرائے سے نکلکر سلطان قطب الدین کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے گئے اور صحن مسجد میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہٗ مسجد میں تشریف لائے جب حضرت خواجہؒ کی نظر آپ کے جمال مبارک پر پڑی تو آپ کے عاشق اور فریفتہ ہو گئے اور اپنے دل میں خیال کر کے کہ اگر شیخ نصیر الدین محمود اودہی رحمۃ اللہ علیہ یہی ہوں تو کیا خوب ہوگا۔ لوگوں سے آپکا اسم مبارک دریافت فرمایا۔ جب لوگوں نے آپ کے خیال کی تصدیق کی اور بیان کیا کہ شیخ ممدوح آپ ہی ہیں تو حضرت خواجہؒ بے حد خوش ہوے خدا کا شکر بجالائے اسواسطے کہ پہلے دل قبول کر چکا تھا اب آنکھوں نے بھی قبول کیا اور بڑے بھائی سے منظر ہوے کہ شیخ ممدوح کے وہ بھی مرید ہوجائیں چنانچہ ۳ ماہ

رجب المرجب ۷۳۷ھ ہجری میں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ اور آپ کے بھائی
سید چندا رحمۃ اللہ علیہما حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہٗ کے مرید
ہوئے۔ اسوقت حضرت کی عمر شریف ۱۶ سال کی تھی۔

تحصیل علوم ظاہری و باطنی | حضرت سید چندا قدس سرہٗ مرید ہونے کے بعد دنیوی کاروبار میں
مصروف ہوئے مگر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ اپنی پیر کی خدمت گذاری میں رہنے لگے
اور ہمیشہ آپ کے ساتھ ریاضت و ذکر و مراقبہ و تلقین وغیرہ میں شریک ہوتے اور علوم ظاہری
کے حاصل کرنے میں سعی بلیغ فرماتے تھے۔ ۱۶۔ سال کی عمر میں مولانا امام ہمام تاج الدین
بہادر قدس سرہ کے پاس ایک حصہ کافیہ کا پڑھ چکے تھے مگر جب آپ کے طرز تعلیم سے
سیری نہ ہوئی تو قاضی عبد المقتدر رحمۃ اللہ علیہ سے کافیہ و شرح کافیہ و کشاف کی تعلیم ختم
کی۔ ان کے علاوہ سید شرف الدین کیتھلی و دیگر بزرگواروں سے بھی تحصیل علم فرمائی۔ جب
حضرت کو شغل و اذکار کا شوق بہت ہوگیا اور گھر میں تکلیف ہونے لگی تو آپ شیر خان جہان
پناہ کے خطیرہ میں رہنے لگے۔ وہاں ایک حجرہ تھا۔ دس سال تک اُس حجرہ میں حضرت
موصوف اپنے اشغال میں مصروف رہے۔ اندنوں میں اپنے پیر کے ارشاد کے موافق
روزانہ حضرت قاضی عبد المقتدر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاکر تعلیم پاتے تھے اور اسکے
بعد حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین قدس سرہ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوتے تھے
کبھی کبھی اس اثنا میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ اگر حکم ہو تو جسقدر علم
ظاہری حاصل کیا ہے اسی پر اکتفا کر کے ہمہ تن علوم باطنی کی طرف مشغول ہوجاتا ہوں
مگر شیخ ممدوح ایک مدت تک آپ کو تحصیل علوم کی نصیحت فرماتے رہے اور جب حسب
فرمان شیخ ممدوح حضرت خواجہ صاحبؒ نے چند کتب لکھکر مشہور کیں تو حضرت شیخ الاسلام
ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس کے بعد سے علوم باطنی کے حاصل کرنے کی اجازت
دی۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ اسوقت [illegible] بالکل

مصروف ہوگئے۔ ہر روز مجاہدہ و ریاضت فرماتے۔ مکاشفات و تجلیات سے فایض ہوتے اور اپنے واقعات حضرت شیخ الاسلام سے عرض کرتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ سوا ۸ سال کا لڑکا ستر سال کی عمر میں مجھے اپنے پچھلے واقعات یاد دلارہا ہے یعنی تجلیات و کشوفات و حالات و مقامات حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کو سیر و سلوک میں اس کثرت سے مشاہدہ ہوتے تھے کہ حضرت شیخ الاسلام کو ان واقعات کے سننے سے اپنے سابقہ حالات و معاملات و مکاشفات یاد آنے لگتے۔ حضرت خواجہؒ پر حضرت شیخؒ بہت مہربانی فرماتے تھے۔ یہانتک کہ جب شیخ ممدوح کے کسی بزرگ معتقد کا وصال ہوا تو حضرت شیخ الاسلام ان کے سوم کے فاتحہ کے دن ان کی قبر پر تشریف لارہے تھے۔ زیارت سے فارغ ہونے کے بعد دریافت فرمایا کہ سید محمد حسینی کا مقام شغل و اذکار کونسا ہے۔ میں خود جاکر دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ لوگوں کو ہمراہ لیکر حظیرہ شیر خاں میں حضرت خواجہ صاحب کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے اور جب حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو ہوے تو کوئی چیز ہاتھ میں چاندی کی شکل سکہ کے تھی وہ نذر کرکے زبان مبارک سے آپ نے فرمایا کہ "این ردشش[1] ماست برائے سید محمد" اس روز سے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے اذکار میں اور بھی ترقی ہوگئی بیس سال کی عمر میں کشوفات و تجلیات و عکس نور ربوبیت حضرت خواجہؒ کے چہرۂ مبارک پر اہل کمال کو صاف نظر آنے لگا تھا اور بڑی محنت و ریاضت و مجاہدہ سے آپ نے اسکو حاصل کیا تھا۔ کل حضرات صوفیہ یک زبان ہوکر کہتے تھے کہ اس شخص کو جوانی میں ہی پیران واصل و عارفان کامل کا مقام حاصل ہوچکا ہے جسطرح کے حالات سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامی و حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہما و دیگر بزرگوں کے لکھے اور سنے گئے ہیں اسی قسم کے حضرت خواجہ صاحبؒ کے بھی حالات تھے۔ یاران معتبر و مریدان معتمد کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ ذکر حق میں ایسے محو ہوجاتے تھے۔ کہ آپ کو اکثر کھانے پینے کی بالکل پرواہ نہ ہوتی تھی دس بارہ بلکہ پندرہ

[1] ردشش بمعنی نذر۔

روز تک صوم دوام رکھتے تھے۔ ہرگز بھوک اور پیاس کی وجہ سے ضعف نہیں ہوتا تھا۔ باوجود اس کے آپ ہر روز ان دنوں میں بھی تحصیل علم کے لئے حضرت قاضی عبدالمقتدر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاتے اور اسکے بعد پیر و مرشد کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اگر سماع ہوتا تو سننے کے لئے وہاں بھی جاتے تھے حضرت خواجہؒ اکثر فرماتے تھے کہ جسوقت آپ کے مرشد نے آپکو پہلے پہل روزہ رکھایا اوس رات بعد تناول طعام ہنوز بہت کم رات باقی تھی کہ میرے دلمیں بیقراری پیدا ہوئی۔ جان نکلنے لگی۔ اسوقت میں نے بہت صبر کیا۔ دل میں درد اٹھکر ایک قے ہوی اور کوئی چیز گولی سی حلق سے میرے نکلکر گر پڑی۔ جب زمین پر گری تو جیسے گولی زمین پر گرتی ہے اسطرح کی آواز آئی۔ ہرچند میں نے اوسکو توڑنا چاہا مگر نہیں ٹوٹ سکی۔ الگ کرکے ایک طرف ڈالدیا۔ اس کے بعد سے میری اشتہا بالکل جاتی رہی۔ دھوپ کے ایام میں بھی مدامی روزے رکھے مگر کبھی ضعف نہیں ہوا حضرت خواجہ صاحبؒ کی والدۂ ماجدہ و نیز دیگر قرابتدار فرماتے تھے کہ ایام طفولیت سے حضرت شیخ الاسلام کے مرید ہونے کے زمانہ تک ایک شخص عالم غیب سے ہمیشہ حضرت خواجہؒ کے ہمراہ رہتا تھا اگر کسی قسم کا خطرہ خلاف شرع جو لازمہ بشریت ہے آپ کے دل میں گذرتا تو وہ اسکا مانع ہوتا تہا۔ بہت دنوں تک حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ پہاڑوں اور غاروں میں رہا کرتے تھے۔ اگر شہر میں آتے تو کسی کیطرف نظر نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے لوگ آپ کو دیوانہ سید کہتے تہے۔ اکثر ابدال و مردان غیب آپ سے ملاقات کرتے تہے ایک روز ایک شخص نے اثنائے راہ میں آپ سے ملکر دریافت کیا کہ آپ نے کون سے مقام تک رسائی کی ہے۔ خواجہ صاحب رح نے جواب دیا کہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضوری تک رسائی ہوچکی۔ وہاں سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں مگر رستہ نہیں ملتا۔

حضرت خواجہ خضرؑ سے ملاقات | ایک روز شیخ الاسلام شیخ نصیرالدین محمود اودہی قدس سرہ

کو ریاح سے قبض ہو کر درد شکم ہونے لگا۔ مولانا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضرت پیرومرشد نے فرمایا ہے کہ آپ اور مولانا علاء الدین دونوں ملکر خطیرہ شیخ الاسلام شیخ قطب الدین قدس سرہ کی زیارت کریں اور عرض حال کریں۔ حضرت خواجہؒ و مولانا علاء الدینؒ دونوں نے ملکر حضرت شیخ موصوف کی زیارت کی اور واپس ہوئے۔ چونکہ ان دونوں حضرات کی تفویض ایک ہی کام تھا اس لئے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں چاہا کہ خود توجہ کریں مگر ساتھ ہی اس کے اس بات کا بھی دل میں خیال تھا کہ اگر پیرومرشد استفسار حال کریں تو اُسوقت کیا جواب دیا جائے۔ غرضکہ مولانا علاء الدین کے ساتھ وہاں سے واپس ہوئے اور اپنے حجرہ میں جاکر مراقبہ فرمایا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پُرانا چھپر ہے اور خواجہ خضر علیہ السلام اس چھپر پر کھڑے ہوئے ہیں اور حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ سے فرماتے ہیں کہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کو میرا سلام کہیو۔ اس کے بعد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں آئے اور سارا ماجرا اپنے پیرومرشد سے بیان کیا کہ میں نے آپ کی صحت کی نسبت دریافت کرنے کی غرض سے مراقبہ کیا تو خواجہ خضر علیہ السلام نے مجھ کو فرمایا کہ میرا سلام آپ کو پہنچاؤ۔ حضرت شیخ الاسلام یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور بفضل خدا تھوڑے ہی دن میں آپ کو صحت کامل حاصل ہوگئی۔ (خواجہ خضر علیہ السلام کا پُرانے چھپر پر کھڑا رہنا اشارہ اس بات کا تھا کہ اب حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہ کی عمر شریف قریب الختم ہوچکی ہے اور سلام کہنا اشارہ تھا کہ آپ کو اس بیماری کی تکلیف سے صحت ہوگی۔)

وبا کا صدمہ | اس ماجرہ سے ایک سال بعد دہلی میں وبا پھیلی۔ اسوقت حضرت خواجہ صاحبؒ قدس سرہ کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو قے اور دست شروع ہوئے۔ ... سے آئے جسم سرد ہوگیا۔ اور ہچکی بندھ گئی۔ خانقاہ کے تمام یار و اصحاب و ارباب

درس میں چرچا ہونے لگا کہ سید محمد سلمہ اللہ تعالیٰ چند گنہوں کے مہمان ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہ نے مولانا صدر الدین طبیب اور مولٰنا علاء الدین رحمتہ اللہ علیہما کو حضرت کی عیادت کے لئے روانہ فرمایا۔ مولانا صدر الدین رح نے نبض دیکھی تو اس میں حرکت اور حرارت موجود پائی مگر حضرت کی حالت بہت ردی ہو چکی تھی۔ ان دونوں بزرگوں نے تمام دن وہیں بسر کیا بلکہ روزہ بھی وہین افطار فرمایا۔ شیخ الاسلام رح نے روغن خشت بھیجا تھا اسکو جو [illegible] پر ملا۔ اس مالش سے جسم میں حرارت پیدا ہوئی اور حالت روبصحت ہونے لگی۔ بالآخر جب کچھ صحت ہو گئی تو مولانا صدر الدین رح حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں [illegible] مزاج کی حالت بیان کرنے کی غرض سے گئے اور حضرت ممدوح نے جب استفسار فرمایا کہ سید محمد طال عمرہٗ کی کیا حالت ہے تو مولانا نے عرض کی کہ بفضل خدا اشمال حال ہے روغن خشت سے بہت فائدہ ہوا حضرت شیخ الاسلام نے مولانا صدر الدین رح کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے صدر الدین اور تھوڑا روغن خشت لیجا اور سید محمد کو کہدے کہ اس روغن [illegible] بادشاہ کے اور کسی کو نہیں آتا۔ وہ خود جب کھینچتا ہے تو میرے لیے بھی بھیج دیتا ہے۔ مولانا صدر الدین نے یہ سنکر کہا کہ بندہ زادے بھی اس روغن کو کھینچنا [illegible] شیخ ممدوح نے فرمایا کہ پھر کھینچکر کیوں نہیں دیتے۔ مولانا نے جواب دیا اس [illegible] نہیں کھینچتے کہ اسطرح عام طور پر روغن مذکور کی بے قدری ہو۔ شیخ ممدوح نے یہ سنکر علاء الدین سے فرمایا کہ تم سید محمد سے کہدو کہ تمہارے دوست اسطرح کے خود غرض ہیں۔ [illegible] یہ واقعہ ہوا تھا۔ اسی سال چہارشنبہ کی صبح کو ایک شخص حضرت شیخ الاسلام [illegible] حضرت خواجہ صاحب رح کی خیریت دریافت کرنے آیا۔ اندنوں حضرت [illegible] ہو چکی تھی اسلئے خود ہی شیخ ممدوح کی قدمبوسی کے لئے تشریف لے گئے [illegible] فرمائے تیسرا دن تھا۔ سوم کے فاتحہ کے لئے [illegible]

ابراہیم متوفی کی خانقاہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمتہ اللہ علیہ
وہاں پہنچے تو خواجہ بشیر خادم خانقاہ حاضر تھے جنہوں نے شیخ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت
کے حاضر ہونے کی اطلاع کی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرۃ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور اپنے
روبرو انہیں طلب کیا جب آپ کی نظر حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی تو بلند
آواز سے الحمدللہ فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا سر نیاز زمین پر رکھدیا
اور حسب ارشاد جب اپنے پیر و مرشد کے نزدیک جا بیٹھے تو شیخ الاسلام نے استفسار فرمایا کہ
اے سید تمہیں کیا تکلیف تھی۔ حضرت نے عرض کی کہ ہاتھ پیر شل ہو چکے تھے ضعف بے انتہا تھا
ہچکی شروع ہو چکی تھی شیخ الاسلام نے یہ سنکر افسوس کیا اور فرمایا کہ بیشک بہت نازک حالت تھی
خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کیا کہ تمہیں صحت ہوئی۔ اس موقع پر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ
نے اپنے واقعات پیر و مرشد کے حضور میں بیان کرنے کا قصد فرمایا اور استادہ ہوئے
مگر شیخ ممدوح نے فرمایا کہ آفتاب نکل چکا ہے مجھ کو اسوقت نماز اشراق ادا کرنا چاہئے
تم بھی جا کر ادا کرو اسکے بعد پھر آؤ اور بیان کرو۔ چنانچہ حضرت خواجہ مارحمتہ اللہ علیہ
باہر آئے اور شیخ ممدوح نماز اشراق میں مشغول ہوئے۔ اس اثناء میں میاں
قاضی عبد المقتدر و شیخ محمود درویش قدس سرہما و دیگر اصحاب پابوسی شیخ موصوف
کیلئے حاضر ہوئے۔ خواجہ بشیر نے جا کر اطلاع کی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سب کو بلالاؤ
مگر سید محمد کو کہو کہ وہ وہیں ٹھہرے رہیں۔ جب اصحاب موصوف قدمبوسی سے مشرف ہوکر
واپس ہونے لگے تو حضرت نے ان سے بیان کیا کہ سید محمد کی حالت بالکل ابتر ہو چکی
تھی خدا نے اپنا فضل کیا کہ وہ صحت یاب اور تندرست ہو گئے تم لوگ جاؤ۔ وہ باہر ہیں
انہیں میرے پاس بھیجدو۔ چنانچہ یہ لوگ باہر آئے اور قاضی عبد المقتدر نے
حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ سے کہا پیر و مرشد نے آپ کو اندر بلایا ہے۔ تشریف
لیجائیے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بالاخانہ پر جہاں حضرت شیخ الاسلام تشریف

رکھتے تھے گئے اور یہ عرض کی کہ اس حالت تکلیف میں میں نے دیکھا کہ چند لوگ آئے اور اپنے ساتھ کئی ایک پیراہن لائے جو ولایت ۔ نبوت ۔ رسالت ۔ اتحاد وغیرہ وغیرہ کے تھے یکے بعد دیگرے پہنائے اور میں ہر ایک کو پھینکتا اتارتا گیا ۔ جسوقت یہ واقعہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بیان کر رہے تھے تو حضرت شیخ الاسلام کا چہرہ مارے خوشی کے دمکنے لگا تھا شیخ ممدوح نے بہت خوش ہوکر اوس وقت شکر حق ادا کیا اور مولانا زین الدین کی طرف مخاطب ہوکر ان سے فرمایا کہ کندوری کے لئے فرمائشی حلوا تیار کرو جب مولانا اس کے اہتمام کے لئے وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ نے اپنا نہالچہ مبارک حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ اے سید محمد اس کا غلاف نکال لو اور لیجاؤ ۔

حضرت کی شادی ۔ چالیسویں سال میں حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت کی والدہ ماجدہ نے اپنے روبرو مولانا سید احمد بن جمال الدین حسینی مغربی قدس سرہ کی دختر بلند اختر بی بی رضا خاتون قدس سرہا کا عقد کروایا ۔ مغربی اس زمانہ کے جید عالم و فاضل تھے ۔ آپ کے فضایل بہت مشہور و معروف ہیں ۔ ایک وقت مولانا موصوف فرماتے تھے کہ میں سادات حسینی میں سے ہوں ۔ جب ہندوستان میں آیا اور یہاں پر سادات کی عزت جیسی کہ چاہیئے ویسی ہوتی ہوی نہ دیکھی تو شجرۂ نسب اپنا چھپا کر اپنے کو ملان کہنے لگا ۔ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کو دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں سیدہ صالحۂ مذکورہ سے ہوئیں ۔ شادی کے قبل جبکہ عمر شریف حضرت کی تیس سال سے متجاوز ہو چکی تھی اسوقت باجماع و اتفاق علماء و حکما مولانا علاء الدین الندیؒ نے ایک جاریہ خرید کر حضرت کی والدہ ماجدہ کی معرفت آپ کے سپرد کی تھی جس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سیر و سلوک سے پیشتر اگر مجھے عورتوں کی صحبت رہتی اور اولاد ہو جاتی تو میں کبھی اکتساب کمالات نہیں کر سکتا تھا ۔

سجادگی خلافت جب حضرت شیخ السلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلوی قدس سرہا

کے وصال شریف کے دن قریب آئے تو بعض اصحاب نے شیخ صاحب ممدوح سے عرض کی کہ بزرگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت چلی آئی ہے کہ اپنے اخیر دنوں میں اپنے عقیدت مندوں میں سے بعضوں کو اپنے باطنی اسرار و کشوفات کے مجاز کر دیتے ہیں اور ان سب میں سے ایک کو ممتاز کرتے ہیں تاکہ یہ طریقۂ قدیم مسدود نہو جائے۔ پس جناب کے عقیدت مندوں میں سے بعض صاحب کشف و کرامات بھی موجود ہیں۔ ان میں سے چند کو مجاز اور ایک کو ممتاز فرماویں تو طریقۂ خواجگان سے یہ امر خلاف نہو گا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ بہتر ہے ان سب کے ناموں کی ایک فہرست لکھکر لاؤ۔ کہتے ہیں کہ مولانا زین الدینؒ نے اس فہرست کو مرتب کر کے پیش کیا جس میں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کا اسم گرامی موجود نہیں تھا حضرت شیخ الاسلام نے جب اس فرد کو بغور ملاحظہ فرمایا اور اول سے آخر تک دیکھ چکے تو مولانا زین الدینؒ سے فرمایا کہ اس میں کیا اینٹ پتھر لکھ لائے ہو مکرر دیکھو اور درست کرو۔ مولانا ممدوح نے اس وقت اس فہرست میں سے بعض ناموں کو نکال کر ایک مختصر سی فہرست تیار کر کے حضرت شیخ الاسلام کے حضور میں پیش کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا زین الدینؒ ہی کو پڑھنے کے لئے فرمایا اونہوں نے فرد کو پڑھ کر سنایا۔ جب سب سن چکے تو حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سید محمدؒ کا نام کہاں ہے مولانا زین الدین کے پاس سے اُسوقت فرد کو لیکر خود اپنے قلم سے حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کا اسم مبارک فرد کے سر میں درج کیا اور پھر ایک کرسی بھی صاحب بنادی اسکے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بستر کے قریب بلایا اور فرمایا کہ میری خلافت قبول کرو اور دست بیعت دو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ دوسری مرتبہ شیخ ممدوح نے فرمایا کہ کیا تم نے یہ کام میرا مفوضہ قبول کیا تو اسوقت بھی حضرت موصوف خاموش رہے پھر جب تیسری مرتبہ آپ نے وہی فرمایا تو حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے باادب تمام اپنا ہاتھ بڑھادیا اور آپ کی خلافت و نیز دست بیعت دینے کو قبول کیا۔ بوجہ خلافت کے قبول کرنے کے اس پہول کو جو حضرت شیخ الاسلام اپنے

دست مبارک میں پکڑے ہوئے تھے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیا اور زبان مبارک سے الحمد للہ کہکر اپنے دونوں ہاتھ اپنے منھ پر پھیرے اور فرمایا کہ تم جیسے شخص سے ہی کچھ کام نکل سکتا ہے۔ کوئی شخص شاخ لگاتا ہے تو کسی امید پر لگاتا ہے۔ پس مجھے تم سے ہر طرح کی توقع ہے۔ غرضکہ اس واقعہ کا ذکر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ بارہا وعظ و تلقین کی مجالس میں فرمایا کرتے تھے۔

وصال مرشد اس واقعہ کے بعد جمعہ کی رات اٹھارویں ماہ رمضان المبارک ۷۵۷ھ میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلوی قدس سرہٗ نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن حضرت ممدوح کی عمر شریف اسوقت بیاسی سال کی تھی۔

شجرۂ خلافت۔ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی الحسنی گیسو دراز قدس سرہٗ خلیفہ تھے شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام شیخ نظام الدین محمد بدایونی کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر اجودہنی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونی کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام حاجی شریف زندنی کے جو خلیفہ تہے خواجہ احمد چشتی کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام خواجہ ناصح الدین کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام خواجہ ناصر الدین کے اور یہ خلیفہ تہے شیخ الاسلام ابو یوسف چشتی کے اور آپ خلیفہ تہے شیخ الاسلام خواجہ رکن الدین ابو محمد چشتی کے اور آپ کو خلافت شیخ الاسلام خواجہ ابو احمد ابدال چشتی سے تہی جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام خواجہ ابو ابراہیم اسحاق علوی دینوی کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام خواجہ امین الدین ابو ہبیرۃ البصری کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ سدید الدین حذیفۃ المرعشی کے جو خلیفہ تہے شیخ الاسلام سلطان ابراہیم ادہم البلخی

کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ فضیل ابن عیاض کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ ابو الفضل عبد الواحد ابن زید کے جو خلیفہ تھے شیخ الاسلام خواجہ حسن البصری کے جو خلیفہ تھے شیخ الشیوخ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے اور آپ کو خلافت طیبہ حضرت سراج المرسلین تاج الانبیاء حبیب رب العالمین سلطان صوفیان سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ اصحابہ وسلم سے حاصل تھی ۔

تکمیل ولایت ۔ نقل ہے کہ حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود دہلی قدس سرہ کے رحلت فرمانے کے بعد آپ کی ولایت چار شخصوں میں منقسم ہوئی ۔ ایک صوفی یعنی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ تھے ۔ دوسرے صندوق ساز ۔ تیسرے کلال اور چوتھی ایک عورت تھی ۔ اور جب ان تینوں آخر الذکر نے رحلت کی تو ہر ایک کی ولایت یکے بعد دیگرے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملتی گئی ۔ بالآخر کل ولایت آپ ہی کو ملگئی ۔

ارشاد و تلقین ۔ حضرت شیخ الاسلام کی سوم کی فاتحہ ہونے کے بعد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ سجادہ نشین اور مسند ولایت پر جلوہ فرما ہوئے اور لوگوں سے بیعت لینے اور طالبان حق کو تلقین و ارشاد فرمانے میں مشغول ہوئے ۔

وجہ ترک دہلی و ورود گلبرگہ ۔ نقل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو جب معلوم ہوا کہ دہلی میں عنقریب ایک ایسی آفت نازل ہونے والی ہے کہ جسکا دفع کرنا مشکل ہوگا تو تمام لوگوں کو علی الاعلان فرمادیا کہ اس شہر میں بہت جلد ایک بلا نازل ہوگی اکثر لوگ تلف ہوں گے بہت کم گھر باقی رہ جائینگے ۔ اس بلا سے بھاگو ۔ اگرچہ کہ حضرت کو یہ بات لوگوں پر ظاہر کرنا نہیں چاہیئے تھا ۔ مگر اس موقع پر آپ نے عام طور پر خاص و عام وضیع و شریف کو خبردار کر دیا تاکہ وہ کسی دوسرے شہر میں اقامت اختیار کریں اور اس بلا سے نجات پائیں ۔ غرضکہ ایسا ہی ہوا ۔ جو لوگ کہ آپ کے فرمانے پر عمل پیرا ہوئے اور دوسرے مقامات میں چلے گئے وہ تو سلامت رہے اور جو نہیں گئے وہ مغلوں کے ہاتھ نہایت درجہ خراب و تاراج ہو گئے پانچ روز تک امیر تیمور کی سپاہ نے دہلی میں قتل عام کیا ۔ بیشمار لوگ

تہ تیغ ہو گئے۔ اسوقت جبکہ مغل ایک دروازہ سے دہلی میں داخل ہوئے تو دوسرے
دروازہ سے ۷ ربیع الاول ۸۰۱ ہجری میں حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی
بیوی بچوں سمیت نکل کھڑے ہوئے اور سیدھے بہار میں پہنچے۔ وہاں ملک محمد سنی
افغان اور مولانا بہاء الدین دونوں مریدین حضرت موجود تھے انہوں نے قصبہ میں
مکانوں کو خالی کرا کے حضرت کو اتارا۔ حضرت نے وہاں چند روز اقامت فرمائی اور
مولانا بہاء الدین کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا تاکہ جو کوئی حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ
علیہ کا مرید ہونا چاہئے اسکو منجانب آپ کے مرید کرے اور وہاں سے ۶ ماہ ربیع الآخر
سنہ مذکور کو ایک فرمان بجانب علاء الدین گوالیری جو مرید صادق و تارک دنیا و
شاغل و عالم باعمل تھے اور تقریباً دس سال کے قبل دہلی میں حضرت کی صحبت بابرکت
میں رہکر ارشاد و تلقین سے بہرہ یاب ہو چکے تھے اور حسب الحکم حضرت خواجہ صاحب
رحمتہ اللہ علیہ گوالیار میں رہتے تھے تحریر فرمایا۔ اور اپنے آنے کی اطلاع کی اور
۲۰ ماہ مذکور کو بہار سے گوالیار کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک گنجان
بن تھا۔ اس بن میں بہت سے اہل ہنود جمع تھے اور قریب تھا کہ دہ کوئی ہنگامہ برپا
کریں۔ حضرت کے ہمراہی بہت تھوڑے تھے اور اکثر متقی و پرہیزگار اور کسی لڑائی
جھگڑے کے کام کے نہ تھے اس لئے انپر اہل ہنود کا خوف طاری ہوا۔ انہوں نے تسبیح
و تہلیل و تکبیر و تحمید شروع کی۔ اتنے میں دفعتہً ایک فوج سمت گوالیار سے نمودار
ہوئی۔ حضرت کے ہمراہی اسکو دیکھکر اور بھی ہراسان ہوئے اور خیال کیا کہ ہندوؤں
کی مدد کے لئے اور لوگ آرہے ہیں۔ جب فوج نزدیک آئی اور فوج کے لوگوں کی نگاہ
حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی تو ہر ایک شخص اپنے گھوڑے سے اترکر حضرت
خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے آگے سربسجود ہوا۔ حضرت کے ہمراہ مخدوم زادگان رضی اللہ
عنہم و سید ابو المعالی و مولانا محمد معلم و مولانا شیخو و سید تاج الدین و مولانا

محمد وغیرہ تھے۔ سبھوں نے پہچانا کہ مولانا علاءالدین گوالیری اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضرت
خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ یہ دیکھکر سب خوش ہوے
ہندو مقہور و مایوس واپس ہوگئے۔ بائیسویں ماہ مذکور کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ
علیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گوالیار میں تشریف لائے۔ مولانا نے اپنا مکان جو پہلے
ہی سے خالی کرادیا تہا آپ اس میں فروکش ہوے اور مولانا نے سب لوگوں کی اوس
روز بڑی دہوم سے دعوت کی۔ دوسرے دن ایک فرد جس میں اپنا اور اپنے فرزندوں وغیرہ کا
نام درج تہا حضرت کی خدمت میں پیش کرکے دست بستہ عرض کی کہ حضور کو ضرورت ہوگی
ہم خانہ زاد حاضر ہیں۔ ہمکو فروخت کرکے زربیع اپنے تصرف میں لائے۔ اور جسقدر بردے۔
گہوڑے۔ غلہ۔ روپیہ کتب وغیرہ گہر میں موجود تہے سب کچھ پیش کردیا۔ اور مصر ہوے کہ
یہ ساری نذر قبول ہو۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھہ نقدی۔ غلہ۔ گہوڑی اور کتب
قبول فرمایا اور مولانا مذکور کے حال پر بہت نوازش مبذول کی۔ بغل میں لیکر اپنا سینہ انکے
سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ تمہارے بچے گویا میرے بچے ہیں مولانا ابوالفتح فرزند مولانا
علاءالدین امیر تیمور کے حملہ کے دو سال قبل ہی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوچکے
تہے۔ یہاں تجدید بیعت کی۔ یہاں کے لوگ بہی حضرت کو وہیں اقامت فرمانے کے لئے
مصر ہوے مگر حضرت نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوچکا ہے کہ یہاں پر کوئی آفت آسمانی نازل ہونے
والی ہے تم لوگ خود ہی یہاں سے چلے جاؤ تو اچہا ہے اور مجھے مت روکو۔ چنانچہ ایسا ہی
ہوا۔ کافروں نے گوالیار پر اپنا قبضہ کرلیا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ سترہویں
ماہ جمادی الاخر سنہ مذکور میں گوالیار سے بہاندیر کی طرف روانہ ہوے اور اسی روز
مولانا علاءالدین کو جامۂ خلافت عطا فرمایا۔ اور مولانا حمیدالدین مفتی دہلی جو حضرت
خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تہے۔ اور اسوقت وہاں موجود تہے اُن سے
پروانۂ خلافت لکھوایا۔ مولانائے موصوف نے اسوقت عرض کی کہ ابتک حضرت نے

کسیکو خلافت نہیں دی۔ ہنوز صاحبزادوں کو بھی اجازت نہیں عطا ہوئی ہے۔ پھر مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت کیوں دیجاتی ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اے مولانا حمید کیا میں اپنے اختیار سے انہیں خلافت دیتا ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مولانا علاء الدین کو خلافت دوں۔ اگر میں اپنے اختیار سے دیتا تو پہلے اپنے فرزند کو خلافت دیتا۔ مولانا حمید نے جب پروانہ لکھکر تیار کیا تو حضرت خواجہؒ نے اسپر اپنے دستخط ثبت فرماکر مولانا علاء الدین کے حوالہ کیا اور وہاں سے نکلکر بہاندیر آئے۔

بہاندیر میں وہاں کے عامل نے جن کا نام مظفر خاں تھا حضرت کا استقبال کیا۔ یہاں مولانا ذوالقرنین نام ایک دانشمند بزرگ رہتے تھے شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ بھی ایک مرید تھے اُن کے سب فرزند اور وہاں کے بہت سے دیگر لوگوں نے حضرت قبلہ سے بیعت کی۔ حضرت قبلہ بہاندیر میں چندے قیام فرماکے ایرچہ میں تشریف لے گئے۔ یہاں پر بہت سے لوگ جنمیں شہزادے۔ علما۔ مشائخ وغیرہ بھی تھے حضرت کے استقبال کے لئے آئے اور حضرت کو لے گئے۔ وہاں سید اکرام سید مہمان۔ مولانا امیر الدین۔ قاضی برہان الدین۔ سید احسن اور اور بہت سے لوگ حضرت خواجہ صاحبؒ کے مرید ہوے اور خوندمیر سلیمان خاں پسر شیخ الاسلام ایرچہ بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ حضرت کے ارادتمندوں میں شریک ہوے حضرت خواجہؒ وہاں بھی چند دن قیام فرماکر وہاں سے چھترہ گئے۔ یہاں بھی بہت سے لوگ حضرت کے مرید ہوئے جنمیں قاضی اسحاق۔ محمد رکن مفتی چھترہ اور ان کے بھائی قاضی سلیمان اور ان کے بھی بھائی۔ قاضی القضاۃ۔ قاضی منہاج مدرس اور وہاں کے حاکم کے فرزند بھی شریک تھے۔ وہاں سے حضرت چندیری گئے۔ وہاں حضرت شیخ نصیر الدین پسر حضرت خواجہ یعقوب چندیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپکا استقبال فرمایا اور اپنے مکان میں ٹھرایا۔ وہاں بھی بہت آدمی آپ کے مرید ہوے۔ وہاں سے روانہ

ہوکر آپ بڑودہ گئے ۸۰۱ھ ہجری کی شب عید الفطر میں آپ بڑودہ پہنچے ۔ وہاں آدم خاں اور ان کے بیٹے اور دیگر لوگوں نے حضرت کی بڑی خاطر کی ۔ ظفر خاں اور تتار خاں نے حضرت کی خدمت میں عرضداشت معہ اخراجات بھیجدی ۔ حضرت وہاں چند دن مقام فرما کر ماہ ذیقعدہ میں کبایت گئے ۔ ظفر خاں ۔ پانچ سات کوس تک حضرت کے ہمراہ گیا ۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چند روز علاقہ گجرات میں رہے اور بعدہ بڑودہ میں واپس تشریف لاکر وہاں سے سلطان پور ہوتے ہوے دولت آباد تشریف لے گئے دولت آباد میں اپنے والد ماجد کی زیارت کی ۔ زیارت سے فارغ ہوکر دولت آباد (دیوگیر) میں اقامت فرما تھے اسوقت وہاں کا طرفدار حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا ۔ اور سلطان فیروز بہمنی بادشاہ گلبرگہ کا پیام لایا کہ بادشاہ فیروز بہمنی آپکی قدمبوسی کا عرصہ سے مشتاق ہے آپ کی تشریف آوری باعث فتوح وبرکت سمجھتا ہے چونکہ اب وہ کفار پر فوج کشی کے لئے گیا ہوا ہے اس لئے حاضر خدمت نہو سکا ۔ یہ سنکر حضرت خواجہ رح نے گلبرگہ آنے کا قصد فرمایا ۔ سلطان فیروز نے جب یہ خبر سنی تو بیحد خوش ہوا اور لشکرگاہ سے آکر اثنائے راہ میں حضرت سے ملا اور قدمبوسی سے مشرف ہوا ۔ اور اسکے بعد عرض کی کہ شہر گلبرگہ میں چلکر سکونت اختیار فرمائے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسوقت مراقبہ کیا اور تہوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیری گذارش قبول کروں مگر مجبوری یہ ہے کہ عمر تیری بہت کم رہ گئی ہے پس اگر میں گلبرگہ میں رہوں اور تو ہی نہو تو مجھے کیا آرام ملیگا ۔ یہ سنکر سلطان فیروز کے منھ سے بے ساختہ نکلا کہ اگر میری عمر بہت کم باقی ہے تو حضرت چاہیں تو خدا سے دعا فرماکے عمر میں ترقی دلا سکتے ہیں ۔ جب بادشاہ نے یہ کہا تو حضرت نے فرمایا بہتر ہے آج رات میں مشیت ایزدی معلوم کرلیتا ہوں ۔ کل آکے جواب دونگا سلطان وہاں سے اسوقت روانہ ہوا اور دوسرے دن صبح میں پھر حاضر خدمت ہوا اور پابوس ہوکر

حضرت کے آگے مودب بیٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد کیفیت شب دریافت کی۔ حضرت نے
فرمایا کہ میں نے رات میں تیری زیادتی عمر کے لئے دعا کی۔ میری دعا مستجاب ہوئی
تیری عمر میں حق تعالیٰ نے ۲۰ سال کا اضافہ کیا۔ میری زندگی کے لگ بھگ تو بھی
زندہ رہیگا۔ سلطان نے جب یہ مژدہ سنا تو پھر حضرت کا قدمبوس ہوا اور عرض کیا کہ
اب تو شہر کی طرف قدم رنجہ فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا بہتر۔ تم آگے چلو میں بھی آتا ہوں
پس وہاں سے پرگنہ ہمگل میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پہونچے۔ وہاں سے
بیڑ میں تشریف لائے۔ وہاں حضرت شیخ صلاح عرف بابا کوچک رہتے تھے اون سے
ملاقات کی۔ اس کے بعد الند پہنچکر حضرت لاڈلے مشائخ صاحب انصاری رحمۃ اللہ علیہ
کی زیارت فرمائی اور وہاں سے حسن آباد گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حسن آباد سے
ایک کوس پر راہ میں پلاپور ایک مقام تھا۔ اس جگہ میاں رکن الدین تارک رحمۃ اللہ
علیہ مجذوب رہتے تھے۔ جب اس مقام پر پہونچے تو مجذوب موصوف کی خدمت میں کر دو جیتل[1]
پیش کئے اور دو گھنٹے تک وہاں کھڑے رہے بعد دو گھنٹوں کے مجذوب موصوف نے
جیتل مذکور قبول فرماکر شہر میں جانے کی اجازت دی۔ جب شہر میں داخل ہونے لگے تو شہر
پناہ کے قریب رجابی ایک صالحہ کا مقبرہ تھا وہاں کی زیارت کرکے ایک جیتل قبر کے نزدیک
رکھکر فاتحہ پڑھی اور آگے بڑھے اور وہاں سے روضۂ منورہ حضرت شیخ سراج الدین جنیدی
قدس سرہ میں جاکر اپنی امانی نعمت حاصل کرنے کے بعد اس مکان میں جو اب خانقاہ کہلاتا
ہے اور جسکو بادشاہ نے آپ کے قیام کے لئے تجویز کر رکھا تھا مقام فرمایا۔ اور بائیس سال تک
گلبرگہ ہی میں سکونت پذیر رہے ؎

	در کشف و کرامات را گشودند		دو سال و بست در گلبرگہ بودند

[1] جیتل ایک پیسہ کا نام ہے جو وزن میں سوا دو تولہ ہوتا تھا۔ یہاں درگاہوں میں اب تک جیتل نذر کرنیکا رواج ہے اور وہ تقریباً دو ماشہ چاندی یا سونے کا ہوتا ہے۔

سلطان فیروز بہمنی سے ناراضگی۔ نقل ہے کہ جسوقت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ میں تشریف لائے اُسوقت سلطان فیروز گلبرگہ میں نہیں تھا مہم پر گیا ہوا تھا اور وہاں سے حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے فرزند حسن شاہ اور روز بہ خواجہ جہاں اور مولانا حسن کو آپ کی خدمت میں بدیں التماس روانہ کیا کہ مَیں کفار سے جنگ کر رہا ہوں اور اسوقت محاصرہ پر ہوں۔ اگر حضرت کی قدمبوسی کے لئے آؤنگا تو کفار کی یورش کا اندیشہ ہے۔ اہل اسلام کی ہمدردی مجھہ سے بہی بڑھکر جناب کو ہے پس زیادہ کیا عرض کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایطرح حضرت کی خدمت میں عرض کی آپنے جب سب کیفیت سنی توجواب دیا کہ تم بادشاہ سے کہدو کہ حقتعالیٰ نے اس ملک کو میرے حوالہ کردیا ہے۔ جب تک کہ بادشاہ مجھسے بہ اخلاص پیش آئیگا۔ اُسوقت تک یہ ملک اُس کے قبضۂ تصرف میں رہیگا۔ اور پیام آور دل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اگر تم لوگ بہی مجھہ سے موافق رہوگے تو تم کو بہی ملک سے جانے نہ دونگا۔ غرضکہ ان لوگوں نے وہاں سے واپس ہوکر جو کچھہ حضرت نے ارشاد فرمایا من وعن بادشاہ سے عرض کردیا۔ سلطان فیروز نے اسی بموجب حضرت کی خدمت گذاری میں مدت تک کوتاہی نہیں کی مگر اخیر میں بعض خطائیں اس سے سرزد ہوئیں اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عتاب میں پڑا۔ اور سلطنت اس کے بہائی پر منتقل ہوئی جسکے بعض وجوہ ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

اسباب ناراضگی۔ ا نقل ہے کہ میاں کلمۃ اللہ عرف کتو میاں رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے نواسہ بی بی بتول قدس سرہا صاحبزادی دوم کے فرزند تہے۔ حضرت کو آپ سے محبت خاص تہی۔ ہمیشہ اپنا گال دیا کرتے اور فرماتے تہے کہ یہ شہید ہوں گے۔ آپ اکثر بادشاہ کے ہاں راگ سننے کے لئے پوشیدہ جاتے تہے۔ یہ امر بادشاہ کے ناگوار خاطر ہوا اور اُس نے آپ کو مروا ڈالا۔ حضرت خود اپنی زبان سے فرماتے تہے کہ بادشاہ نے مروا ڈالا جب ان کے مارے جانے کی خبر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کو پہنچی تو خود بنفس نفیس

آپ کی نعش کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا دست مبارک مقام ضرب پر پھیرا تو کتو میاں رحمۃ اللہ علیہ فوراً اٹھہ بیٹھے۔ حضرت نے سب حال ان سے معلوم کر لینے کے بعد ان کو پھر لٹا دیا تاکہ شرع میں کوئی رخنہ نہ پڑے۔ اس کے بعد ان کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا اور سلطان فیروز کو کہلا بھیجا کہ تھوڑی سی زمین ہمارے لئے دے۔ سلطان نے استفسار کیا کہ جس قصبہ کی خواہش ہو مطلع کیا جاؤں فوراً نذر کر دیا جائیگا۔ حضرت نے کہلا بھیجا کہ مجھے قصبہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف تھوڑی سی جائے شاہی قبرستان میں ہمارے قبروں کے لئے دی جائے۔ پس اسی وقت سلطان نے فرمان لکھکر بھیجدیا۔ دوسرے روز کتو میاں کو وہاں دفن کیا۔ چند دنوں کے بعد جب حضرت رضا خاتون قدس سرہا جو حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی بی بی تہیں رحلت فرمائی تو ان کو بھی وہیں دفن کیا گیا۔

تبدیل مقام سکونت۔ نقل ہے کہ جب فیروز شاہ نے اپنے بیٹے حسن خاں کو ولی عہد کیا اور حضرت کی خدمت میں اس کے حق میں دعائے خیر کرنے کے لئے عرض رسا ہوا تو آپ نے اس کو صاف جواب دیدیا کہ خداتعالی نے تاج شاہی تیرے بعد تیرے بھائی احمد خان خانخاناں کی قسمت میں رکھا ہے اس لئے اوروں کے واسطے کوشش کرنی بے سود ہے۔ بادشاہ یہ جملہ سنکر رنجیدہ ہوا اور محلسرائے میں آنے کے بعد کہلا بھیجا کہ خانقاہ آپ کی قلعہ سے بہت نزدیک ہے۔ خانقاہ میں آدمیوں کا ہجوم کثرت سے اور شور و غل بہت رہتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ شہر سے باہر اقامت فرمائیں۔ چنانچہ اسی بنا پر آپ خانقاہ سے اٹھکر اس جگہہ اقامت گزین ہوے۔ جہاں اسوقت آپ کی درگاہ شریف ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز علی الصباح حسب وصیت حضرت شیخ الاسلام شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ آپ بجانب شرق اقامت کی	مدیا گردکا واقعہ اور تعمیر قصر سکونت

جگہہ تجویز کرنے کی غرض سے دست مبارک میں عصا لیکر چہل قدمی فرماتے ہوئے اُس مقام پر
پہنچے جہاں درگاہ شریف ہے۔ یہ جگہہ حضرت کو بہت پسند آئی۔ یہاں پر ان دنوں سدیا
نامی اہل ہنود کا ایک کامل گرد رہتا تھا جسکو اعلیٰ درجہ کا استدراج حاصل تھا۔ جب اسکی
نگاہ حضرت پر پڑی تو اپنی قوت استدراج سے دریافت کرکے حضرت سے بیان کیا کہ
مجھے آپ کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ نظر آرہا ہے۔ حضرت نے جواب دیا بے شک میرا
دل تو صاف مثل آئینہ کے ہی مگر یہ نقطہ تیرے کفر کی سیاہی ہے جو تجھکو نظر آرہی ہے اس جواب
سے خفیف ہوکر اپنے اظہار کمال کی غرض سے وہ کبوتر بنکر فلک سیر ہوا اور ہبرون بہشت
کے انار توڑ کر لانے کی کوشش کر رہا تھا اتنے میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے
بھی جو باز بنکر اس کے تعاقب میں پرواز فرمائی تھی وہاں پہنچے کبوتر باز کو دیکھتے ہی سہم
گیا اور لوٹ آیا مگر حضرت انار بہشتی لیکر اس کے واپس پہنچنے کے قبل ہی اپنی جگہہ پر
آکر بیٹھ گئے۔ جب وہ آیا تو قدرے ساکت رہا اور اس کے بعد اسطرح حضرت سے بیان
کیا کہ میں نے جنت تک پرواز کیا تھا اور آپ کو لا دینے کے لئے بہشتی انار توڑنا چاہتا
تھا دفعتاً ایک باز نمودار ہوا جس کے دیکھتے ہی مجھپر ہیبت طاری ہوئی اور حواس
باختہ ہوکر بے نیل مرام واپس ہوگیا۔ حضرت جب اس کا یہ سب بیان سن چکے تو
انار جو آپ لائے تھے اسکو دکھایا اور پوچھا وہ انار یہی تو نہیں۔ سدیا ان کو دیکھکر
بہت متحیر ہوا اور حضرت کا قدمبوس ہوکر عرض کیا کہ آفتاب کے مقابلہ میں چراغ کو کیا فروغ
ہو سکتا ہے یہ جگہہ آپ ہی کو مبارک رہے میں خود یہاں سے چلا جاتا ہوں کہتا ہوا وہاں سے
نکلکر گسنور کے پہاڑوں میں چلا گیا اور جاتے وقت اوس نے درخواست کی تھی کہ اس
عقیدت مند کو فراموش نہ فرمائیے۔ چنانچہ اب تک عرس شریف کے روز مزار مبارک
کے باسی پھول اور شب کا بچا ہوا تیل اُس کے دیول کو بھیجا جاتا ہے یہ جاری آکر بیجا یا
کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد سے حضرت یہیں اقامت فرما ہوے سلطان

احمد بہمنی برادر فیروز شاہ نے جو حضرت کا بہت معتقد تھا اپنے بھائی سے درخواست کرکے مخفی طور پر روپیہ بھجوا کر ایک رفیع الشان مکان وہاں تیار کرادیا اور حضرت اس میں رہنے لگے ۔ چنانچہ یہ مکان تاحال موجود ہے ۔

بادشاہ کو شکست | نقل ہے کہ بادشاہ کی عادت تھی کہ حضرت کی قدمبوسی کے لیئے ان دو وقتوں میں حضور آتا ۔ ایک تو لشکر کے ہمراہ ملک سے باہر جانے کے وقت اور دوسرا مہم سے واپس آنے کے وقت ۔ ایک روز سلطان فیروز بہمنی نے کسی مہم پر جاتے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا و استمداد کی درخواست کی اور وہاں سے واپس ہو کر حضرت جلال متوکل رحمتہ اللہ علیہ جو ایک درویش یہاں رہتے تھے ان کے پاس گیا ۔ اور ان سے بھی دعائے نصرت و فتح کا خواہاں ہوا ۔ جب حضرت خواجہ قدس سرہ کو یہ کیفیت پہنچی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا الحمد للہ کہ بار میری گردن سے اتر گیا ۔ اس کیفیت کی اطلاع بادشاہ کو بھی ہوئی تو اس نے سنتے ہی خواص کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ میرا بار حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ پر ہی ہے ۔ کیونکہ میں جب حاضر خدمت ہو کر وہاں سے واپس ہونے لگا جلال متوکل رحمتہ اللہ علیہ کا مکان رستہ ہی میں تھا اس لیئے اُن سے بھی ملاقات کرلی ۔ کہتے ہیں کہ حضرت نے اُسوقت صاف طور پر فرمایا کہ اب اگر بادشاہ خود فوج کشی کریگا تو ہرگز اسکو کامیابی نہوگی ۔ البتہ اس کے بھائی احمد خاں خانخاناں کو سردار لشکر بنا کر بھیجے تو ضرور فتح ہوگی ۔ مگر بادشاہ نے حضرت کی بات نہ مانی اور خود فوج لیکر کفار پہ چڑھائی کی ۔ شروع میں مسلمانوں کو فتح ہوئی ۔ بادشاہ نے اسوقت چند غلام و اسپ و گاؤ و تحائف وغیرہ حضرت کی خدمت میں بھیجے حضرت نے اس کو دیکھکر فرمایا کہ واپس لیجاؤ ۔ بادشاہ کا جی جسکو چاہے اُسے دیدیوے مجھے ضرورت نہیں ابھی کیا ہوا ہے کام آگے ہے ۔ غرضکہ حضرت نے بادشاہ کے تحائف پھیر دئے ۔ قبل ازیں بادشاہ نے قلعہ پانگل کے تسخیر کا ارادہ کیا اور اپنی بے شمار فوج لیکر اسکا محاصرہ کیا

مگر آفات سماوی بادشاہی افواج پر ایسی نازل ہوئیں کہ بہت لوگ مرگئے اور بہت سے بھاگ گئے۔ ہنود اس موقع کو غنیمت جانکر یکبارگی حملہ آور ہوے بادشاہ کی فوج پسپا ہو کر فرار ہوئی۔ فیروز شاہ بھی بے نیل مرام شکست کھا کر واپس آیا۔

سلطان فیروز کو حضرت کی بد دعا اور احمد خان خانخانان کی تخت نشینی

نقل ہے کہ ایک طالب علم خوش آواز کسی جگہہ سے شہر گلبرگہ میں آیا تہا۔ سلطان کو اس کی خبر لگی۔ اُس نے حکم دیدیا کہ جمعہ کے دن فلان شخص سے جو نیا آیا ہوا ہے خطبہ پڑھایا جاوے۔ غرضکہ اس جمعہ کو اسی طالب علم نے خطبہ پڑھا اور بادشاہ نے اُس کی قرارت کو بہت پسند کیا اور خوش ہو کر اسے انعام سے سرفراز کیا۔ جو خطیب کہ ہمیشہ سے خطبہ پڑھتا تہا اُس نے خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے اپنی خدمت سے باز رکھا ہے۔ حضرت کو اُس قدیم خطیب کی حالت پر رحم آیا۔ آپنے سلطان فیروز کے نام شقہ لکھا کہ قدیم خطیب سے ہی گو کہ وہ خوش آواز نہیں ہے خطبہ پڑہائے کیونکہ خطابت فضیلت کا کام ہے۔ اس میں صرف خوش آوازی مکتفی نہیں ہو سکتی بادشاہ نے اس شقہ پر کوئی التفات نہیں کیا۔ دوسری جمعہ کو پھر اسی خوش آواز طالب علم سے خطبہ پڑھایا اور قدیم خطیب کو موقوف کردیا۔ خطیب موقوف شدہ نے پہر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خیر کچھہ مضائقہ نہیں۔ اُس نے تجہکو خطابت سے معزول کیا اور ہم نے اسکا نام خطبہ ہی سے نکال دیا۔ اور اسیطرح بادشاہت سے بہی اسکو علیحدہ کیا اور سلطنت سلطان احمد کو دیدی۔ یہ خبر سلطان فیروز کو پہنچی۔ اس کے مشیروں نے اس کو صلاح دی کہ احمد خان خانخانان ہمیشہ حضرت کی خدمت گزاری کرتا ہے اور انہی کی صحبت میں رہتا ہے اسی وجہ سے حضرت اسکو چاہتے ہیں اور اس کی نسبت اسطرح فرماتے ہیں اسلئے بہتر تو یہی ہے کہ احمد خان کو جو تخت سلطنت کا دعویدار ہے قلعہ میں قید کریں اور وہیں اسکو مروا ڈالا جائے۔

سلطان فیروز نے اس مشورہ کو منظور کیا۔ ناگاہ یہ کیفیت احمد خاں کو بھی معلوم ہوئی۔ وہ ہراساں ہو کر اُسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب واقعہ بیان کر کے استمداد کا خواہاں ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ درست۔ تو بلکہ تیرا بیٹا دونوں ضرور بادشاہ ہو نگے یہ فرما کر اپنا عمامہ اتار کر اس کے دو حصے کئے ایک حصہ باپ کو اور ایک حصہ اوس کے بیٹے کو جو اوس کے ہمراہ تہا دیا۔ وہ دونوں حسب الحکم عمامہ باندہ کر حضرت کی اجازت سے بسمت ہمناباد فرار ہو گئے اور وہاں فوج فراہم کر کے دیہات و قصبات پر اپنا قبضہ کرنا شروع کیا۔ جب بادشاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو ان کے مقابلہ کے لئے شاہی فوج روانہ کی گئی۔ احمد خاں نے اس فوج کو شکست دی جب سلطان فیروز کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی سلطنت احمد خاں کے تفویض کر دینا چاہا۔ ارکان دولت نے عرض کی کہ جہاں پناہ سے احمد خاں کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ سلطانی فوج وخزانہ بیشمار ہے کبھی اسکو اس حالت میں فتح نصیب نہیں ہو سکتی۔ پھر کیوں بلا مقابلہ احمد خاں کو سلطنت دینے کا ارادہ فرما لیا گیا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ آج شب میں میں نے خواب میں دیکہا کہ میرا گذر ایک مجلس میں ہوا جسکے صدر انجمن حضرت رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس مجلس میں آنحضرت کے یاروں اصحاب وحضرت غوث الاعظم اور حضرت مخدوم سراج الدین جنیدی وقطب الاولیا حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہم موجود ہیں۔ میں اس مجلس میں مودبانہ کہڑا تہا حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ مجہہ سے ناراض ہو کر نور ایمان سے مجہے بے بہرہ فرمانے آمادہ ہتے۔ ایسے میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجہہ سے فرمایا کہ اے فیروز کیا تو سلطنت چاہتا ہے یا میرا دین۔ میں نے عرض کیا کہ دین محمدی مجہے قبول ہے سلطنت دوروزہ کی مجہے پرواہ نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ شاہی ترک کر اور میرے دین پر قائم جا چنانچہ میں نے آنحضرت صلعم سے اس امر کا اقرار کر لیا ہے۔ پس اب پہر بادشاہی کسطرح

کر سکتا ہوں۔ اس لئے برادر احمد کو طلب کرتا ہوں۔ یہ کہکر ایک بزرگ کو جو نہایت متدین اور معتبر مشہور رہتے احمد خاں کے پاس بھیجکر اس کو اپنے پاس بلایا اور جب احمد خاں آیا تو بادشاہ فیروز تخت سلطنت اسکے تفویض کرکے آپ خانہ نشین ہوگیا۔ احمد خاں بھائی کی جگہ پر بادشاہت کرنے لگا۔ جس وقت احمد خاں تخت نشین ہوا تو حسب دستور سلاطین سابقہ تخت پر بیٹھنے کے قبل روضہ قطب الاقطاب مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ میں آکر یہاں خواجہ شیخ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ سے پارچہ ۳ عدد یعنی پیراہن و دستار و کمر بند حاصل کرکے حضرت قطب الاولیا بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا اور ایک لاکھ روپیہ کی جاگیر حضرت کے مصارف خانقاہ وغیرہ کے لئے وقف کردی جو ابتک جاری ہے۔ تواریخ میں مذکور ہے کہ سلطان احمد شاہ بخلاف سابق سلاطین بہمنیہ حضرت شیخ سراج الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے روگرداں ہوکر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کا مرید ہونا چاہا مگر حضرت نے فرمایا کہ یہاں تیری قسمت میں مرید ہونا نہیں لکھا ہے۔ پس وہ بعد میں حضرت نعمت اللہ شاہ ولیؒ کا مرید ہوا۔ مگر شاہ صاحب کا مرید ہونے کے بعد بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نسبت اسکا جو حسن ظن تھا وہ علی حالہ رہا۔

خیال سید محمود واعظ بابت خواجہ صاحب قدس سرہٗ

نقل ہے کہ ایک روز سید محمود واعظ جو ایک کامل بزرگ تھے سلطان احمد شاہ بہمنی سے ملنے گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ نے تو حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کو بھی دیکھا ہے۔ ان کو کیسا پایا۔ سید محمود نے کہا کہ وہ مرد باغباں ہے۔ بعدہٗ بادشاہ نے خواجہ ما رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی دریافت کیا تو سید محمود نے جواب دیا کہ وہ عشق الہی کا ایک درخت ہے جسکی جڑیں زمین میں جاچکی ہیں اور شاخیں آسمان تک ملی ہوئی ہیں۔ جو کوئی آتا ہے وہ اس درخت کے سایہ میں بیٹھتا ہے اور اس کا پھل کھاتا ہے اور بہت کچھ تمہیدیں اٹھاتا ہیں۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کو اگرچہ یہ بات

خوش نہ آئی لیکن چونکہ اعتقاد اس کا اپنے پیر سے بھی زیادہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رح
تہا۔ لہذا خاموش رہ گیا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ سنکر سلطان احمد شاہ بہمنی بہت رنجیدہ
ہوا اور سید محمود واعظ کو جلاوطن کیا۔ واعظ موصوف نے شہزادہ سے کہا کہ خیر ایک ماہ
کے بعد مجھے بلالینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک ماہ کے بعد سلطان مرگیا۔ اس کا بیٹا سلطان
علاء الدین ثانی بہمنی تخت نشین ہوا تو سید محمود واعظ کو پہر واپس بلالیا۔ جب سوار شہر
کے قریب پہنچی تو خود پیشوائی کے لئے جاکر اون کی پالکی کا ڈنڈا اپنے کندہے پر لے کر آیا۔

کشف وکرامات۔ نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ جب اپنی والدہ ماجدہ
رحمتہ اللہ علیہا کے بطن مبارک میں تہے اسوقت سے ہی آپ کے کرامات ظاہر ہونے
لگے۔ حضرت خود فرماتے تہے کہ ہنوز میں اپنی والدہ کے بطن مبارک میں تہا کہ میری بڑی ہمشیرہ کا انتقال
ہوگیا والدہ کو اس لڑکی سے بڑی الفت تہی۔ اُس کے مرنیکا انہیں بہت رنج وقلق ہوا۔ شدت غم میں بیقرار ہوکر
رونے اور زور زور سے اپنا پیٹ پیٹنے اور سب مجھے کوسنے لگیں۔ اسکو میں محسوس کرتا تہا اور بہت ناخوش ہوتا تہا
بلکہ جی میں آتا تہا کہ کہدوں کہ اے اماں کیا تم نے خالق کو فراموش کردیا۔ مگر خاموش
رہا کہ مبادا کوئی فتنہ قائم ہوجائے۔ چنانچہ بعد میری ولادت کے والدہ کے دو ستھڑ کے نشان
اسوقت تک میرے جسم پر نمایاں تہے۔ جسکو سب لوگوں نے دیکھا۔ اور حضرت یہی فرمایا کرتے
تہے کہ گو اب میری ضعیفی کا عالم ہے مگر بچپن کے کل واقعات ابتک مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے خواجہ احمد وبیر وقاضی
راجہ رحمتہ اللہ علیہما نے استفسار کیا کہ حضرت کا لقب صدر الدین ہونیکا سبب کیا ہے
حضرت نے فرمایا کہ ایک روز حضرت پیرومرشد شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود دہلوی قدس
سرہ سے آپ کے چند مریدان کامل وعالم وعامل وصادق نے عرض کی کہ سید محمد کو ہم سب
فوقیت دینے کی کیا وجہ ہے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کل علی الصباح
آؤ جواب دونگا۔ یہ لوگ دوسرے روز علی الصباح حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان سید کو

مراقبہ کرنیکا حکم دیا۔ سب لوگ مراقبہ میں گئے اور دیکھا کہ مرتبہ سید محمد رحمۃ اللہ تعالی کا اسقدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ سید محمد رحمۃ اللہ تعالی عرش کے کنگروں کے پاس منڈلاتے اور طواف کرتے ہیں۔ سب یہ حالت دیکھکر حیران اور ششدر رہے۔ حضرت شیخ الاسلام نے ان سے فرمایا کہ سید محمد کا مرتبہ اس سے بھی اعلیٰ ہے۔ اُن لوگوں نے اسکو بھی دیکھنے کا شوق ظاہر کیا آخر الامر کیا دیکھتے ہیں کہ عرش کے اوپر ایک پر تکلف محل ہے۔ اس کے شہ نشین میں ایک پر تکلف تخت پر ایک پر نور شکل موجود ہے اس تخت کے نیچے کل ارواح اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جمع ہیں۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس محفل میں تشریف فرما ہیں۔ ایسے میں ملائکہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید محمد حاضر ہے۔ ارشاد ہوا کہ بلاؤ۔ جب آپ داخل محفل ہوئے تو اس پر نور شکل کے ہاتھ پر آپ کو بیٹھنے کا حکم ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے عرض کی کہ یہ دین محمدی ہے۔ تمام ارواح اولیاء اللہ جبکہ اس کے تحت میں ہیں تو میں کسطرح مافوق رہوں۔ یہ سنکر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو متمکن فرمایا۔ اور ظاہر کیا کہ یہ میرا دین ہے اور تو صدر دین۔ اس کے بعد جملہ ارواح اولیاء اللہ نے استادہ ہو کر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے مصافحہ کیا۔ اور مرحبا کہا۔ جب مریدوں نے یہ حالت بچشم خود دیکھی تو آپ کے بڑے معتقد ہو گئے۔ اور اسوقت سے آپکا لقب زمین و آسمان پر صدرالدین مشہور ہو گیا۔

نقل ہے کہ پھر خواجہ احمد دبیر و قاضی راجہ رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت کا لقب گیسو دراز ہونیکا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں پہلے پہل اپنے پیر کے پاس حصول ارادت کے لئے گیا تھا تو اُسوقت حضرت شیخ الاسلام بالاخانہ پر تشریف فرما تھے۔ میں نیچے دیر تک منتظر کھڑا رہا بعد میں حضرت ممدوح نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سید محمد کو بلاؤ۔ خادم نے آکر دریافت کیا کہ سید محمد کون ہے۔ دو تین شخص جنکا نام سید محمد تھا

اور جو وہاں حاضر و منتظر تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے خادم سے کہا کہ میں ہوں خادم حیران ہوا کہ کس کو بلاکر لیجاؤں۔ اتنے میں میں نے بھی جواب دیا کیونکہ خاموش رہنے میں بے ادبی ہوتی تھی۔ غرضکہ خادم نے واپس جاکر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ دو تین شخص سید محمد نام والے حاضر ہیں۔ ان میں سے کس کی یاد ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سید محمد گیسو دراز کو بلا۔ چنانچہ خادم نے واپس آکر پوچھا کہ سید محمد گیسو دراز کون ہیں اور امتیاز کرکے مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ اسوقت سے میرا لقب گیسو دراز ہوگیا۔

مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی پالکی میں بیٹھکر کہیں جارہے تھے۔ پالکی کو مریدوں نے اپنے کندھے پر اٹھایا تھا جنمیں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی شریک تھے۔ گیسوئے مبارک آپ کے جو بہت دراز تھے پالکی کے ڈنڈے میں الجھگئے۔ اور ان میں سے خون نکلنے لگا۔ آپ نے اپنے پیر کے ادب کے لحاظ سے گیسو نہیں سلجھائے اور اسیطرح مسافت بعیدہ قطع کی۔ جب شیخ صاحب قدس سرہٗ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو آپ بہت محظوظ ہوئے اور حسن عقیدت و کمال ادب پر آپ کے آفرین کی اور یہ بیت زبان مبارک پر لائے ؎

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد ؛ واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

نقل ہے کہ ایک روز جب مولانا علاء الدین الندیؒ کو ان کے خالہ زاد بھائی حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہٗ کے پاس مرید کرنے کے لئے لے آئے تو حضرت موصوف نے ان کو مرید کرنے کے بعد فرمایا کہ اے ملک زادے تجھکو میری مصاحبت میں کوئی بات کہنے سننے کا موقع نہ ہوگا۔ مجھے فرصت بہت کم ہے۔ اپنے دوسرے مریدوں کے طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان میں سے کسی کی مصاحبت منظور کر۔ حضرت مولانا اندیشہ میں تھے کہ کیا جواب دوں۔ اتنے میں دوبارہ حضرت نے پوچھا کیا کسی کو انتخاب کیا۔ مولانا نے جواب دیا کہ ہاں ان سید صاحب کو جن کے گیسو دراز ہیں۔ کیونکہ اسوقت تک

مولانا موصوف حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے اسم شریف سے واقف نہ تھے ۔ حضرت کے گیسو بہت دراز تھے اور زانو تک پہنچتے تھے ۔ اسوقت حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے پکار کر فرمایا کہ اے سید محمد گیسو دراز آؤ ملک زادہ کو اپنی صحبت میں رکھو اور جو کچھ کہ میں نے تمہیں تلقین کی ہے وہ ان کو بھی بتلاؤ اس وقت سے مولانا علاء الدین و حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ دونوں کی یک جائی رہی ۔ بہت اتحاد تھا ۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ مشفقہ مولانا علاء الدین قدس سرہ کو فرزند پکارتی تھیں ۔

نقل ہے کہ جو کچھ نذر و نیاز حضرت کی خدمت میں گذرتی یا جو کچھ انہیں پیر و مرشد سے اس سے ملتا یا لنگر خانہ سے کھانے پینے کی چیزیں آتیں وہ سب آپ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ دوسروں کی آسایش کو اپنے آرام پر مقدم جانتے تھے ۔ اسی اعلیٰ صفت کے باعث حضرت کے پیر و مرشد نے آپ کو بندہ نواز لقب عطا فرمایا تھا ۔ جو آجتک زبان زد خاص و عام ہے ۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ اپنے کاشانۂ فیض سے نکلکر کہیں جارہے تھے ۔ راستہ میں ایک شخص دہلی کی کہنہ جامع مسجد کے پاس قے کر رہا تھا ۔ چاول اور گوشت کے تکّے گرے ہوئے تھے اور ایک کتا جو بالکل تھکا ہوا تھا اسکو کھا رہا تھا مگر شخص مذکور اس کتے کو نہیں نکالتا تھا ۔ راہ رو لوگ اسکی اس مکروہ حرکت کو دیکھکر اُسے گالیاں دیتے تھے ۔ جب وہ شخص قے کر چکا تو وہاں سے اٹھکر تالاب کی طرف روانہ ہوا ۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ اس کی پیشانی پر آثار نعمت دریافت کر کے اسکے پیچھے روانہ ہوئے تاکہ اس سے اسکا سبب دریافت کریں ۔ وہ شخص تالاب پر گیا اور خوب غرغرہ کیا اور بعدہٗ دوگانہ ادا کیا اور رو بقبلہ ہو کر بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت بھی اس کے پاس پہنچ گئے اور خدا کی قسم دیکر پوچھا کہ تیرے چہرے سے آثار نعمت ظاہر ہو رہے ہیں ۔ اب تو صاف صاف بتادے کہ تو کون ہے ۔ اس نے جواب دیا کہ

جب تونے خدا کی قسم دی ہے۔ اصل واقعہ ظاہر کرتا ہوں میں ابدال میں سے ہوں۔ میرا نام رکن الدین ہے۔ میں یہاں سے ہزار کوس کے فاصلہ پر تہا۔ حکم ہوا کہ کہنہ جامع مسجد دہلی کے پاس ایک کتا بالکل تہکا ہوا پڑا ہے۔ وہاں جا۔ اسکا رزق تیرے پیٹ میں رکہا ہے۔ تجہکو چاہیئے کہ کچہہ گوشت اور چانول خرید کر کہائے اور قے کرے تاکہ وہ کتا کہائے۔ پس حسب الحکم بلحاظ ضرورت آیا ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے اس ابدال سے دیر تک محبت و اخلاص کی باتیں کیں اور بہت سی چیزیں باطنی شغل کے متعلق اس سے حاصل کیں۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے بعض ابدال بہی مرید ہوئے تہے قطب ابدال حضرت شیخ نور الدین بایزاد قدس سرہٗ نے خود فخر الدین جیجو۔ اسفند یار وغیرہ کو آپ کے مرید ہونے کی اجازت دی تہی۔ اس کا واقعہ اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن طواف میں حلقہ ہوا۔ جب لوگ حلقہ سے فارغ ہوئے تو دیکہا کہ اسفند یار وہاں سے غائب ہے۔ تلاش کی گئی تو پتہ لگا کہ ایک مکان کے پاس اس مکان کے دریچہ کو ٹکٹکی لگائے بیٹہے ہوئے ہیں۔ سب نے جاکر اُن سے اسکا سبب پوچہا۔ اسفند یار نے بیان کیا کہ اس دریچہ سے ایک ایسی صورت دلفریب چودہویں رات کے چاند کی مانند نظر آئی کہ دل قابو سے جاتا رہا ہوش و حواس کہو بیٹہا۔ چلنے کی طاقت نہیں ہے اسی وجہ سے بیٹہا ہوا ہوں۔ قطب ابدال شیخ نور الدین بایزاد و سعد الدین قفل شکن و منصور میں سہرم نے خدا سے التجا کی کہ اسفند یار کے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔ حکم ہوا کہ اسفند یار میرے جمال کا شیفتہ ہو چکا ہے۔ دریافت کرو اس کا اب ارادہ کیا ہے۔ جب اسفند یار سے پوچہا تو انہوں نے کہا کہ بس ایک لحظہ کے لئے میرا معشوق میری گود میں آجائے۔ حکم ہوا کہ ہاتہہ پہیلاؤ۔ اسفند یار نے ہاتہہ پہیلائے وہی صورت غیب سے پیدا ہوئی اور گود میں بیٹہکر غائب ہو گئی۔ صورت کے غائب ہوتے ہی اسفند یار کو بیقراری شروع

ہوئی ضبط و استقلال جاتا رہا اور تڑپنے لگا۔ وہاں جو لوگ موجود تھے انہوں نے کہا کہ سنتے ہیں سید محمد قدس سرہٗ طبیب حاذق ہیں۔ غالباً ان سے اسکا علاج ہو سکے گا۔ اور سب ابدالوں نے باتفاق حضرت شیخ نور الدین بایزاد قدس سرہٗ سے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ سب کے سب سید محمد گیسو دراز قدس سرہ کے مرید بنیں یشیخ موصوف نے فرمایا کہ ٹھہرو ہم لوگوں میں چند علامتیں ہیں اگر سید محمدؐ میں وہ ظاہر ہونگی تو میں تم سے کہونگا۔ اُسوقت تم جاکر اُن کے مرید ہونا۔ یہ کہکر ذکر و مراقبہ میں جو ان لوگوں کا خاصہ ہے مشغول ہوئے ناگاہ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک تخت بقعہ نور آسمان سے ظاہر ہوا جس میں ایک صورت نہایت حسن و خوش وضع بیٹھی ہے۔ اور اس کے بازو میں حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور یہ تخت چار شخص اٹھا کر لا رہے ہیں۔ ملک الارواح نے ایک چادر ان دونوں پر لا کر ڈالی جب یہ کیفیت شیخ موصوف نے دیکھی تو فرمایا ایک نشانی یہ ہے جو دیکھ چکا اب دوسری دیکھنا چاہیئے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ مرکب پر سوار ہیں اور ارواح اولیا آپ کے اطراف ہجوم کی ہوئی ہیں اور ایک روح ان میں سے آگے بڑھکر بہ آواز بلند یہ کہتی ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا اسکو دیکھکر شیخ نور الدین بایزاد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ دوسری نشانی بھی پاچکا۔ پس ابدالون کو کہا کہ اب جاؤ اور سر اپنا حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے آستانہ مبارک پر رکھو اور مرید ہو جاؤ۔ پس اپنے قطب کی اجازت سے وہ سب ابدال حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اچھے مرید ہوئے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ اجودہن (اودھ) میں ایک روز شیخ الاسلام شیخ فرید الدین مسعود قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ شیخ منور نواسہ حضرت شیخ موصوف نے آپ کو شیخ صاحب قدس سرہٗ کے روضہ میں ٹھہرایا تھا ایک روز آپ وہاں ذکر میں مشغول تھے یکایک شیخ منور کے نوکروں سے ایک شخص

وہاں آیا اور دیکھا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کا سر مبارک جدا پڑا ہوا ہے اور ہاتھ پیر بھی جدا پڑے ہیں۔ باہر آکر چلانے لگا کہ آؤ۔ دیکھو۔ کہ سید محمد قدس سرہ کو کسی نے مار ڈالا ہے شیخ منور اور بہت سے لوگ بھی دوڑے آئے اور جب وہاں آکر دیکھا تو حضرت صحیح و سالم رو بقبلہ بیٹھے ہوئے ہیں سب یہ دیکھکر خاموش ہو رہے۔ جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ وہاں سے رخصت ہونے لگے تو شیخ زادے نے آپ سے اس واقعہ کی نسبت دریافت کیا آپ نے جواب دیا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں یہ نازل ہے کہ وَمَا قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم اسکو تجلی کہتے ہیں۔ یہ حکایت اجودھن میں ابتک زبان زد ہے۔

نقل ہے کہ حضرت دوسری مرتبہ جب شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود قدس سرہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو اسوقت شیخ زادہ منور نے آپ کو جوف خانہ شیخ علاءالدین میں ٹھیرایا۔ اُس جوف خانہ میں پریوں کی سکونت تھی جو کوئی شخص وہاں ٹھیرتا۔ اسکو وہاں سے مارکر باہر نکال دیتیں۔ جب حضرت خواجہؒ وہاں ٹھرے اور رات ہوئی تو آپ مراقبہ میں بیٹھہ رہے پریوں نے نکلکر آپ کو دیکھا۔ اور مزاحم ہونے لگیں۔ حضرت اسوقت سر اٹھاکر خفا ہوئے اور فرمایا چپ رہتی ہو یا یہاں سے سب کو باہر نکال دوں یہ سنکر کسی نے دم نہ مارا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے مقبول الحضرت شاہ یداللہ حسینی قدس سرہ آئے اور دیکھا کہ تمام محاسن مبارک سیاہ ہوگئی ہے اور آپ جوان بنے بیٹھے ہیں مقبول الحضرت شاہ یداللہ قدس سرہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے قبولا اسکو تجدد امثال کہتے ہیں۔

نقل ہے کہ جب کوئی حضرت خواجہؒ کی خدمت فیض منزلت میں حاضر ہو کر عرض کرتا کہ فلاں میرا لڑکا یا لڑکی یا ماں یا باپ یا کوئی عزیز یا قرابت دار بیمار ہے۔ اور مرض مہلک

میں مبتلا ہے اُس کے لئے دعا فرمائیے تاکہ اسکو آرام نصیب ہو اور خدا تعالی حیات بخشے تو آپ دیکھتے اگر اُس کی حیات و صحت ہے تو فرماتے جا صحت ہو جائے گی اور اگر نہیں تو فرماتے۔ اے عزیز خدائے تعالی نے مجھے بزرگی عطا فرمائی ہے مگر اپنی خدائی نہیں دی ہے۔

نقل ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ حضرت خواجہ صاحب دہلی سے گوالیار تشریف لے گئے تھے اور شیخ علاء الدین گوالیریؒ کے مکان میں فروکش تھے تو اُس وقت شیخ صاحب کے بھائی مولانا شمس الدین ایک تکلیف شدیدہ میں مبتلا تھے۔ حضرت علاء الدین نے حضرت خواجہؒ سے عرض کی کہ ان کے حق میں دعائے خیر کریں تاکہ انہیں صحت ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کل آؤ جواب دونگا۔ جب دوسرے روز آپ فیضیاب خدمت ہوئے تو خواجہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا مولانا! میں نے تمہارے بھائی کے لئے دعا کی۔ حکم ہوا کہ اس کی عمر تمام ہو چکی ہے ابھی دس روز باقی ہیں۔ پس مجبوری ہے۔ مولانا نے عرض کی کہ پھر تو اون کی مضبوطی ایمان کے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اسکے متعلق میں پہلے ہی دعا کر چکا ہوں۔ غرضکہ دسویں دن حسب بیان حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ مولانا شمس الدین کا انتقال ہو گیا حضرت اپنے فرزندوں و دوستوں کے ہمراہ ان کے مکان تک پیادہ پا گئے۔ اور جنازہ کی نماز میں خود اقامت کی اور خود ہی نے میت کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے میں نے آپ کو سونپا۔ یہ فرما کر واپس ہوئے۔ سوم کی زیارت کے بعد حضرت مولانا علاء الدین قدس سرہ ذکر میں مشغول تھے اس حالت میں اپنے بھائی کو دیکھا اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہوا۔ اونہوں نے جواب دیا۔ میرا حال برا ہوتا اگر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد نہ فرماتے۔

نقل ہے کہ جب دہلی میں حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ رہتے تھے تو اسوقت مولانا حسین آپ کے مرید ہوئے مگر اُن کے بھانجے داماد نے مرید ہونے سے انکار کیا۔ بلکہ مولانا سے کہا کہ تم کیوں اُن کے مرید ہوئے۔ مولانا نے کہا کہ تم نے حضرت کو نہیں جانا ہے۔

اگر دیکھو گے تو معلوم ہوگا۔ کہ سید محمد کون ہے انہوں نے کہا بہتر ہے کل ہم تم ملکر جائینگے مگر شرط یہ ہے کہ میں کبہی اُن کے آگے اپنا سر زمین پر نہیں رکہوں گا۔ مولانے کہا کہ مجھے اس میں کوئی اصرار نہیں۔ جس میں مصلحت سمجھو وہی کرو۔ الغرض دوسرے روز مولانا حسین اور ان کے بہانجے داماد حضرت کی قدمبوسی کے لئے گئے۔ حضرت کے چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی مولانا حسین کے ساتہہ ان کے بہانجے داماد صاحب نے بہی ماتہا زمین پر لگا دیا۔ اور سو وہانہ بیٹھ گئے۔ حضرت اسوقت چوکی پر بیٹھے تہے گرمی کا موسم تہا۔ حضرت کے سر پر ایک قیمتی مندیل بندہی ہوئی تہی اور لال چمڑا لگا ہوا ایک خوشنما پنکہا حضرت کے ہاتہہ میں تہا یہ دیکھکر مولانا حسین کے بہانجے داماد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر آپ صاحب دل ہیں تو یہ مندیل اور پنکہا مجھے دیدینگے۔ حضرت کو یہ دلی منصوبہ معلوم ہوگیا۔ اسوقت آپ اسطرح گویا ہوے کہ سنو ایک بازیگر تہا۔ بغداد میں اگر بازی کی۔ ایک گدہے کو لاکر مجمع میں کہڑا کیا اور اس کی دونوں آنکھوں پر مضبوط پٹی کپڑے کی باندہ دی اور لوگوں سے کہا کہ حاضرین میں سے کوئی ایک دوسرے کی چیز چرالیں۔ چور کو یہ گدہا پہچان لیگا چنانچہ کسی نے ایسا ہی کیا۔ بازی گر نے گدھے کی آنکھوں سے پٹی کہول دی گدہا ہر ایک کو سونگتا ہوا جب چور کے پاس پہنچا تو اس کا دامن دانت میں پکڑکر بازی گر کے پاس لے آیا۔ اس تمثیل کے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ مشکل امر ہے اگر کوئی کرامت کا اظہار کرے تو اس گدہے کے مساوی ہوتا ہے اور اگر نہ کرے تو لوگ اسکو بے فیض کہتے ہیں اور مولانا کے بہانجے داماد کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ پنکہا اور مندیل لیجاے وہ یہ بات سنکر کانپ اٹہے اور قدمبوس ہوکر مرید ہوگئے۔

نقل ہے کہ دہلی میں ایک دانشمند مولانا نصیر الدین قاسم نام جو مولانا معین الدین عمرانی قدس سرہ کے شاگرد تہے اور بڑے عالم و متقی تہے اُن سے مخدوم زادگان تعلیم پاتے تہے۔ کبہی یہ ان کے مکان جاتے اور کبہی وہ خود خانقاہ کو آکر سبق دیتے تہے

شروع میں آپ کسی کے معتقد نہ تھے۔ آخر الامر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے مرید ہوئے۔ مولانا معین الدین رح کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے مولانا نصیر الدین قاسم سے پوچھا کہ تم مرد دانشمند تھے پھر سید محمد رح کے مرید کیوں ہو گئے۔ مولانا نے جواب دیا کہ بیشک میں دانشمند تھا لیکن سید محمد قدس سرہ کے پاس آ کر مسلمان ہوا۔ ایک روز آپنے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضوری دل کے لئے التماس کیا۔ حضرت نے انہیں کچھہ تبلادیا۔ آخر چند دن کے بعد حضرت نے دریافت کیا کہ اب تمہاری توہمات کی کیا حالت ہے تو مولانا نے بیان کیا کہ پہلے میرے دلمیں بہت توہمات کا دورہ رہتا تھا اب ایسا ہے کہ توہم تو کیا انکا خیال بھی نہیں آتا۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں تھے تو وہاں کے بعض علما اور جاہل صوفیوں نے بادشاہ کے پاس ایک محضر کرنا چاہا۔ سید محمد اپنے معتقدین و دیگر مشایخ وغیرہ سے اپنے آگے سجدہ کرواتے ہیں۔ اور زمانہ عرس میں یا سماع کے وقت تین چار سو آدمی جنمیں علما و صلحا و مریدان وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ سب کے سب سید محمد کو سجدہ کرتے ہیں جس سے شرع میں فتور پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔ جب یہ کیفیت بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ کوئی عاقل و متدین بزرگ شخص کو حضرت رح کے پاس پہلے بھیجدو کہ وہاں جاکر وہاں کے پورے پورے حالات معلوم کرے اور ان کے دین و عقائد سے آگاہ ہو جائے۔ سید الحجاب کا اس کام کیلئے انتخاب ہوا۔ جب سید الحجاب مجلس میں داخل ہوے اور حضرت کے چہرۂ مبارک پر آپ کی نگاہ پڑی تو وہ از خود رفتہ ہو کر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو خود ہی سجدہ کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت کی مجلس کا یہ عالم تھا جو کوئی عالم۔ فاضل مجلس شریف میں شریک ہوتا۔ اور جوں ہی اس کی نظر حضرت کے چہرۂ مبارک پر پڑتی تو فوراً سربسجود ہو جاتا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی مجلس میں علوم دینی و حقایق و معارف و لقائے دین و ایمان کے متعلق گفتگو رہتی۔ جسکا اثر لوگوں کے دلوں پر ایسا ہوتا تھا۔ کہ لوگ بلاتشنع از خود رفتہ ہو کر سجدہ کرنے لگتے۔ حالانکہ حضرت خود اس امر سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ غرضکہ جب سید الحجاب نے مجلس کی کیفیت من و عن بادشاہ سے عرض کی اور فرمایا۔

مرادل گفت سجدہ کن ہمین بس		بنا یکرد محضر با چنیں کس

ہیں تو اب محضر کرنے والوں میں شریک ہونگا۔ جنکو محضر کرنا ہو وہ خود ان کی خدمت میں جاوے اور دیکھ لے۔ پس جب بادشاہ نے یہ سنا تو خود مجلس میں شریک ہونا چاہا مگر لوگوں نے اسکو منع کیا اسواسطے کہ مبادا مجلس شریف میں کوئی ناگوار حرکت بادشاہ سے سرزد ہو اور اُس کا بُرا اثر اسی کی ذات پر پڑے۔

نقل ہے کہ قاضی راجہ جو قاضی شہر تھے ایک روز فرمانے لگے کہ سنا جاتا ہے کہ سید محمد حسینیؒ لوگوں سے سجدہ کرواتے ہیں ان کو اس سے باز نہیں رکھتے اور راگ بھی سنتے ہیں۔ اس لیئے انپر شرع کے احکام جاری ہونے چاہئیں اور یہ کہکر حضرت کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اسوقت حضرت آرام فرمارہے تھے۔ خادم نے کہا کہ حضرت استراحت فرمارہے ہیں۔ یہ سنکر واپس ہوئے۔ اسیطرح تین وقت حاضر ہوئے تین وقت یہی جواب ملا۔ بے نیل مرام واپس ہوتے گئے۔ بالاخر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے خود اپنے خادم سے استفسار فرمایا کہ روزانہ ایک قاضی صاحب میری ملاقات کے لئے آکر واپس ہوتے ہیں تم نے کیوں مجھ کو اطلاع نہیں کی اب اگر آئیں تو ضرور مجھے اس کی اطلاع دینا۔ ظہر کے وقت قاضی مذکور پھر آئے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھتے ہی حضرت کو جاکر اطلاع دی کہ قاضی صاحب آئے ہوئے ہیں۔ حضرت نے ان کو چند ے ٹھہرانے کے لئے کہکر آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور جبۂ خلافت جو شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین قدس سرہ کا دیا ہوا تھا۔ زیب تن کرکے گدی پر کہ حضرتِ معز کی عطا کی ہوئی تھی بیٹھے۔ اور قاضی صاحب کو طلب کیا۔ جب قاضی راجہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے مقابل ہوئے اور چہرۂ مبارک پر ان کی نظر پڑی تو قدم قدم پہ سجدہ کرکے آگے بڑھنے لگے۔ حضرت نے انکا ہاتھ پکڑ کر اپنی گدی پر انہیں بٹھایا۔ قاضی صاحب نے جب ادھر ادھر نگاہ کی تو بہ آواز بلند "ہمہ اوست، ہمہ اوست" کہنے لگے حضرت نے ان کی یہ حالت دیکھکر فرمایا کہ یہ خلاف شریعت ہے۔ وہ یہ سنکر نادم ہوئے

اور حضرت کے مرید ہوکر شب و روز آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے ۔

نقل ہے کہ سید محمود واعظ ایک مرد بزرگ اور کامل تھے انکا وعظ لوگ کمال ذوق و شوق سے سننے کے لئے فراہم ہوتے تھے ۔ ہنگام وعظ لوگوں کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بعض تو بیخود ہوکر کپڑے پھاڑ لیتے اور بعض مجلس سے باہر ہوجاتے اور بعض بے ہوش ہوجاتے تھے سید محمود نے ایک روز سنا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے سامنے لوگ سجدہ کرتے ہیں تو آپ نے بھی بدیں خیال کہ دیکھنا حضرت کیسا مرتبہ رکھتے ہیں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوے ۔ جب حضرت بندہ نواز حسینی قدس سرہ سے دوچار ہوے تو معبود معبود کہکر خود ہی سجدہ کرنے لگے ۔ حضرت نے فرمایا کہ تم خود کیوں اسطرح کرتے ہو اور معبود کہتے ہو وہ شرمندہ ہوے اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگے ۔ چند دن کے بعد سید محمود واعظ نے حضرت سے خلافت کی درخواست کی مگر ان کی درخواست نامنظور ہوئی ۔ بالآخر ایک روز حضرت خواجہ رکن قدس سرہ خوشی میں بیٹھے ہوے تھے اپنا مصلی سید محمود واعظ کو دیا ۔ سید محمود نے اس مصلی کو لیا ۔ اور پیٹھ پر ڈالکر گھومنے لگے اور زبان سے کہتے تھے کہ خلافت ہماری یہی ہے ۔

نقل ہے کہ شیخ کوکج نے اپنے سرا کے دروازہ کو بہت چھوٹا بنارکھا تھا تاجو کوئی آپکی ملاقات کو آئے خمیدہ آئے ۔ **دوہرہ**

نہو رے آوے نہوری جاوے	تب لاگے کوکج کے پائے

جب حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ شیخ موصوف کی ملاقات کو گئے تو ان کا دروازہ خود بخود بلند ہوگیا ۔ اور سیدھے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس میں چلے گئے ۔

نقل ہے کہ حضرت کی عمر شریف بارہ سال کی تھی ۔ ایک دن حضرت وضو کررہے تھے ۔ کوے نے وضو کے لوٹے میں بیخال کیا ۔ حضرت نے غیظ کی نظر سے اوسکی طرف دیکھا فوراً اوس کا سرتن سے اور اعضا اعضا سے جدا ہوکر حضرت کے سامنے گر پڑا ۔ حضرت کی والدہ ماجدہ موجود تھیں ۔ یہ حالت دیکھکر حضرت سے فرمایا کہ یہ کیا کیا ۔ حضرت نے جواب دیا کہ

کہ میری اس میں کیا خطا ہے۔ کوے نے کیوں بے ادبی کی۔ والدہ نے فرمایا کہ اے سید محمد
کیوں جو کوئی تم سے بے ادبی کرے حال اسکا کیا ایطرح ہوگا۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور
کوے کی طرف التفات فرماکر آپ نے کہا کہ جیسا پہلے تہا ویسا ہو جا۔ پس یہ بات حضرت کی
زبان مبارک سے ختم بہی نہونے پائی تہی کہ کوا جیسا تہا ویسا ہو کر اڑ گیا۔

نقل ہے کہ دہلی میں ایک ملک زادہ حضرت کا مرید تہا۔ ایک روز کسی قریہ میں جاکر
وہاں شغل ناشروع کیا۔ الغرض اسکو لتی[1] ملی۔ اور مارا گیا۔ لوگوں نے اس کی موت کی خبر
سنکر حضرت کے آگے بیان کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں اس نے میرے آگے جو توبہ کرکے
گیا تہا۔ اسپر قائم نہیں رہا۔ یہ کہتے ہوے مکان میں داخل ہوے۔ حضرت کی والدہ
مقدسہ نے اس بات کو سنکر فرمایا کہ کیوں آپنے اس کے حق میں بددعا کی وہ تو آپکا مرید تہا۔
حضرت نے فرمایا آماں! وہ میرے آگے توبہ کرکے گیا تہا۔ مگر اسپر قائم نہیں رہا۔ وہاں
جاکر توڑ دیا۔ میں اس کا کیا علاج کروں۔ آپ کی والدہ رض نے فرمایا کہ یہ عجب ہے اے
سید محمد جو کوئی تیرا مرید ہوگا۔ کیا وہ اپنے قول پر قائم نہیں ہے تو مارا جائیگا اسوقت حضرت نے
فرمایا کہ آج کی تاریخ سے میں یہ کام ہی ترک کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ چھہ ماہ تک دست بیعت
کسی کو نہیں دیا۔ اور نہ کسی کو مرید کیا اور نہ سماع سنا۔ غرضکہ ایک دن مسجد دہلی سے نکلکر
شہر کے باہر جاکر کہیں یاد الہی میں بیٹھے ہوے تہے اسوقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خصوص میں التماس کی کہ
میرے لئے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سماع سنو اور مرید بناؤ۔ پہر حضرت
خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ اس کام میں مشغول ہوے۔

نقل ہے کہ ایک ماں اور ایک اسکا لڑکا تہا۔ یہ دونوں نہایت متقی وصالح
تہے۔ فرزند کو حبس دم میں بہت مشاقی تہی۔ گلبرگہ میں رہتے تہے ایک روز ماں نے

[1] لتی۔ رجعت۔

اپنے لڑکے سے کہا کہ اے فرزند حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی لوگ بہت تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ولی اکمل ہیں۔ آزمانا ضرور ہے۔ لہذا تجویز کی گئی کہ بازار کو جا کر میت کا سامان لاؤں اور تجھکو غسل دیکر کفنا کر تیرا جنازہ تیار کروں تو اپنا دم سیند بارہ۔ جب حضرت خواجہ نماز جمعہ کے لئے اس راہ سے جائینگے۔ تو تیرا جنازہ سر راہ رکھکر روتی رہوں گی۔ دیکھیں وہ اس ہمارے اسرار کو دریافت کرسکتے ہیں یا نہیں۔ پس ماں بیٹے نے یہ مشورت کر کے جمعہ کے روز ماں نے اپنے بیٹے کا جنازہ تیار کیا اور راستہ میں رکھکر آپ اس کے سرہانے کھڑی رو رہی تھی۔ اتنے میں حضرت خواجہ کی سواری اشرف ادہر سے آئی۔ آپ نے وہاں ٹھیر کر وجہ دریافت فرمائی ماں نے عرض کی کہ خواجہ میرا ایک ہی لڑکا تہا۔ آج وہ مرگیا ہے جنازہ تیار ہے نماز ادا کرکے تشریف لیجائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ نماز مردہ کی ہوگی یا زندہ کی۔ عورت نے کہا کہ زندہ کی نماز بھی کہیں ہوتی ہے۔ مردہ کی نماز ادا کیجئے حضرت فرمایا خیر وہ مردہ ہی ہوگا لیکن آج جمعہ ہے۔ قبل نماز جمعہ جنازہ کی نماز پڑہنے کا حکم نہیں ہے۔ بعد نماز جمعہ اگر نماز جنازہ ادا کرد ونگا۔ یہ فرما کر حضرت وہاں سے روانہ ہوے حضرت کے جانے کے بعد ماں نے بیٹے کو اٹھ جانے کے لئے کہا مگر جب وہ نہیں اٹھا تو اوسے ہلایا۔ لیکن اسکو بالکل مردہ پایا یہ حالت دیکھکر وہ بہت پریشان ہوئی۔ اور زار زار رونے اور سر پیٹنے لگی۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ جامع مسجد میں نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قطب الاقطاب مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوکر لوٹے اور دیکھا کہ پیرزال بہت گریہ و بکا کر رہی ہے۔ حضرت جب نزدیک گئے تو اس نے کہا کہ یا خواجہ رحم فرمائے یہ میرا اکلوتہ لڑکا تہا۔ ابتک بیاہ نہیں ہوا اور نہ سہرہ اس کے سر بندہا۔ مجھپر ترس کہائیے اور اسکو زندہ کیجئے۔ حضرت نے فرمایا جو کچھ ہونا تہا وہ ہوگیا۔ اب صبر کرو یہ کہکر نماز جنازہ کی پڑہی اور اسکو دفن کردیا۔ اور نام اسکا پیر فنا رکہا۔ (پیر فنا سہرہ سلطان کی درگاہ شاہ بازار کے متصل گلبرگہ میں مشہور ہے۔ مزار پر ایک چہوٹا سا مگر خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے

اس کے اطراف چار دیواری ہے۔ اس چوکنڈی میں گنبد کی جانب غرب قلعہ دارصاحب گلبرگہ دفن ہوے ہیں جو نہایت بزرگ اور مرد صالح تھے۔ اور عین حیات انہوں نے اسی جگہہ کو پسند کیا تھا۔ گلبرگہ کے اکثر لوگ ابتک بہی جب بیاہ کرتے ہیں تو پہلے سہرہ پیر رضا سہرہ سلطان کی قبر پر باندہتے ہیں بعدہ اس سہرہ کو خود باندہ لیتے ہیں۔ ورنہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا نہ کرینگے تو انکا بیاہ نامبارک ہوگا۔

نقل ہے کہ چند فقیر ایک جگہہ بیٹہے ہوے تھے۔ ایک گاے اُدہر آگئی۔ انہوں نے اسکو پکڑکر ذبح کیا اور کہا گئے۔ جب اس گاے کے مالک کو خبر ہوگئی تو وہ سرکاری لوگوں کو ہمراہ لیکر اُن فقیروں کی گرفتاری کے لئے آرہا تہا۔ اس اثنا میں اُن فقرا کو بہی اطلاع پہنچی۔ خوف زدہ ہوکر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں دوڑے ہوے گئے اور سارا حال صحیح صحیح عرض کردیا۔ حضرت نے دریافت کیا کیا کوئی حصہ اس گاے کا باقی ہے یا سب گوشت کہا گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ سب کہا گئے صرف کہال اور ہڈیاں باقی ہیں۔ حضرت نے وہی طلب کیا اور جب وہ لاے تو آپ نے پوست میں ہڈیوں کو ڈلواکر ایک گز لکڑی انکو دی اور فرمایا کہ یہ لکڑی اسپر مارو اور کہو کہ بہ برکت محمد جیسی تہی ویسی ہوجا۔ پس انہوں نے جبہ عمل کیا۔ اس عمل کے کرتے ہی خدا کے حکم سے زندہ گاے کہڑی ہوگئی۔ فقیر اسکو دیکہہ کر بہت خوش ہوے اور گاے کو مالک کے حوالہ کردیا۔

نقل ہے کہ سلطان فیروز بہمنی کے فرزند ہوتے مگر بچپن ہی میں مرجاتے تہے ایک روز سلطان فیروز نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں التماس کی کہ میرے بچے نہیں جیتے۔ حضرت دعا کریں تاکہ زندہ رہیں۔ حضرت نے اسوقت زبان مبارک سے فرمایا کہ خدا کی درگاہ سے مایوس نہو۔ اسقدر لڑکے ہونگے کہ ان کی خدمت کرنی دشوار ہوجائیگی۔ چنانچہ چند روز کے بعد بادشاہ کے محل میں فرزند تولد ہوا۔ جبرئیل شاہ نام ایک درویش تہے وہ بادشاہ کے پاس اسوقت آئے۔ اور کہا کہ اس لڑکے کو مجھے دیدیجے

میں اپنے گھر میں رکھونگا۔ ایک اسپ تازی بھی دے۔ اسکو بدہاؤنگا۔ جب شہزادہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم ہوگی تو اس کو اسی گھوڑے پر سوار کراؤنگا۔ سلطان نے اُس فقیر کے کہنے پر عمل کیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی کہ بادشاہ فقیر کا معتقد ہوگیا ہے تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اسوقت جو کچھہ آپ نے فرمایا وہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچ گئی۔ غرضکہ ایام شیر خواری ہی میں اس لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے بڑے صاحبزادہ نے جب یہ خبر سنی تو فرمایا کہ جس نے دی تھی اس نے اپنی امانت واپس لے لی۔ فقیر بادشاہ کے روبرو نہایت شرمندہ ہوا۔ اور بادشاہ نے رنج اور غصہ کی حالت میں اسکو شہر سے نکلوا دیا۔ اور حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بہت الحاح و زاری کی اور عفو قصور کا امیدوار ہوا اور عرض کی کہ حضرت میرے حال پر رحم فرمائیں اور دعا کریں۔ حضرت نے اس کی اس حالت پر رحم کیا اور وہی الفاظ جو سابق میں فرمائے تھے زبان مبارک سے نکالے۔ آخر ویسا ہی ہوا۔ بادشاہ کے اسقدر بچے ہوئے تھے کہ بادشاہ ان کی پرورش کرتے ہوئے تنگ آگیا تھا۔

نقل ہے کہ حسن خضر نامی حضرت خواجۂ دکن رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے انہوں نے حضرت کے لئے اپنی جان عزیز دیدی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ حسن خضر سے یہ حالت نہیں دیکھی گئی۔ انہوں نے حضرت کی والدہ صاحب قدس سرہا سے حضرت کا پیراہن لیکر خود پہنا اور حضرت کے اطراف سات مرتبہ پھرے اور یہ کہکر کہ مجھہ جیسے بہت پیدا ہونگے مگر قطب الاقطاب سید محمد قدس سرہٗ سے ولی کامل دنیا میں کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ گھر کو گئے۔ حضرت کو صحت ہوگئی اور وہ تیسرے روز انتقال کرگئے۔ حضرت نے یہ سنکر بہت رنج کیا اور فرماتے تھے کہ حسن نے میرے لئے جان دیدی۔ بیچارہ اور کیا کرتا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ علاء الدین انصاری رحمۃ اللہ کا اعتقاد حضرت خواجہ

بندہ نواز قدس سرہٗ پر ایسا جما ہوا تہا کہ حضرت کے کسی خلیفہ کو بہی اسقدر نہ تہا جب حضرت آرام فرماتے تو علاءالدینؒ اپنا سینہ حضرت کے تلوؤں سے ملا کر سو جاتے تہے۔ جب حضرت بیدار ہوتے آپ کو اس حالت میں دیکہکر فرماتے کہ تم کیوں ایسا کرتے ہو تو وہ جواب دیتے کہ حضرت آپکو کسی نے نہیں پہچانا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہچانا ہے لا یعرف الجوھر الا الجوھری

نقل ہے کہ حضرت سید السادات سید یوسف قدس سرہٗ سے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی لونڈی ایک رات حضرت کو وضو کرانے کے لئے نزدیک بیٹہی ہوئی تہی۔ ناگاہ اس نے دیکہا کہ ایک مرد پیر خوش تقریر۔ دستار باندہے ہوئے پیدا ہوا اور حضرت کو سلام کیا حضرت نے سلام کا جواب دیا مگر لونڈی پر ہیبت طاری ہوی اور بیہوش ہوگئی۔ جب کسیقدر ہوش آیا تو سنا کہ دونوں میں کچہہ بات چیت ہو رہی ہے۔ مگر وہ تقریر اس کی سمجہہ میں مطلق نہیں آئی بعدہ پیر مرد غائب ہوگیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجال الغیب بہی آپ سے ہمکلام اور صحبت سے مشرف ہوتے تہے۔

نقل ہے کہ خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ پنج وقتہ نماز مکہ معظمہ میں پڑہتے تہے اور نیز خانقاہ میں بہی فرض نماز کے وقت حاضر رہتے تہے۔ ایک روز ایک پیر مرد حضرت کے سامنے آیا اور زمین کو بوسہ دیکر حضرت کے ارشاد کے موافق آپ کے روبرو بیٹہہ گیا اور کہا کہ حضرت کو طواف کعبہ میں دیکہا ہے۔ حضرت نے فرمایا سچ ہے کعبہ میرے دروازہ کے سامنے ہے اگر مردان خدا چاہیں تو طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک جا کر اپنی جگہہ پر واپس آسکتے ہیں اور یہ فرماتے ہوی اس پیر مرد کا ہاتہہ پکڑ کر فرمایا کہ پلک مار جب اسکی پلک جہپکی تو خود کو اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو مشرق میں پایا اور پہر پلک جہپکی تو اپنے مقام پر پایا حضرت نے مکرر فرمایا کہ پہر پلک بہپک جب پلک جہپکی تو خود کو اور حضرت کو مغرب میں پایا پہر پلک جہپکی تو دونوں کو اپنے مقام پر پایا۔ یہ دیکہکر پیر مرد نے اپنا سر زمین پر رکہدیا اور مرید ہوا

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ ایک روز نیپال کے جنگل میں نماز پڑہہ رہے تہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین پر اسقدر تکرار فرمائی کہ صبح ہوگئی

نقل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہم جو خدا کی عبادت کرتے ہیں محض اس کے حکم کی تعمیل کے لئے کرتے ہیں نہ اس لئے کہ وہ رزاق ہے اور نہ اس طمع پر کہ ہمکو بہشت ملے اور نہ اس ڈر سے کہ دوزخ میں رہیں گے - کیونکہ اگر بہشت و دوزخ نہوتے تو کیا عبادت نہیں کرتے - پس عبادت محض خدا کے لئے ہے نہ کہ کسی اور مصلحت یا فائدہ کے لئے ہے

ملک دو عالم نخواہد آنکہ خواہد یار را		در نظر جنت نیاید عاشق دیدار را
طاعت میں تار ہے نہ مئے و انگبیں کی لاگ	ہے	دوزخ میں ڈالدو کوئی لیکر بہشت کو

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمتہ اللہ علیہ کے قالب مقدس سے ہر روز ایک صورت باہر آتی تھی - اور پانی لیکر وضو کرتی اور جو کچھہ وظایف ہوتے سب پڑہتی اس کے بعد حضرت اسپر اکتفا نہ کر کے خود اُٹھتے اور وضو کر کے پہر تمام وظائف کو ادا کرتے تاکہ شریعت نبوی کی اتباع ہو -

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ دہلی میں جس مکان میں رہا کرتے تھے وہ مکان نہایت تنگ و تاریک تہا مگر اسی تاریکی میں بیٹہکر آپ تہجد کا وقت پہچان لیتے تھے -

نقل ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو ایسی قوت حاصل تہی کہ جس کسی سے آپ بغلگیر ہوتے اسکو یا نعمت دیتے یا اسکی نعمت سلب کر لیتے تہے نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کو انبیا و اولیا کی ارواح طیبہ سے ملاقات ہوتی تہی - چنانچہ روح مبارک افضل الاولیا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روز حضرت نے پوچہا کہ عرس مبارک عالی جناب کی کون تاریخ ہے تو آپ نے ۱۸ ماہ رمضان المبارک کی بتلائی تہی -

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے خواجہ حبیب اللہ ابوالمرشد مقبول الحضرت شاہ یداللہ حسینی رح کو قرآن شریف کی دس آیتوں کے معنی بتارہے تہے تو اسوقت ایک ایک لفظ کے ہزار ہزار معنی بتلائے تہے -

نقل ہے کہ ایک روز حضرت دریا کے کنارے بیٹھے ہوے تھے ایک دانشمند بزرگ کچھ سوال کرنے کی غرض سے کتاب ہاتھ میں لے کر آپ کے پاس آئے اور آگے بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی حضرت نے اُن کے ہاتھ سے وہ کتاب لے لی اور دریا میں ڈال دی۔ وہ بزرگ حیران ہوے اور کہا کہ یا سید آپ نے یہ کیا کیا۔ یہ سنکر حضرت نے اپنا دست مبارک دریا میں ڈال کر اس کتاب کو نکالا اور جھٹک کر اون کے ہاتھ میں دیدی۔ اور فرمایا کہ پوچھو کیا سوال ہے بزرگ نے جواب دیا کہ کس کا مقدور ہے جو حضرت سے سوال کر سکے۔ حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ مجھہ کو معلوم ہے۔ تمہارا سوال یہ تہا اور جواب اسکا یہ ہے۔ غرضکہ اس طرح سے ان کی فہمایش کی کہ ایک ایک نقطہ کو ہزار طرح سے بتلایا۔ اُس بزرگ نے سر اپنا زمین پر رکھدیا۔ اور مرید ہونے کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ۔ یہاں تمہاری قسمت میں مرید ہونا نہیں لکھا ہے۔ جیسا کہ سلطان احمد کو بہی فرمایا تہا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ دکن رحمۃ اللہ علیہ ایک روز حوض کے کنارے بیٹھے تہے ایک شخص آیا اور پوچھا کہ اے سید محمدؐ تو نے خدا کو پہچانا یا نہیں۔ حضرت خاموش ہو گئے سایل کو کچھہ جواب نہیں دیا۔ سایل نے ہنسکر کہا خدا کو پہچانا ہے۔ یہ کہکر غائب ہو گیا۔ خواجہ ابو المرشد مقبول الحضرت شاہ ید اللہ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اسوقت حضرت کا خاموش ہی رہنا اس سوال کا جواب تہا۔ ہاں یا نہ کہنا ممکن ہی نہ تہا۔ کیونکہ اگر وہ کہتے کہ پہچانا تو سایل پوچھتا۔ کیا پہچانا۔ اور اگر کہتے کہ نہیں پہچانا تو سایل کہتا کہ اتنی عمر ناحق ضائع کی۔ پس اس خیال سے خاموش رہے۔ سایل سمجھہ گیا کہ جواب اس سوال کا سکوت ہی ہے پس ہنسکر چلا گیا۔

ہرگز دل من زعلم محروم نہ شد	کم ماند ز اسرار کہ مفہوم نہ شد

نقل ہے کہ ایک روز عایشہ بی بی ملکہ نے بی بی بتول دختر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی خدمت میں بحزن و گریہ التماس کیا کہ آپ حضرت سے دریافت کیجئے کہ سنا

گیا ہے کہ اس ضعیفہ کا بیٹا جو لشکر کے ہمراہ گیا تہا مارا گیا ہے آیا یہ خبر سچ ہے یا جہوٹ بی بی بتول رض نے حضرت سے مادر ملک کا حال بیان کیا اور یہ بہی عرض کیا کہ وہ اپنے لڑکے کے لئے بہت غم واندوہ کرتی ہے۔ حضرت نے فرمایا اے بی بی بتول اس ضعیفہ سے کہدو اپنے لڑکے کیلئے کیوں غم و اندوہ خواہ مخواہ کرتی ہے۔ اس کا لڑکا تو بہشت میں ہے اور وہاں کے میوہ جات کہاتا پہیر رہا ہے۔ اسطرح کہکر اس ضعیفہ کو تسلی دلائی۔

نقل ہے کہ ایک روز مادر شبیر خان کی زیارت کے لئے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ تشریف لے گئے۔ فاتحہ ختم کرتے ہی شبیر خاں بہ گریہ وحزن آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اس کی تسلی فرمائی۔ اور بشارت دی کہ کیوں روتا اور رنج کرتا ہے مت رنج کر۔ تیری ماں اسوقت خدمت گاری میں حضرت فاطمہ رض کے مشغول ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ بیٹہے ہوے تہے۔ ہاتہ میں ایک نیم دانگ تہی اپنے پوتوں کو بتلا کر فرمایا کہ یہ نیم دانگ بادشاہ کے خزانہ کی ہے کس کو دینا چاہئے۔ سبہوں نے دیکہکر یہی کہا کہ مجہے دو۔ حضرت نے کسی کو نہیں دیا۔ میاں روح اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتہ میں دی۔ آخر الامر میاں روح اللہ رح کو خطاب دولت خانی کا ملا اور وہ بادشاہ وقت کے دیوان ہوے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ جب دہلی سے آرے اور گلبرگہ کے قریب پہنچے تو موضع چنچولی میں مقام فرمایا اور وہاں سے شہر میں داخل ہونا چاہتے تہے گلبرگہ کے لوگ کیا شریف و کیا رذیل۔ کیا امیر و کیا غریب سب حضرت کی قدمبوسی سے مشرف ہونے کے لئے شہر سے باہر آکر استادہ تہے۔ ہلکے پیشہ کے لوگ چونکہ جنکو یہ خیال تہا کہ حضرت تک ان کی رسائی نہو سکے گی جنگل میں ٹہرے ہوے تہے۔ ان لوگوں میں سے کمانگر لوگ سب اکہٹے ہوکر علحدہ مقام پر راہ میں کہڑے ہوے تہے۔ مولانا داؤد ان کمانگروں کے چودہری تہے۔ ان کے دل میں حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کے مرید ہونیکا

بیحد شوق تہا۔ نہایت توجہ اور عقیدہ خالص سے انہوں نے ارادت کا مصمم ارادہ کرلیا تہا۔ جسوقت حضرت کی پالکی اس راہ سے گذری تو حضرت سب کو دیکھتے ہوئے جارہے تہے۔ جب کماںگروں کے پاس سے سواری اشرف گذری تو کماںگر اگر قدمبوس ہوئے اسوقت حضرت بندہ نوازؒ قدس سرہٗ نے اپنے دست مبارک سے اُن کماںگرون کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تم لوگوں میں جو فلاں جواں (یعنے مولانا داؤد کی طرف اشارہ کرکے) کہڑا ہے اسکو کہو کہ جب میں یہاں سے جاکر جہاں کہیں قیام کرونگا تو وہاں آ۔ میں تجہہ کو اپنے زمرۂ مریدوں میں لونگا۔ یہ سنکر مولانا داؤد نے اپنا سر زمین پر رکہدیا اور نہایت معتقد ہوگئے۔ القصہ جب خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ وہاں سے چلکر گلبرگہ تشریف لائے۔ تو مولانا داؤد بہی حسب الارشاد حاضر خدمت ہوکر حضرت کے ارادتمندوں میں شریک ہوئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے لگے حضرت نے اُن کو تلقین ذکر و مراقبہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت جبکہ مولانا داؤد حسب الارشاد خواجہ صاحب قدس سرہٗ کسی بزرگ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تہے تو وہاں دیکہا کہ ایک پیر مرد گودڑی پوش بڑی داڑہی والے دراز قامت ان کے پاس آئے اور چار سیب اور دو سو پان عمدہ ان کے ہاتہہ میں دئے۔ اور فرمایا کہ یہ سید محمدؐ کو دیدینا اور یہ کہکر غائب ہوگئے۔ مولانا داؤد بہت متعجب ہوئے اور دل میں کہا کہ یہ کون شخص ہوں گے جو یہ سیب غیر ہنگام لائے ہیں۔ غرضکہ وہاں سے اگر تمام حال حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے بیان کیا اور پان اور سیب آپ کے آگے رکہدئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے داؤد کیا تجہے معلوم ہے کہ وہ مرد بزرگ کون تہے اور جب داؤد نے لاعلمی ظاہر کی تو خود ہی فرمایا کہ وہ خواجہ خضر علیہ السلام تہے۔ جو اس بہیس میں تجہے نظر آئے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ نے سلطان احمد شاہ بہمنی کو یہ نصیحت کی تہی کہ جو کچہہ میں نے تیرے حق میں کیا ہے وہ تو خوب جانتا ہے پس یہ سب لوگوں میں سے جو شریعت غرا کی پابندی کرے ان کی تو رعایت رکہہ اور رعیا ذا باللہ

اگر میرے فرزندوں میں سے کوئی شرع کا مخالف ہوجائے تو تو بھی اسکا مخالف ہوجا۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بندۂ نواز قدس سرہٗ حالتِ ذوق میں تھے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا۔ فعل کما شئت۔ یعنی جو کرنا چاہتا ہے کر۔ شرع تیرے مانع نہیں ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ جو کچھ ہونا ہے وہ ہوگا۔ لیکن میں اپنے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں چھوڑونگا۔ اور اسی پر ثابت قدم رہونگا آنحضرت نے جو کچھ کیا اور فرمایا وہی بجا لاؤں گا۔ اور جن امور کو منع فرمایا ان سے پرہیز کرونگا

مثنوی

محمد ابو الفتح گیسو دراز	بر تیغ بنی گشتہ او سرفراز
انیس نبی ہم جلیس علی	بسا سر نہاں از وشد جلی

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کو حضرت رب العالمین سے اجازت مل چکی تھی۔ کہ جب تک دنیا میں رہنا چاہتے ہیں اسوقت تک رہئے۔ آخرالامر جب کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے ایک رات خدا سے موت طلب کی تو خواجہ حبیب اللہ ابو المرشد مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسنی الحسینی قدس سرہٗ العینی کو یہ حال فوراً معلوم ہوگیا۔ وہ آگے کھڑے ہوگئے۔ اور کہا کہ قسم ہے آپ کو حضرت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کی! آپ اس ارادہ سے باز آیئے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے فرمایا۔ مرد جو کچھ اختیار کرتے ہیں اُس سے روگرداں نہیں ہوتے۔ تم نے کیسے سن پایا۔ کیا کہیں میرے دل کے نزدیک تو کھڑے ہوئے نہیں تھے۔ خیر خود کو معلوم رہنے دو۔ دوسرے سے نہ کہو۔

کیفیت وصال حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ نے اپنے انتقال کے پانچ روز پہلے مقبول الحضرت شاہ ید اللہ قدس سرہٗ کو اپنے پاس بلایا اور گودی میں لیا۔ اور فرمایا سید محمد حسینی فوت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور روح قالب سے باہر آئی اور مقبول الحضرت شاہ ید اللہ قدس سرہ کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے نماز اپنی نعش پر پانچ تکبیر دکیے ساتھ

ادا کی اس کے بعد آپنے فرمایا کہ اب تک کسی شخص نے مجہپر انا اللہ وانا الیہ راجعون نہیں کہا ہے میں کہتا ہوں۔ وہ ایسا کون ہے جو میری نماز پڑھے میں اپنی نماز آپ ادا کر چکا ہوں پس عمر شریف آپ کی ۱۰۵ سال ۴ ماہ اور ۱۲ یوم کی ہوئی تہی۔ روز دوشنبہ ۱۶ ار ذیقعدہ سنہ ۸۲۵ھ صبح کو آپ نے اپنے پاؤں بستر پر دراز کئے۔ اور دونوں ہاتہہ سینے پر رکھکر آنکھہ حق بین کہلی رکھی اور منتظر وقت تہے۔ جو سانس آتی ذکر کرتی ہوئی آتی جو جاتی وہ ہی ذکر کناں جاتی تہی۔ اس کی آواز اچھی طرح سب کے سنائی دیتی تہی۔ مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہٗ آپ کے بستر کے پاس بیٹھے ہوئے تہے۔ یکایک ایک صورت متجلی ہنستی ہوئی پیدا ہوئی اور حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمتہ اللہ علیہ کے لب پر لب رکہا۔ اسوقت حضرت کی آنکہوں سے پانی جاری ہوا اور منہہ سے ہی بہن (کف) نکلنے لگا۔ اسکو مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسینی رحمتہ اللہ علیہ نے حسب وصیت حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ چوس لیا اور پی گئے۔ بعدہٗ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی جان شیرین واصل بحق ہوگئی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت شاہ ید اللہ حسینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ عجب صورت تہی متجلی۔ کبریائی چادر کندہے پر اور حلۂ عصمت بدن میں۔ وہ حسن۔ وہ ناز۔ وہ ملاحت کہ ایک بوسہ میں نقد جان اس کی رونمائی ہوجائے۔ ملک الموت درمیان نہ تہے ان کی مجال نہ تہی کہ آئیں۔ قبض روح بے واسطے ہوئی۔ **بیت**۔

در کوی تو عاشقان چناں جاں بدہند	کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز۔

الغرض حضرت کی وصیت کے بموجب بہاء الدین امام نے غسل دیا اور مولانا سراج الدین نے پانی ڈالا۔ روح مبارک تو عالم تجرید کی سیر میں مصروف تہی جسم عنصری کو حسب رسومات زمانہ زیر خاک دفن کردیا ؎

محمد را فرو آرے چو در گور	زہے روح وزہے راحت سرائے

وراثت وسجادگی	حضرت نے اپنی زندگی ہی میں سب املاک واسعہ کا مالک اپنے بڑے

صاحبزادے کے فرزند حضرت شاہ سیف اللہ حسینی قدس سرہٗ کو بنایا تھا۔ لیکن تسبیح۔ مسواک۔ مصلیٰ۔ اور گادی وعصا اور اپنی سجادگی اپنے چھوٹے صاحبزادہ شاہ محمد اصغر حسینی عرف شاہ لہرہ قدس سرہ کو دی اور اپنا روضہ شریف بھی اُن ہی کے حوالہ فرمایا۔ اور حضرت شاہ قبولا حسینی قدس سرہ سے فرمایا کہ سید محمد اصغرؒ ہی چند دن کے مہمان ہیں۔ ان کے بعد ان سب کے تم ہی مالک ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت سید شاہ سیف اللہ حسینی قدس سرہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی زیارت کے لئے گئے اور وہاں دیکھا حضرت مخدوم زادہ میاں محمد اصغر قدس سرہٗ حضرت کی قبر پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے اسکی وجہ استفسار کی حضرت مخدوم زادہ موصوف نے کہا کہ بابا نے گھر وغیرہ تو تمہیں دیدیا اور اپنی قبر مجھکو عطا فرمائی اس لئے میں قبر پکڑے بیٹھا ہوں۔ یہ سنکر شاہ سیف اللہ قدس سرہ نے کہا کہ مجھے قبر دے دو اور آپ گھر لے لو اتنا کہکر بے اختیار رونے لگے اور حضرت سید شاہ محمد اصغر حسینی قدس سرہ کو لیجاکر گھر میں بٹھایا۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ عالم ظاہری سے عالم باطن کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت کے چھوٹے صاحبزادے میاں لہرہ قدس سرہ نے آسمان کی طرف نظر کرکے فرمایا کہ تمام ملایک میں دھوم مچی ہوئی ہے کہ روح سید محمد قدس سرہ آرہی ہے۔

تاریخ وفات | تاریخ وفات حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ مخدوم دین و دنیا۔ (۸۲۵) سے نکلتی ہے۔ علاوہ بریں اس شعر میں ؎

سنش عادل تولد وارث جود	وفاتش دان کہ تاج المرسلین بود
۱۰۵　۷۲۰ سن	۸۲۵

حضرت کی عمر مبارک و سنہ ولادت و تاریخ وفات ہر سہ برآمد ہوتے ہیں۔

تعمیر روضہ مبارک | حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی رحلت فرمانے کے دس سال بعد گنبد مبارک کی تیاری احمد شاہ بہمنی نے زیر اہتمام و نگرانی حضرت سید شاہ سیف اللہ حسینیؒ

آغاز کی جو سلطان علاء الدین فرزند سلطان احمد کے زمانہ میں ختم ہوئی۔ سات سال کی مدت میں گنبد مذکور مع گلابہ اندرونی تیار ہوا ابراہیم قطب شاہ بادشاہ تلنگ نے بیرونی گلابہ کرایا۔ اور سلطان محمود عادل شاہ بیجاپوری نے ۱۰۵۵ھ میں قدیم کلس کو نکال کر آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت سید محمد اکبر حسینی قدس سرہ کے گنبد پر چڑھا کر نیا کلس آپکے گنبد مبارک پر چڑھایا۔ اور افضل خان سپہ سالار بادشاہ بیجاپور نے دروازہ پائیں و مسجد بیرون و سرائے تعمیر کرائی۔ اور عالمگیر بادشاہ نے مسجد اندرون درگاہ و سماع خانہ حجرے اور حوض مسجد تعمیر کرایا۔ مگر حوض مذکور مسجد کے مقابل تھا جسکو بعہد سجادگی حضرت سید شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہ بند کرا کر جدید حوض جو اسوقت موجود ہے تیار کرایا گیا۔ جس کے اخراجات میں تقریباً دس ہزار روپیہ اُٹھے۔

فصل دوم در ذکر فضائل و شمائل و اوراد و روش حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ

متابعت شریعت و رغبت سماع

حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ ارکان دین کے بہت پابند تھے شریعت کے خلاف کوئی فعل آپ سے سرزد نہیں ہوتا تھا۔ دائرہ سنت جماعت سے کبھی باہر قدم نہ دھرتے تھے۔ چنانچہ ضرب الامثال میں جو خود حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف منیف ہے اسطرح تحریر فرماتے ہیں "عقیدہ من عقیدہ اہل سنت و جماعت است نہ ہمہ می گویند حقیقت سر است۔ من کہ محمد حسینی ام میگویم شریعت سر است زیرا کہ حقیقت از زبان حیدریان و قلندران و ملحدان و زندیقان شنیدہ ام بلکہ از زبان جوگیاں و برہمنان ہم شنیدہ۔ اما شریعت سر است" لوگوں کے ساتھ آپ بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ ریاضت و شغل میں آپ نہایت جفاکش تھے۔ طالبان حق کو اراکان دین کے مطابق آپ ہدایت فرماتے تمام دنیوی امور کو احکام و ہدایات اولیا کے مطابق بجالاتے۔ مختلف مذاہب کے جھگڑوں سے آپ کو بالکل سروکار نہ تھا۔ کسی کام اور

نمبر (۹) نقشہ روضہ مقدس حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز واقعہ گلبرگہ شریف

دروازہ پایئں روضہ

روضہ حضرت خواجہ بندہ نواز
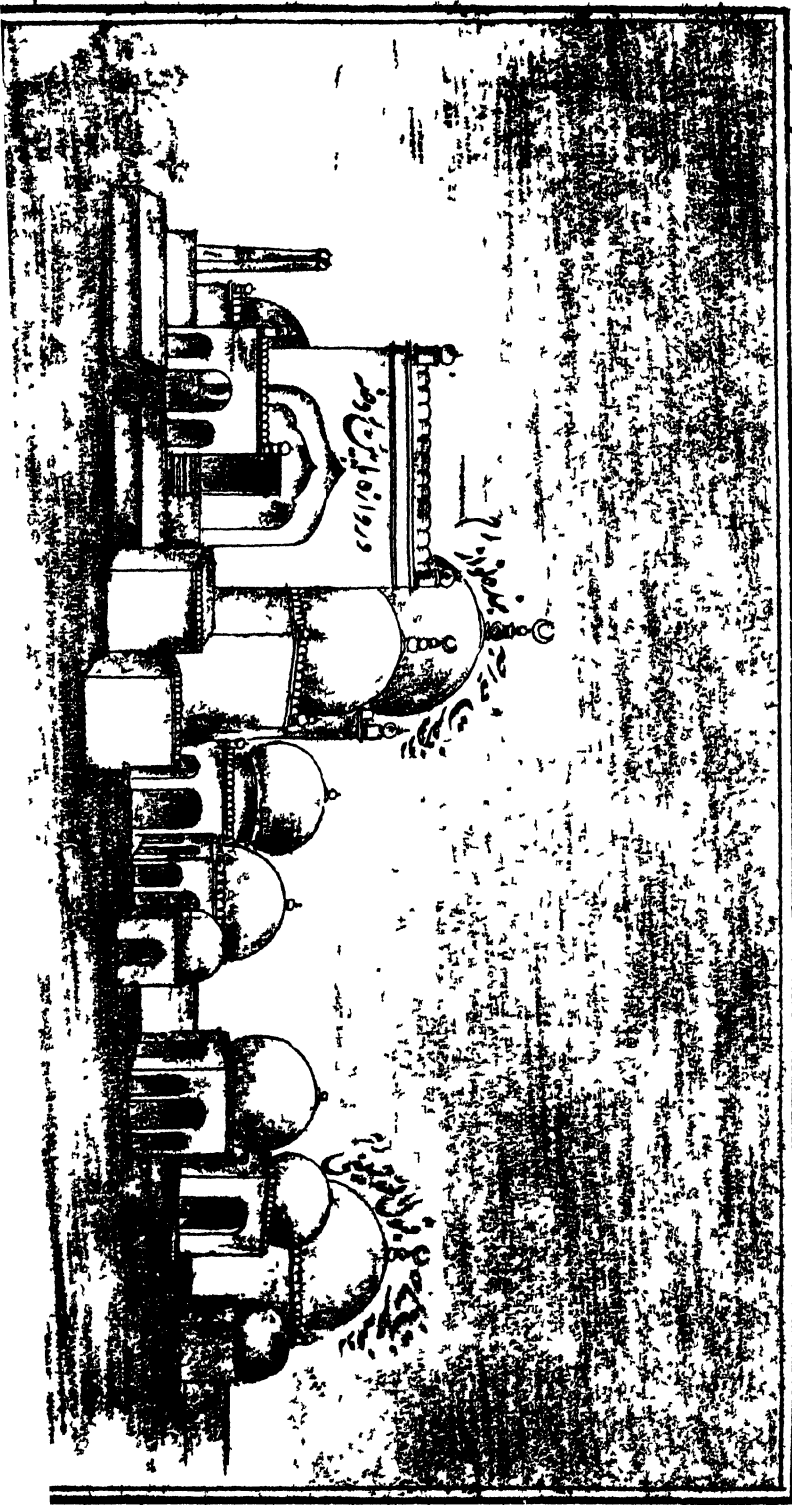
کسی بات میں شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف نہیں کرتے ۔ پانچوں وقت برابر جماعت سے نماز ادا کرتے رہتے کبھی تنہا نماز نہیں پڑھی ۔ گلبرگہ میں مولانا بہاء الدین امامت کرتے اور مولانا قطب الدین اذان دیا کرتے تھے ۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ ہر روز بلاناغہ حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد کا ورد رکھتے اور اپنے مریدوں کو بھی انہیں اوراد کے پڑھنے کی تاکید فرماتے ۔ جب کبھی مولانا نور الدین تلقین ذکر کے لئے التماس کرتے تو یہی فرماتے کہ شیخ موصوف کے اوراد کا ہی ورد رکھو ۔ ان اوراد کے علاوہ قرآن مجید کی تینتیس آیات ہر نماز صبح و عشا کے بعد پڑھتے تھے ۔ اواخر عمر میں مخدوم زادہ میاں ید اللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے بہ آواز بلند پڑھا کرتے نماز عصر کے بعد دعا استفتاح بلاناغہ پڑھتے مگر آخر عمر میں اسکو بھی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے سامنے مخدوم زادہ موصوف باواز بلند پڑھا کرتے تھے ۔ دعا ختم ہونے کے بعد مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہٗ کو بغل میں لیتے اسوقت اہل باطن کہتے ہیں کہ مقبول الحضرت پر دلی راز کا انکشاف ہوتا تھا ۔ روزانہ ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہٗ کی وصیت کے مطابق قرآن مجید کے ایک سپارے کی تلاوت کرکے اسکا ثواب آپ کی روح پاک کو بخشتے تھے ۔ جب ایام ضعیفی میں آپ کو کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی تو فرض اور نفل رکعتیں سب بیٹھکر ادا کرتے ۔ ہمیشہ دوپہر میں کیقدر قیلولہ فرماتے اور یہ فرماتے تھے کہ وہ صوفی جو قیلولہ نہ کرے اسکو سمجھنا چاہئے کہ اس کی نیت شب بیداری کی نہیں ہے ۔ تمام رات سونا چاہتا ہے تہجد کے بعد ذکر فرماتے تھے ۔ ذکر اکثر حلقہ میں ہوا کرتا ۔ کثرت سے روزے رکھتے ۔ جمعہ کا غسل فرمائے نماز جمعہ مسجد میں پڑھتے تھے ۔ مسجد میں جاتے ہی پہلے ۲ رکعت نماز پڑھتے اور بعدہٗ مراقبہ فرماتے تھے ۔ چشتیوں کے طریقہ پر سماع سے آپ کو بہت رغبت تھی بتشبہ سید نصیر رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ برہان غریب قدس سرہٗ کے پاس جن سے آپکا قریبی رشتہ تھا سماع کے لئے جایا کرتے تھے ۔ دہلی میں جب آپ نے شروع شروع سماع جاری کیا تو مریدان واثق و معتقدان راسخ جوان

مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ سب کے سب وجد میں اگر بیخودی کی حالت میں سر بسجود ہوجاتے تھے۔ یہ حالت بعضوں کو ناپسند ہوئی۔ انہوں نے بادشاہ وقت سے شکایت کی کہ حضرت کی مجلسوں میں شور و غل بہت ہوتا ہے۔ اور خلاف شرع سجدہ کئے جاتے ہیں۔ چوں کہ اس میں فساد کا اندیشہ تھا۔ لہذا فیروز شاہ نے حکم دیا کہ آیندہ سے سماع خلوت میں ہوا کرے۔ چنانچہ اسوقت سے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ مخدوم زادوں اور یاروں کو لیکر سماع حجرہ میں فرمانے لگے۔ اور یہی رواج ابتک جاری ہے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کسی تقریب میں گانے بجانے کی مجلس ہوتی تو اس میں برابر شریک ہوتے تھے۔ جو لوگ آپ کے پاس تحصیل علم کے لئے آتے تھے ان میں سے بعض کو صبح میں اور بعض کو بعد نماز ظہر تلاوت قرآن شریف سے فارغ ہو کر درس دیتے۔ اکثر لوگ علوم حدیث و تفسیر و سلوک کی تعلیم پاتے تھے۔ اور بعضے علم کلام اور فقہ پڑھتے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اگر کوئی کتاب تصنیف کرنی ہوتی تو اسکو لکھتے۔ خانقاہ میں جب سماع ہوتا تو ہر دو مخدوم زادے وہاں بیٹھے رہتے۔ اور حضرت بھی اپنے حجرہ سے باہر آکر سماع سنتے اور بعض وقت جب وجد میں آجاتے تو مخدوم زادہ سید احمد رحمتہ اللہ علیہ حضرت کو ادب و تعظیم کے ساتھ سماع سے باز رکھتے اور حجرہ میں لیجاتے تھے۔ سوائے حضرت سید احمد قدس سرہ کے اور کوئی شخص حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو سماع سے باز نہیں رکھ سکتا تھا حالانکہ یہ امر حضرت کے ناپسند خاطر تھا مگر سید احمد رحمتہ اللہ علیہ بخیال ضعف پیری و غلبۂ حال کے حضرت کو سماع سے باز رکھتے تھے۔ تاکہ آپ پر کوئی صدمہ نہو۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ جانوروں کی بولی بھی سمجھتے تھے۔

ذکر طعام خانقاہ میں حضرت کے لئے ہمیشہ ایک سیر آٹے کی آٹھ روٹیاں بنکر دستر خوان پر آتی تھیں۔ حضرت روزانہ آدھی روٹی سے کبھی زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے اور پینے کے لئے پانی ایک لوٹے میں رکھا جاتا تھا جو حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی

قدس سرہ کا مرحمت شدہ تہا۔ اُسی پانی سے ہاتہہ دہوتے۔ غرغرہ کرتے اور وہی پیتے ہتے اس سے زیادہ کبہی استعمال میں نہیں آیا۔ فواکہات میں خربزہ رغبت سے کہاتے ہتے ایک وقت لوگوں نے چاہا کہ دیکہیں کسقدر کہاتے ہیں مگر کبہی ربع یا نصف سے زیادہ نہیں کہایا۔ حضرت پان بہی کہاتے ہتے مگر ماہ صیام میں مطلق ترک کردیتے تہے اور فرماتے تہے کہ ماہ رمضان میں میرے پیر مرشد پان نہیں کہاتے تہے اس لئے میں بہی نہیں کہاتا ہوں۔

طریق بیعت حضرت خواجہ رکن رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت کا یہ طریق تہا کہ جو کوئی آپ کے پاس بیعت کی غرض سے آتا تو اوس کے ہاتہہ پر آپ اپنا دست مبارک رکہتے اور فرماتے کیا تو اقرار کرتا ہے اس ضعیف کے ساتہہ اور اس ضعیف کے خواجہ اور خواجہ خواجہ کے ساتہہ اور مشائخین طبقات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتہہ اپنی آنکہہ اور زبان کی گواہی سے کہ شرع شریف کی راہ پر ثابت قدم رہیگا۔ کیا یہ تجہکو قبول ہے۔ وہ کہتا کہ میں نے قبول کیا۔ جب اقرار اس سے لے لیتے تو فرماتے الحمد للہ۔ ہاں شکر اس بات کا ہے کہ ایک شخص طریقہ خواجگان میں داخل ہوا۔ یہ فرماتے ہوئے اپنا دست مبارک اٹہا لیتے اس وقت مرید اپنے مرشد کے چہرہ کو بغور دیکہکر اپنے خیال میں اسکو جما لیتا۔ پہر حضرت ممدوح تکبیر فرماتے ہوئے مقراض ہاتہہ میں لیکر سیدہی جانب بناگوش کے اوپر کے چند بال کترتے اور اس کے بعد بائیں جانب کے بہی چند بال کترکر تکبیر فرماتے ہوئے کلاہ اس کے سر پر رکہتے۔ کلاہ پہننے کے بعد وہ وہاں سے جاکر دوگانہ نماز ادا کرتا۔ اس کے بعد دستار یا عمامہ باندہکر واپس آکر حضرت کا قدمبوس ہوتا۔ زاں بعد حضرت اسکو پانچ وقت نماز جماعت سے پڑہنے کی تاکید فرماتے اور دوسری نمازیں وغیرہ پڑہنے کی اسکو ترکیبیں بتلاتے اور ہر مہینہ ایام بیض کا روزہ رکہنے کے لئے فرماتے۔ اگر کوئی عورت مرید ہونا چاہتی تو ایک پیالہ میں پانی بہر کر طلب کرتے اور اپنی شہادت کی انگلی کا کچہہ حصہ اس میں ڈبوتے اور وہ عورت بہی دوسری جانب اسیطرح اپنی شہادت کی انگلی ڈبوتی بعدہ بیعت کراکر وہی پانی

اُس عورت کو پینے کے لئے دیتے۔ اس کے بعد رومال یا دامنی اس کے سر پر رکھتے۔ اگر عورت حضرت سے پردہ کرنے والی ہوتی تو درمیان میں چادر ڈالتے اور پانی کا پیالہ بیچ میں رکھدیتے یا کسی محرم کو اپنا وکیل بناکر بطریق مذکور بیعت کراتے۔

بادشاہ کی تواضع حضرت اقدس ہمیشہ نہالچہ پر نشست فرماتے اور کوئی شخص سوائے بادشاہ کے اسپر نہیں بیٹھتا۔ جب بادشاہ آنا چاہتا۔ تو قبل ازیں کہلا بھیجتا کہ میں فلاں روز حاضر خدمت ہوں گا۔ اس روز حضرت کے یہاں کھانا تیار کرایا جاتا۔ سلطان کھانا کھاکر واپس جاتا اور کچھہ تبرکاً اٹھا رکھتا اور اپنے گھر لیجاتا۔

سالگرہ مبارک مولانا محمد علی سامانی نے اپنی کتاب سیر محمدی میں جو ۸۳۱ھ میں تصنیف کی ہے لکھا ہے کہ ۸۱۸ھ میں ۴ ماہ رجب کو حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے تمام یار و اصحاب قاضی راجہ ۔ شیخ زادہ شہاب الدین خواجہ احمد دبیر۔ مولانا ابوالفتح و قاضی سیف الدین وغیرہ نے دن کے آٹھہ بجے حضرت کے آگے نذرانے پیش کئے جن میں سے بعض بنام صدقہ و بعض بنام مبارکباد تھے۔ محمد علی سامانی نے لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ روز حضرت کی سالگرہ کا تھا۔ اس سال حضرت کے سن شریف کے ۹۷ سال پورے ہوکر ۹۸ سال کا آغاز ہوا تھا۔ محمد علی سامانی نے دریافت کیا کہ سالگرہ کی ضیافت کون کرتے ہیں تو مولانا بہاء الدین امام و مولانا سراج الدین خادم و مولانا نورالدین و مولانا دانیال قدس سرہم وہاں موجود تھے اُنہوں نے کہا کہ قبل ازیں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی والدہ بی بی رانی بزرگ قدس سرہا آپ کی سالگرہ کی ضیافت کرتی تھیں۔ جب آپ نے رحلت فرمائی تو بی بی رضا خاتون قدس سرہا اس کام کو انجام دینے لگیں۔ جب آپ نے بھی رحلت کی تو اب حضرت کی صاحبزادی بی بی بتول قدس سرہا ضیافت فرمایا کرتی ہیں۔ یہ سنکر محمد علی سامانی نے بھی چند سکے چاندی کے رائج الوقت حضرت کی خدمت میں لیجاکر پیش کئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آیا یہ صدقہ ہے یا مبارک باد۔ اُنہوں نے عرض کی

کہ یہ مبارکباد ہے۔ پس اس رقم کو حضرت نے الگ رکھہ دیا۔ جو رقم بطور صدقہ کے دیجاتی تہی اسکو الگ رکھہ کر فقرا کو دیتے تہے اور جو رقم بطور مبارکباد دیجاتی۔ اسکو الگ رکھکر خود صرف کرتے تہے۔ اس موقع پر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے مولانا محمد علی سامانی سے اسطرح مکالمہ فرمایا کہ مولانا لوگ یہ کہکر کہ فلاں شخص اتنے سال کا ہوا بہت خوش ہوتے ہین۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ درازی عمر میرے لئے ایک بلائے عظیم ہے۔ اگر طوالت عمر نیک ہوتی تو خدا تعالی اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرحمت فرماتا آنحضرت صلعم کو دو چیزین نہیں عطا ہوئیں۔ ایک کو بصراحت اور دوسرے کو بکنایہ فرمایا۔ جو صراحت سے فرمایا وہ یہ تہا۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ اور کنایتاً جو فرمایا وہ یہ تہا ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق یعنے جس کسی کو میں عمر دراز دیتا ہوں تو اس کو لوگوں میں خوار و ذلیل کرتا ہوں یا اسکو نقصان پہنچاتا ہوں۔ اور نہیں چاہتا ہوں کہ اپنے دوست کو لوگوں میں خوار کرکے پہرائوں یا اسکے قوتوں میں نقصان پہنچائوں اور یہ بہی فرمایا۔ مولانا! میں نہیں سمجھہ سکتا ہوں کہ اسقدر بڑی عمر مجہے کس لئے عطا ہوئی ہے۔ میں نے کبہی خدائے تعالی سے سوائے ایک وقت کے درازی عمر کی درخواست نہیں کی تہی اور یہ بہی اسوقت کی جبکہ حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود اودہی قدس سرہ اس جہان فانی سے رحلت فرما چکے اور رحلت فرمانیکے قبل اپنی خلافت مجہکو عطا کی مگر اسکا علم آپ کے ہمشیرہ زادے مولانا زین الدین قدس سرہ کو نہ تہا۔ اسلئے حضرت ممدوح کے وصال کے بعد انہوں نے خلافت کی نسبت مخالفت کی اور اسوقت یہ کہا کہ جو کوئی حضرت شیخ الاسلام ممدوح کا خلیفہ ہوگا وہ شیخ موصوف کی مانند لوی عمر پائیگا۔ اور انہیں کیطرح بندگان خدا کو تلقین وارشاد کریگا۔ اور سلسلہ مشائخی اس سے جاری رہیگا۔ جب یہ کلمات میں نے ان سے سنے تو البتہ اسوقت میرے دل میں گذرا کہ اگر خدا تعالی مجہے بڑی عمر دے تو بہتر ہوگا۔ تاکہ میری خلافت کا ثبوت ان لوگوں کو ملجائے حالانکہ انکا یہ کہنا بجائے خود درست نہ تہا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب

قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آج کے روز میری عمر بھی حضرت شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود قدس سرہ کی عمر کے مساوی ہوچکی یعنے آپ کی عمر شریف ہنگام رحلت ۹۰ سال کی تھی۔

اہتمام عرس اولیائے کبار اسلام | حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ بلاناغہ بزرگوں کا عرس کرتے تھے۔ ۱۲۔ ربیع الاول کو عرس حضرت سلطان صوفیان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم چودھویں ماہ مذکور کو عرس شریف حضرت شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ۔ اٹھارویں کو اپنے چھوٹے بھائی سید احمدؒ کا عرس کرتے تھے۔ جنکا بچپن ہی میں انتقال ہوا تھا۔ پندرھویں ربیع الاخر کو عرس مخدوم زادہ بزرگ حضرت محمد اکبر قدس سرہ۔ اٹھارھویں ماہ مذکور کو عرس شیخ الاسلام شیخ نظام الدین محمد بدایونی رضؓ سلخ ربیع الاخر یا غرہ جمادی الاول کو اپنے بڑے بھائی سید نجم الدین حسینی عرف سید چندا رحمتہ اللہ علیہ کا عرس کرتے۔ ۳ رجب کو عرس حضرت خواجہ اویس قرنی قدس سرہ۔ ۴ ماہ رجب کو عرس حضرت بی بی فاطمہ عرف ستی بی بی دختر بزرگ۔ ۱۴۔ رجب المرجب کو عرس حضرت امیر المومنین امام حسن علیہ السلام ۶ رمضان المبارک کو عرس شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری قدس سرہٗ۔ ۱۸ ماہ رمضان کو عرس حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہٗ ۱۹۔ کو عرس امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰۔ کو عرس حضرت فاطمہ کبریٰ علیہا السلام ۵ ماہ شوال کو عرس اپنے والد امجد حضرت سید یوسف عرف سید راجہ قدس سرہٗ کا فرماتے۔ ۱۳۔ ذیقعدہ کو اپنی والدہ بی بی رانی صاحبہ قدس سرہٗ کا عرس کرتے۔ ۵ ماہ محرم کی شب کو عرس حضرت شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہٗ ۱۰ محرم کو عرس سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام کرتے۔ ان کے علاوہ لیلۃ القدر شب برات اور عیدین کو بعد نماز اور آخری چہار شنبہ کے روز ہمیشہ کندوری کرتے تھے۔

فصل سوم در ذکر اولاد و احفاد حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ

مقدمہ اول۔ در ذکر اولاد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ

اولاد حضرت۔

حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ العزیز کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں

حالات فرزند اکبر

بڑے فرزند زبدۂ اصحاب شریعت قدوۂ ارباب طریقت سید دارین حضرت سید شاہ حسین محمد حسنی الحسینی المعروف بہ سید محمد اکبر قدس اللہ سرہ العزیز جنکو میاں بڑے بھی کہتے ہیں آپ کی فضیلتیں بے شمار ہیں۔ جب آپکا سن شریف سات سال کا تھا تو ایک دن حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس اللہ سرہ کے پاس گئے۔ اور عرض کی کہ صوفی کہتے ہیں کہ ہم نے یہ یہ دیکھا پس آپ مجھے بھی بتلائے مجھے اس کا بہت شوق ہے۔ حضرت اُس روز سے مخدوم زادۂ بزرگ کو سیر و سلوک ارشاد فرمانے لگے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے مخدوم زادہ بزرگ سے پہلے پہل مراقبہ کرایا اُسوقت ان کی خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ عند الملاقات خواجہ خضر علیہ السلام نے فرمایا چاہو جو چاہتا ہے۔ مخدوم زادہ نے جواب دیا کہ میری مطلوبہ وہ شئے نہیں ہے جو تم مجھے دے سکو۔ یہ فرما کر حق کے ساتھ مستغرق ہو گئے۔ خواجہ خضر علیہ السلام یہ دیکھکر مرحبا کہتے ہوے چلے گئے۔ مخدوم زادۂ بزرگ کی عمر سولہ سترہ برس کی ہوگی کہ ایک وقت آپ حضرت شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد مبارک میں تشریف لے گئے اور وہاں توجہ کی۔ حضرت شیخ رح قبر سے باہر تشریف لاکر روبقبلہ بیٹھے تمام رات مخدوم زادہ موصوف حضرت افضل المشائخ کی حضوری میں رہے۔ حالانکہ حضرت کا جلال ایسا تھا کہ آپ پر اسکا بہت کچھ رعب پڑتا تھا مگر آپ نے مستقل مزاجی سے کام لیا اور بہت سی نعمتیں حاصل کیں۔ جب واپس ہونے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ ماشاء اللہ بہت مضبوط لڑکا ہے۔

ایک دن جاڑے کے موسم میں بعض یاران کبار مخدوم زادہ بزرگ کے پاس بیٹھے ہوے تھے۔ سامنے انگیٹھی دہری تہی۔ سب کو یکساں گرمی پہنچ رہی تہی۔ مولانا علاء الدین گوالیری و مولانا بہاء الدین امام سے مخدوم زادہ بزرگ نے فرمایا کہ مجھے اپنے مقصود سے کوئی پردہ نہیں ہے۔ میں جس وقت چاہتا ہوں اپنے مقصود کو دیکھہ سکتا ہوں۔ اگر اعتبار نہو تو تم بہی دیکھہ لو۔ انہوں نے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ مخدوم زادہ بزرگ نے انہیں دکہا دیا۔ غرضکہ وہ بہی مستفید ہوئے۔

اوائل میں جب مخدوم زادہ کو راہ کشف حاصل ہوئی۔ اور حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسکو بیان کیا۔ حضرت سیر و سلوک و بعض کشوفات کو سمجہکر انپر بہت مہربان ہوے اور یہ فرماتے تہے کہ میری اتنی عمر ہوئی ابتک محمد اکبر سا صوفی میں نے کسیکو نہیں پایا اور نہ کوئی مرید اپنے پیر سے بہتر ہوا۔ الا بجز دو شخصوں کے۔ ایک شیخ الاسلام شیخ قطب الدین قدس سرہ اپنے پیر شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے دوسرے محمد اکبر میرے سے جب آپ کو احوال و مقامات سے واقفیت ہوئی اور اسرار الہی معلوم ہوے تو آپ نے بہت جلد مراتب اعلی حاصل کئے۔ قدیم سے جو لوگ محنت و مشقت کرتے تہے وہ لوگ آپ کو دیکہکر حسد کرتے تہے کہ انہیں اتنے جلد ایسے مقامات کسطرح حاصل ہو گئے

کیفیت وصال نقل ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ ایک دن حجرہ میں تہے باہر سماع ہو رہا تہا۔ قوال یہ ابیات گانے لگا ؎

اے باد بہار عنبرین بوے	دریاے لطافت تو عیرم
آنکس کہ بجز تو کس ندارد	در ہر دو جہان من آن فقیرم
اے مونس روزگار سعدی	رفتی و نہ رفتی از ضمیرم

اسوقت حضرت کفش پہنکر حجرہ کے باہر آئے اور بڑے ذوق سے سننے لگے اور سنتے سنتے اسقدر محو ہوے کہ بیہوش ہو گئے۔ یہان تک کہ سیاہ پتلی آنکہہ کی غائب ہو گئی۔ دیدے بالکل

سفید ہو گئے اور منھ سے بہین نکلنے لگا۔ اس حالت میں آپ نے پیراہن مبارک کا دامن لپیٹ کر پرواز کرنیکا قصد کیا۔ بقول بعضے آپ دو تین گز زمین سے بلند ہو گئے۔ وہاں خواجہ خضرؑ حاضر تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھکر مخدوم زادہ میاں بڑے سے فرمایا کہ ایسے ولی ہاتھ سے جائینگے تو ہاتھ نہ آئینگے۔ یہ سنتے ہی مخدوم زادہ نے جھٹ حضرت کا دامن پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا۔ حضرت کو رکاوٹ معلوم ہوئی تو غضبناک ہو کر فرمایا کہ تو کون ہے جو میرے اور میرے دوست کے درمیان آیا۔ اس کے سنتے ہی میاں بڑے پر ہیبت طاری ہوئی۔ خوف زدہ ہو کر کانپنے لگے اسیوقت درد شکم بھی شروع ہوا۔ اور اسی درد سے چند روز کے بعد چہارشنبہ کے روز بتاریخ ۱۵ ماہ ربیع الآخر ۸۱۲ھ میں اس جہان فانی سے دارالبقا روانہ ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے انہیں غسل دیا اور ان کی والدہ حضرت بی بی رضا خاتون قدس سرہا کے بازو میں دفن کیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی عمر میں دو ہی شخصوں کو غسل دیا ہے ایک تو حضرت پیر و مرشد کو ان کی وصیت و حکم کے مطابق۔ دوسرا محمد اکبر کو۔ سوم کے بعد حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی قبر پر گنبد تعمیر کرنے کے لئے معماروں کو طلب کر کے گنبد کی بنا ڈالی اور تعمیر شروع کرا دی ہنگام تعمیر روزانہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ خود تشریف لیجا کر کام کی نگرانی فرماتے تھے اور جسوقت حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ مخدوم زادۂ عالیشان کی زیارت کے لئے آتے تو دہلیز کو چوم کر قبر انور کا تین دفعہ طواف کرنے کے بعد قبر شریف کے پاس بیٹھتے اور ختم قرآن شریف کر کے دعا مانگتے۔ اور دعا سے فارغ ہو کر اکثر گنبد گرامی کے چبوترے پر بیٹھکر مخدوم زادہ غریق رحمت کے فضائل بیان فرماتے تھے۔

مراتب علیہ ایک دن سید کمال بہرورج و بعض خلفاء نے حضرت سے پوچھا کہ یہ تو آپ کے فرزند ہیں۔ پھر کیوں ان کی اسقدر تعظیم کیجاتی ہے۔ حضرت نے اسوقت ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں سید محمد اکبر کی قبر کے آگے سر زمین پر رکھتا ہوں۔ اسکا سبب یہ نہیں ہے

کہ وہ میرا فرزند ہونے سے محبت پدری کے جوش میں مجھہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے نہیں بلکہ محمد اکبر مستحق اسی کے ہیں۔ کہ ان کی ایسی ہی تعظیم کیجائے۔ اگر میں بغیر استحقاق انکے اسقدانکی تعظیم وتحریم کروں تو فردا ے قیامت میں تمام عرفاد اہل اللہ میرے دامن گیر ہوجائینگے۔ سچ تو یہ ہے کہ محمد اکبر کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ خداوند تعالی کے عرش کے نیچے سات شخص پہرہ دے رہے ہیں۔ اُن میں کا ایک محمد اکبر بھی ہے۔ علاوہ اس کے جو مقام کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ہے اوس مقام علی کی دربانی حضرت سرور الاولیا امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کرتے ہیں اور محمد اکبر وہاں خدمت فراشی پر متعین ہیں غرضکہ محمد اکبر کے مراتب اسقدر بلند ہیں کہ میں اگر انکا باپ اور بزرگ ہوتا تو ان کی ابریق برداری کرتا۔

کشف وکرامات۔ جب مولانا ابو الفتح حضرت خواجہ بندہ نواز علیہ الرحمہ کی قدمبوسی کے لئے گلبرگہ آئے اور مشرف ہوکر تیسرے دن عرض کی کہ اگر حکم ہو تو مخدوم زادہ بزرگ کی زیارت کروں۔ حضرت نے پوچھا کہ کیا تم محمد اکبر کو جانتے ہو۔ جسوقت میں گرالیار مین آیا تھا اُسوقت تمہارا چچا سخت بیمار تھا اور تمہارے والد میرے پاس آئے تھے۔ کہ میں اسکی صحت کیلئے دعا کروں۔ میں نے کہدیا تھا کہ عمر اس کی تمام ہوچکی ہے۔ لیکن محمد اکبر نے اسوقت مجھہ سے کہا کہ بیشک اس کی عمر تمام ہوچکی ہے۔ مگر محمد اکبر کو میں ٹنکہ دیں تو دس سال کی عمر اسکی زیادہ ہوجائیگی۔ میں نے کہا کہ مولانا علاء الدین سے کہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ کہتا ہوں مگر مشکل یہ ہے کہ اگر انکا بھائی تندرست ہوجائے تو انہیں ضرور گمان ہوگا کہ یہ لوگ دہلی سے شکستہ حال آئے ہوے ہیں۔ حرص سے یہ بات کہی۔ درحقیقت اس کو بیماری سے صحت حاصل ہوگی۔ اور مولانا سے یہ بھی آپ نے فرمایا کہ جس روز شیخو مردود نے جو پہلے خادم تہا اور آخر راندہ ہوا۔ میاں محمد اکبر پر سحر کرکے کوئی چیز محل میں دفن کردی تہی۔ جب میں محمد اکبر کے دیکھنے کو گیا اور دریافت کیا کہ تمہیں کیا تکلیف ہے تو کچھہ بیان نہیں کیا۔ بالآخر جب بہت اصرار کیا گیا تو اونہوں نے کہا کہ فلاں شخص نے مجھپر سحر کیا ہے اور فلاں محل کے فلاں مقام پر

دفن کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت لوگوں کو بھیجکر دیکھا گیا تو وہیں سے وہ چیز برآمد ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک دن مولانا ابو الفتح نے حضرت خواجہ بندہ نواز قبلہ ارانہ و نیاز قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی کہ آجکی رات میں نے مخدوم زادہ بزرگ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھے یہ ذکر تلقین فرمایا (کوئی ہوگا) حضرت نے اس ذکر کو سنکر فرمایا کہ وہ تیر نہایت مہربان ہیں۔ میں نے یہ ذکر سوائے ان کے کسیکو نہیں بتلایا تھا۔

تصانیف - مخدوم زادہ بزرگ نہایت عالم اور فاضل تھے۔ آپ نے کئی ایک کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے مشہور رمعارف عربی۔ درعلم نحو۔ شرح ملتقطہ۔ رسالہ اباحت سماع۔ رسالہ اباحت پوشیدن کفش درمسجد۔ مقامات صوفیاں عربی۔ تعریف ملکی۔ شرح مواقف۔ شرح مسئلہ رسالہ پارسی درعلم صرف۔ جوامع الکلم۔

شادی مخدوم زادہ بزرگ کی شادی سلطان علاء الدین خلجی کے بھائی خاتم خان کے نواسہ ملک چھجو کی لڑکی سے ہوئی۔ ایک فرزند مخدوم زادہ میاں سفیر اللہ رحمتہ اللہ تھے جنکی شادی مخدوم زادہ خرد کی دختر بلند اختر سے ہوئی۔ اور ایک صاجبزادی تھیں۔ جو میاں کلمتہ اللہ حسینی رحمتہ اللہ علیہ عرف شاہ کمتو حسینی سے بیاہی گئیں۔

حالات فرزند اصغر (۲) چھوٹے صاجبزادہ شیخ اعظم مقتدا اکرم جمال الملت والدین سید یوسف المعروف سید محمد اصغر حسینی قدس سرہ جنکو میاں لہرہ[۱] بھی کہتے ہیں۔ آپ کے فضایل بھی حیز تحریر اور معرض تقریر سے متجاوز تھے۔ بعض صوفیوں کا بیان ہے کہ جب آپ کی عمر سات سال کی تھی تو آپ اسوقت فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے مجھے خدا تعالی کو بتلایا اور میں نے خدا تعالی کو دیکھا ہے۔ اسی زمانہ میں مرید ہوئے آپکو کشف و تجلیات جلالی و جمالی ہر دو حاصل تھے۔ جب لوگ آپ کی کرامتوں کو دیکھتے تھے تو یک زبان ہوکر کہتے تھے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے بعد مخدوم زادہ خرد ہی سجادہ نشین و مقتدء ہدایت ہونگے۔ اس کے لیئے انہی کی ذات موزوں و مناسب ہے۔

[۱] لہرہ زبان ہندی میں چھوٹے کو کہتے ہیں۔

ایک روز مولانا ابو الفتح نے آپ سے عرض کی کہ میرے والد علاء الدین گوالیریؒ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت و نیز مخدوم زادۂ بزرگ ان پر بہت لطف و شفقت فرماتے تھے۔ اگر اس بندۂ ناچیز پر جناب کا لطف و کرم ہو جائے اور وہ اسرار جو حضرت کو خواجہ بندہ نواز حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئے ہیں ان میں سے کچھ مرحمت ہوں تو بعید از بندہ نوازی نہوگا۔ مخدوم زادہ خرد نے فرمایا کہ تم کو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے کسی سر معرفت کے بتلانے میں کوتاہی نہیں کی۔ جو کچھ آنجناب نے تمہیں بتلایا ہے کیا وہ کچھ کم ہے۔ خیر آج کے روز جماعت خانہ میں رہنا میں تم سے کچھ کہونگا۔ غرض کہ مولانا جماعت خانہ میں منتظر تھے۔ بعد از نماز عصر مخدوم زادۂ خرد گھر سے باہر تشریف لائے اور کھڑے ہوکر ابو الفتح کو آواز دی۔ ابو الفتح دوڑے مخدوم زادہ خرد نے ان کو اندر بلالیا اور انکا ہاتھ پکڑکر بالا خانہ پر لے گئے۔ اور ہر ایک چیز کی حقیقت کشف کرنیکا ذکر تلقین فرمایا۔ جب آپ اسطرح مشغول تھے ناگاہ مخدوم زادہ میاں یمین الرحمن وہاں چلے گئے اور بچوں کی عادت کے مطابق کسی چیز سے کھیلنے لگے اور بہت شور کر رہے تھے۔ مخدوم زادۂ خرد کو تفرقہ ہوا۔ اسی وقت میاں یمین الرحمن کو پکڑکر بالاخانہ سے زمین پر پٹک دیا صحن خانہ میں ان کے گرتے ہی ایک دھماکا ہوا۔ گھر میں جو لوگ تھے دوڑے اور میاں یمین الرحمن کو اٹھا لیا۔ اور دیکھا تو ان کو کوئی صدمہ یا چوٹ نہیں لگی تھی۔ شیخ ابو الغیاث خادم خانقاہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کا بیان ہے کہ مخدوم زادہ میاں محمد اصغر قدس سرہ کے پاس ایک فقیر ہمیشہ شب میں کھانا مانگنے کے لئے آتا تھا آپ بالاخانہ پر ہی رہتے تھے۔ وہیں سے بغیر مدد رسی وغیرہ کے اپنے ہاتھ سے اس فقیر کو کھانے کی ہمنک دیتے تھے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ فرماتے تھے کہ سیر سلوک میں کسی مقام کو پہنچنے کے لئے انہیں سات دن لگے تھے اسی مقام تک مخدوم زادۂ خرد نے سات گھنٹوں میں رسائی کی۔ مخدوم زادۂ خرد کو لوگوں کی صحبت سے بہت نفرت

تھی۔ تنہائی پسند تھے۔ پالکی یا گھوڑے پر کبھی سوار نہیں ہوتے تھے۔ جامع مسجد کو پیادہ پا جاتے تھے اور دست بیعت کسی کو نہیں دیا۔ ہمیشہ مسجد میں یا حوض کے کنارہ تنہا بیٹھکر ذکر و اشغال فرماتے تھے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے مریدوں میں سے صرف دو شخص آپ کے مقرب تھے جو بہت خوش الحان تھے۔ مخدوم زادہ کے پیچھے جاکر یہ لوگ دور بیٹھے رہتے۔ کبھی کبھی مخدوم زادہ موصوف ان کو بلاکر راگ سنتے اور بعدہ پھر مشغول بحق ہو جاتے تھے۔

شادی مخدوم زادہ خرد کی شادی سید علاء الدین سید اجل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ کے سات فرزند تھے۔ پسر بزرگ مقبول الحضرت الہ میاں ید اللہ حسینی قدس سرہ دوسرے میاں یمین الرحمن رح۔ تیسرے میاں یمین اللہ رح۔ چوتھے میاں للّٰہ رح پانچویں میاں باللہ رح چھٹے میاں من اللہ رح۔ اور ساتویں میاں صبغۃ اللہ رح تھے۔ مقبول الحضرت میاں ید اللہ قدس سرہ کی شادی میاں سالار قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی میاں یمین الرحمن کی شادی دختر قاضی راجہ سے ہوئی۔ ان صاحبزادوں کے علاوہ آپ کے ایک صاحبزادی بھی تھی جنکا بیاہ مخدوم زادہ میاں سیف اللہ حسینی قدس سرہ کے فرزند حضرت سید شاہ محمد اکبر حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔

وصال۔ مخدوم زادہ خرد نے ۲۱ ماہ محرم ۸۲۹ھ میں رحلت فرمائی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون آپ کا مزار مبارک حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی گنبد شریف میں بائیں طرف ہے۔

ذکر حالات صاحبزادگان حضرت خواجہ صاحب رح نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے متولد ہوئے اسوقت تہنیت کے لیئے ابدال آئے تھے۔ یہ گروہ ایک شربہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ جس کا رس صاحبزادے کی گھٹی میں ملا کر دیا گیا۔ چھوٹے صاحبزادہ کو بھی یہی رس ہنگام تولد گھٹی میں دیا گیا تھا کہتے ہیں

کہ اس کے اثر سے تاریخ ولادت سے تاریخ وفات تک ہر دو صاحبزادوں سے کبھی کوئی فعل ناجائز سرزد نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی کوئی مسکر کی چیز نوش فرمائی۔ ہر دو صاحبزادے نہایت عاقل اور جمیع علوم میں کامل تھے۔ صاحبزادگان موصوف نے قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ و مخدوم خاجگی رحمۃ اللہ علیہ نحوی و مولانا نصیرالدین قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی تھی۔ علم سلوک و تلقین و ارشاد حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ سے حاصل کیا۔ ہر دو مخدوم زادہ نہایت دیندار و دین پرور تھے۔ علما صلحا صوفیہ و فقہا سے صحبت اور محبت رکھتے تھے۔ ہر دو صاحبزادوں کو علوم تفسیر و حدیث و اصول و فقہ میں کمال حاصل تھا۔ کشاف۔ بزودی۔ ہدایت وغیرہ کا درس مثل استاد ان اہل سند کے دیتے تھے۔ ہمیشہ سیر و سلوک میں رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب ہر دو مخدوم زادہ سماع فرماتے تو اسوقت واردات غیب کو بڑے تحمل سے برداشت کرتے اور جب غلبہ زیادہ ہوتا تو عاشقانہ و مستانہ اضطراب فرماتے۔ چنانچہ حضار مجلس یہ حالت دیکھکر متحیر و متقر ہوتے تھے کہ بیشک ہر دو صاحبزادے صاحب حال و مقامات علیا ہیں۔ غرضکہ ان بزرگواروں کی فضیلتیں و کشف و کرامات بے شمار ہیں۔ ان سب کو اس مختصر رسالہ میں درج کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔

ذکر صاحبزادی کلاں۔ (۳) حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی بڑی صاحبزادی بی بی فاطمہ عرف بی بی ستی خاتون صاحبہ تھیں۔ حضرت کے بھائی حضرت سید چندا قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے ابن الرسول سے آپکا بیاہ ہوا تھا۔ ان کے کوئی فرزند نہوا۔ صرف چار لڑکیاں تھیں۔ ایک لڑکی سید العابدین سے دوسری سید عبدالعلیم سے تیسری سید فضل اللہ سے اور چوتھی کسی قرابتدار ابن الرسول سے بیاہی گئیں

ذکر اولاد برادر حضرت خواجہ بندہ نواز رح۔	حضرت سید چندا قدس سرہ کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ بڑے فرزند سید احمد رح جنکے ایک فرزند تھے۔ سید اصغر حسینی رح

دوسرے لڑکے ابن الرسول رح جن سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی کا بیاہ ہوا تہا۔ ان سے ایک فرزند ہوا میاں مثال اللہ جن کی شادی نصیر خاں کی لڑکی سے ہوئی تہی تیسرے لڑکے سید پیر رسول اور چوتہے سید بعض رسول تہے سید چندا قدس سرہ کی ایک دختر جنکا بنت رسول نام تہا سید چلوں حق سے بیاہی گئیں۔ ان سے دو فرزند ہوے۔ ایک سید کبیر الدین۔ دوسرے سید فقیر الدین۔ یہ لوگ دہلی میں رہے۔ سید چندا قدس سرہ کی دوسری صاحبزادی کا نام تاخاں خاتون تہا۔

ذکر صاحبزادی اوسط۔ (۴) منجہلی صاحبزادی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی بی بی ونیجہ یتول اعلیٰ خاتون تہیں جنکا بیاہ سید سالار لاہوری سے ہوا۔ ان کے دو فرزند تہے۔ ایک میاں کلمۃ اللہ عرف کمتو حسینی رحمۃ اللہ علیہ جنکی کتخدائی مخدوم زادہ بزرگ کی صاحبزادی سے ہوئی دوسرے میاں روح اللہ تہے جنکو سلطان احمد شاہ بہمنی کی طرف سے دولت خوانی کا خطاب ملا تہا۔ ان دونوں بہائیوں کے نو فرزند تہے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی کو تین صاحبزادیاں ہی تہیں۔ ایک کا نکاح شمس الدین سے اور دوسری کا میاں عبد اللہ پسر سید ابو المعالی رح سے ہوا تہا۔ سید ابو المعالی رح حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے سالے تہے۔ جب میاں عبد اللہ کے مکان میں تولد کے دن قریب آئے اور ایک دن دردِ زہ شروع ہوا تو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے اپنے بعض رفقا کو فرمایا کہ جاؤ۔ مشغول ہوا اور دریافت کرو کہ آخرشب کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ ان لوگوں میں مولانا ابو الفتح رح بہی تہے۔ وہ بہی جاکر مشغول ہوے۔ آخر شب میں آپ کو خواب میں کسی نے کہا کہ میاں عبد اللہ کے مکان میں لڑکا تولد ہوا۔ آپ اُسوقت بیدار ہوئے اور حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ سے اس رویا کو بیان کیا۔ ابہی بیان ختم نہ ہونے پایا تہا کہ اتنے میں ایک شخص مکان سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہا کہ لڑکا تولد ہوا ہے یہ سنکر سب خوش ہوے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ نے

اسوقت مولانا ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ بہ بہت اشفاق والطاف فرمایا۔

ذکر صاحبزادی اصغر سید | (۵) حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کی تیسری صاحبزادی بی بی خونجہ ام الدین صاحبہ خاتونؒ نام میاں بعض رسولؒ پسر سید چندا قدس سرہٗ سے بیاہی گئیں۔ ان سے ایک لڑکی تولد ہوئی۔

مقدمہ ثانی در ذکر احفاد امجاد حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ

(۱)

حالات حضرت شاہ سیف اللہ حسینیؒ | حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ الشریف کے بڑے مخدوم زادہ کے فرزند حضرت سید شاہ سیف اللہ حسینی قدس سرہٗ نے ایک دن حضرت سے فرمایا کہ داداصاحب! کیا میں سید ہوں۔ کیونکہ مدت تک تو سادات کشی ہوتی رہی ہے۔ حضرت نے تھوڑی دیر تامل فرمانے کے بعد جواب دیا کہ میرے انتقال کے بعد سوم کے دن میری قبر پر یہ سوال کرو۔ چنانچہ حضرت کی رحلت فرمانے کے بعد آپ نے اسی طرح عمل کیا۔ قبر میں سے آواز آئی کہ اے سید شاہ سیف اللہ حسینیؒ تیرے سادات ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے عرض کی کہ عین حیات جواب دینے میں کیوں تامل ہوا تھا۔ تو جواب ملا کہ اے وصی میرے! میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت سید الشہداء و حضرت سید الساجدینؑ سے معلوم کر کے جواب دیا ہے۔ اس کے گواہ سید شہاب، امام شہر اللہ و سید سلیمان بن ہریرہ علوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ سات شخص تھے۔ مزار مبارک حضرت سید شاہ سیف اللہ حسینی قدس سرہٗ کا حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے گنبد انور میں سید ھے جانب واقع ہے۔

حالات حضرت شاہ ید اللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ | مخدوم زادہ میاں شاہ ید اللہ حسینی الملقب مقبول

الحضرت و معروف بہ شاہ قبولا حسینی قدس سرہٗ فرزند میاں سید شاہ اصغر حسینی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بچپن ہی سے ذکر و اذکار کا شوق تھا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ خلوت میں آپ کو اذکار و مراقبات تلقین فرماتے اور کسی اور پر اسکا اظہار کرنے کے لئے منع فرماتے تھے۔ ایک دن میاں ید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ مولانا ابوالفتح کچھ پوچھتے ہیں۔ کیا میں ان کو بتلاؤں حضرت نے فرمایا۔ کیا مضائقہ ہے۔ تمہارے والد اور محمد اکبر حسینی اس کے باپ علاء الدین گوالیری یا سے بہت محبت رکھتے ہے اور ان سے کوئی بات چھپاتے نہیں تھے۔ تم بھی ابو الفتح سے کچھ مت چھپا رکھو۔

نقل ہے ایک دن صبح کو حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے حضور میں حضرت شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہٗ حاضر تھے۔ حضرت خواجہ دکن نے فرمایا کہ آج کی رات میں نے تمام فرزندوں کو رب العزت کے روبرو پیش کیا۔ سب کو واپسی کا حکم ہوا۔ تجھکو قبول کیا گیا اسی وجہ سے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ آپ کو قبولا فرماتے تھے اور اسیوقت سے مقبول الحضرت آپکا لقب ہوا۔ بعض کتب میں یوں لکھا ہے کہ جب سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنا دارالخلافہ بجائے گلبرگہ کے محمد آباد بیدر کو قرار دیا۔ اُسیوقت حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض رسا ہوا کہ چند بزرگوار دل کو اپنے ہمراہ دیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے اپنے رقعہ مبارک کے ساتھ بہت لوگوں کو بادشاہ کے پاس روانہ کیا اور بادشاہ نے انہیں معزز عہدہ دئے۔

جسوقت حضرت نے مقبول اللہ شاہ ید اللہ قدس سرہٗ سے دریافت فرمایا کہ تم بھی وہاں جانا چاہتے ہو اور تمہیں بھی رقعہ کی خواہش ہے تو انہوں نے مؤدبانہ استدعا کی کہ یہ رباعی لکھکر گذران دی۔

رباعی

پائے من از در تو بر در دیگر نرود	سر من گرچہ کہ پامال شود پیش دگر
گر مرا سر برود عشق تو از سر نرود	نقش پیشانی من ہر گز از این در نرود

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ اس رباعی کو ملاحظہ فرماکر بہت خوش ہوئے اور اس روز سے آپ کو قبولا کا خطاب عطا ہوا۔

نقل ہے کہ سید حنیف قدس اللہ اسرارہٗ کا ایک مرید تہا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ پر اس کا اعتقاد اسقدر زیادہ تہا کہ اتنا اپنے پیر سے بہی نہ تہا کبہی کبہی حضرت کی خدمت میں باریاب بہی ہوتا رہتا تہا۔ جب وہ مرگیا تو حضرت خواجہ بندہ نواز رضہ نے اس کے سوم کی فاتحہ کے لئے حضرت مقبول الحضرت شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہٗ کو بہیجا اور ہنگام روانگی ان سے فرمایا کہ آج کام آنے کا دن ہے سید حنیف قدس اللہ سرہ العزیز بہی زیارت کے لئے آئے ہوئے تہے۔ انہوں نے دیکہا کہ قبر میں ایک سوراخ ہے اس سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ اور وہ مردہ جل رہا ہے۔ یہ دیکہکر حضرت سید شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہ نے جہٹ اپنی مبارک انگلی اُس سوراخ میں دے کر خدا سے دعا کی اور اسکو بخشایا اور عذاب سے نجات دلائی۔ جب وہاں سے فراغت پاکر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں کا سب ماجرا بیان کیا۔ حضرت یہ سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور گودی میں لیا۔ کہتے ہیں کہ اسوقت بہت سے غیوبات شاہ ممدوح کو حاصل ہوئے۔ اور حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے اسوقت فرمایا کہ جس شخص کو ایک گز بہر زمین کی خبر نہو اُسپر کسی کو مرید کرنا بالکل حرام ہے۔

وفات حضرت سید شاہ ید اللہ حسینی رح

حضرت شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہ نے ۲۳ ربیع الآخر ۸۵۲ھ میں سفر آخرت اختیار فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تاریخ وفات آپ کی شہنشاہ یقین سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کا گنبد مبارک بہی نہایت وسیع گرخواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ کے قبہ مبارک سے کسقدر جہوٹا اور اس سے کوئی چالیس پینتالیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے اور چہوٹے روضہ کے نام سے زبان زد خلایق ہے آپ کے وصال کے بعد آپ کے خسر شیخ محمود صاحب قدس سرہ نے جو تجارت پیشہ تہے آپ کے اس گنبد مبارک کو

تیار کرایا تہا۔

اولاد حضرت سید شاہ ید اللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ | حضرت شاہ ید اللہ حسینی قدس سرہ کے دو محل تہے پہلے محل محترم سے شاہ ندیم اللہ حسینی نبیسہ بی بی بتول قدس سرہا اور دوسرے محل معظم سے شاہ احمد عرف شاہ ہنسنے تولد ہوسے۔

حالات حضرت سید شاہ ندیم اللہ حسینی رح | شاہ ندیم اللہ حسینی قدس سرہ نے بچپن ہی میں رحلت فرمائی۔ کتاب تذکرۃ الملوک میں لکہا ہے کہ شاہ ندیم اللہ غالب کرامات تین سال کے ہتے۔ ایک روز حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی گودی میں بیٹہے ہوے تہے ہاتہ میں خربزہ تہا۔ اسکو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لے لیا۔ آپ نے اسوقت کہا۔ دادا ہورے ال سور سے ماریا۔ بس اسی وقت بخار چڑہا اور رحلت فرمائی۔ تاریخ وفات آپ کی شہنشاہ ندیم اللہ ہے۔ عام قول ہے اور تاریخ خورشید جاہی سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت کی عمر سات سال کی تہی ایک روز بچوں کے ساتہہ خانقاہ کے باہر بجانب غرب آپ جاکر کہیل رہے تہے ایک صاحب دل ولی شیر پر سوار بچہوؤں کا خان دئے ہوئے سانپ کا کوڑا ہاتہہ میں لئے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی ملاقات کے شوق میں آرہے تہے۔ لڑکے شیر کو دیکہکر دنگ رہ گئے۔ حضرت شاہ ندیم اللہ غالب کرامات نے یکہکر فرمایا کہ یہ تو سوار ہیں۔ کیا میں پیادہ رہوں۔ یہ کہکر ایک پرانی دیوار پر سوار ہوے اور فرمایا کہ چل۔ بفور حکم وہ دیوار چلنے لگی۔ جب یہ حالت راجہ شیر سوار نے دیکہی تو متعجب ہوے اور فرمایا کہ جاندار پر تو کوئی بہی کسی ڈہب سے سوار ہوسکتا ہے۔ مگر یہ لڑکا بے جان شئے پر عمل چلاتا ہے۔ یہ کہکر لڑکوں سے دریافت کیا کہ یہ عالیقدر لڑکا کون ہے۔ لڑکوں نے بیان کیا کہ یہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے پرپوتے ہیں۔ راجہ شیر سوار یہ سنکر حیران رہے اور جانے کہ جب پرپوتے میں یہ کشف و کرامات ہیں تو اون کے جد امجد میں کیا کچہہ نہوں گے۔ پس وہیں سے کلیانی کی طرف واپس ہوگئے۔ لہٰذا حضرت خواجہ صاحب

قدم بوسی شاہ سے نہیں ملے۔ جب یہ اتفاق روئداد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کو معلوم ہوئی تو
شاہ ندیم اللہ حسینی قدس سرہٗ کو چشم نمائی کی۔ آپ کو مارے خوف کے اُسیوقت بخار چڑھا
اور ۱۲؍ شعبان ۱۱۳۷ھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی حضرت شاہ ندیم اللہ حسینی غالب
کرامات کا مزار فیض آثار حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے گنبد مبارک کے باہر
پائین میں ہے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے مزار مبارک پر کوئی گنبد وغیرہ
تعمیر نہیں کرایا گیا۔ ہر سال مزار مبارک پر نیا خیمہ استادہ کیا جاتا ہے۔ آپ کے
کشف و کرامات ابتک جاری ہیں۔ لوگ درخواستیں تحریر کرکے مزار شریف پر ناڑے سے
باندھ دیتے ہیں۔ وہ دیوار جو حضرت کے حکم سے چلی تھی خانقاہ کے پاس ابتک اُسی حالت
میں موجود ہے۔

حالات حضرت سید شاہ ید اللہ شبیر یزداں ثالث

حضرت سید محمد اصغر صغیر عرف شاہ ننھے بادی قدس سرہٗ کے پرپوتے شاہ ید اللہ
ثالث شبیر یزداں قدس سرہٗ جب سجادہ نشین تھے۔ کہتے ہیں کہ
اسوقت اُن سے دو خون ہوئے تھے۔ بادشاہ نے علما و قضاۃ کے مشورے سے
آپ کو بلاکر از روئے شرع شریف آپ پر خون ثابت کرکے قصاص کرنا چاہا اور نہیں
بلایا۔ وہ نہیں آئے۔ دوبارہ بلایا۔ پھر بھی نہیں آئے تو تیسرے مرتبہ پھر طلب کیا۔
آپ پریشان ہوکر تمام شب حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے گنبد میں مشغول
رہے۔ یکایک علی الصباح آواز آئی کہ جاؤ۔ ڈر مت۔ اس کے سنتے ہی آپ فی الفور
باہر آئے اور میانہ میں سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ بادشاہ اپنے وزرا و امرا و قضاۃ و علما کے
ساتھ دیوان عام میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب بادشاہ کی نظر حضرت شاہ ید اللہ ثالث پر
پڑی تو فوراً اٹھکر دوڑا گیا۔ آپکا قدمبوس ہوکر آپ کو اپنے ہمراہ لایا اور اپنی جگہہ پر
آپ کو بٹھاکر خود مودبانہ آپ کے روبرو بیٹھا۔ یہ دیکھکر قضاۃ و علما وزرا وغیرہ حاضرین
بہت متعجب ہوئے۔ بادشاہ نے بالآخر حضرت سے تکلیف دینے کی معافی چاہی

اور بڑے اعزاز و اکرام سے آپ کو واپس کیا۔ آپ کی واپسی کے بعد حاضرین دربار نے بادشاہ سے عرض کی کہ آپ کو کس غرض سے طلب کیا گیا تھا اور کیا کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں کیا کرتا۔ جب میری نظر حضرت موصوف پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو شیر چلے آرہے ہیں۔ پس انکا خوف مجھپر طاری ہوا۔ یہ امر مجبوری استقبال بجالاکر آپ کو بلالایا۔ اور جب میں آپ کے پاس بیٹھا تو دونوں شیر میرے دونوں جانب منہ کھولے ہوے اور زبان باہر نکالے ہوے کھڑے تھے اور اسقدر غضبناک ہورہے ہے کہ کف ان کے منہہ سے نکلکر مجبہ پر گرتا تہا۔ اگر تم کو اعتبار نہو تو یہ دیکھو (حاضرین نے دیکھا تو واقعی ویسا ہی تہا) پس میں نے خوف زدہ ہوکر آپ کو واپس کیا تمام لوگ یہ واقعہ سنکر حیران رہے۔ مزار مبارک آپکا مقبول الحضرت سید شاہ یداللہ حسینی قدس سرہٗ کے گنبد مبارک میں داخل ہوتے وقت سیدہے جانب ہے۔

ذکر حضرت شاہ حسین عرف حسین شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

نقل ہے کہ جب سید شاہ سفیر اللہ ثانی مسند سجادگی پر متمکن تھے تو اسوقت سلطان ابراہیم قطب شاہ بادشاہ گولکنڈہ نے آپ کی خدمت میں نوشتہ ارسال کیا کہ میں علیل ہوں حضرت تشریف لاکر مجھے اپنی بیعت میں لیں۔ یا اگر حضرت قدم رنجہ نہ فرماسکیں تو فرزند ولی عہد حضرت کو ادھر روانہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت نے ایک وصیت نامہ اپنے فرزند حسین شاہ ولی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھکر دیا اور حیدرآباد کو روانہ کیا۔ حضرت سید شاہ حسن عرف حسین شاہ ولی قدس سرہ اپنے والد کے ارشاد کے مطابق وصیت نامہ کو ہمراہ لیکر حیدرآباد تشریف لے گئے۔ بادشاہ معزز نے بیعت کی اور اپنی شاہزادی کو بھی حضرت ممدوح کا شرف زوجیت دلایا اور آپ کو اپنے پاس ہی رکھا۔ مزار مقدس حضرت ممدوح حدود بلدہ حیدرآباد میں بڑی لنگم پلی کے پیدل شاہ راہ پر واقع ہے۔ سید شاہ سفیر اللہ ثانی رح کے دنیز آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید شاہ سفیر اللہ حسینی عرف امام الملک رح

کی رحلت فرمانے کے بعد حضرت خواجہ سید شاہ اسد اللہ قدس سرہ گلبرگہ آکر مسند سجادگی پر متمکن
ہوئے رجب آپ کے خلف اشرف خواجہ سید شاہ سیفر اللہ حسینی ہر دو درگاہ کے سجادہ ہوئے تو
حضرت سید حسین شاہ حسینی ثانی قدس اللہ سرہٗ کو روضہ حضرت حسین شاہ ولی صاحب کی
تولیت نیابتاً دیکر آپ مسند سجادگی درگاہ حضرتِ خواجہ بندہ نواز قبلہ ارباب نیاز رحمتہ اللہ
علیہ پر مسلط رہے اور اپنے بعد اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت خواجہ سید شاہ حسین قدس
سرہ کو درگاہ حضرت خواجہ دکن صانہا اللہ عن الحوادث الزمن کا سجادہ نشین مقرر
فرمایا اور سب سے چھوٹے فرزند سید اکبر حسینی صاحب کو ہر دو جگہہ سے معاش مقرر کردی

حالات حضرت سید شاہ سیفر اللہ حسینیؒ | حضرت سید شاہ سیفر اللہ حسینی عرف سید شاہ اسد اللہ حسینی
ثانی کے زمانہ سجادگی میں نواب مختار الامرا بہادر مرحوم ومغفور والی کلیانی حضرت خواجہ
بندہ نواز گیسو دراز قدس اللہ سرہ کی زیارت حاصل کرنے کے لئے رونق افروز گلبرگہ و درگاہ
شریف ہوئے تھے۔ اور یہاں کے مراسم ومدارج کو ملاحظہ فرما کر اپنی دختر بلند اختر کو حضرت
سید شاہ اسد اللہ حسینی ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے بیاہ دیا۔ حضرت موصوف سے بہت سی کرامات
ظاہر ہوئے۔ چنانچہ ایک وقت آپ کے فرزند ولیعہد گردش زمانہ کی وجہ سے گلبرگہ میں
مقید ہوئے تھے۔ عالم رویا میں انہوں نے دیکھا کہ آپ اپنے فرزند کو ہمراہ لیکر حضرت
خواجہ بندہ نواز حسینی قدس اللہ سرہٗ کی زیارت کرکے آپ کے گنبد مبارک کے روبرو ایستادہ
تھے۔ فاتحہ خوان تبرکات کا طبق لایا۔ حضرت نے اسکو اپنے سر پر رکھا اور اپنے
فرزند کے حوالہ کیا اور فاتحہ خوان سے فرمایا کہ ولیعہد صاحب کے ہاتھہ سے خدمت لو۔
میں اب جاتا ہوں۔ غرضکہ آپ کے فرزند نے گلبرگہ سے رہائی پائی۔ اور جبکہ چادر
گھاٹ میں بھی نظر بند تھے تو اسوقت ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۵ھ میں بعد عید الضحیٰ پھر آپکے
خواب میں جاکر فرمایا۔ تمکو اب گھر آنا ہے۔ یہاں سے بھی تجھکو خلاصی دلاتا ہوں۔
غرضکہ ۱۸ صفر ۱۲۶۶ھ کو نظر بندی سے رہائی پاکر حسب الحکم عدالت بلدہ میں تھے

۱۸ ماہ شوال سنہ ۱۲۶۷ھ کی شب میں پہر آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ہاتھ آپکا پکڑ کر زنانہ مکان میں لے گئے اور اپنے ہاتھ سے دو لقمے میٹھے کہانے کے کھلائے۔ اور فرمایا کہ تو کیوں گھبراتا ہے۔ بعد صحت مزاج میں تجھکو گھر لے جاؤنگا۔ غرضکہ ۲۰ ذالحجہ سنہ مذکور کو جب اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی مکہ مسجد میں بخشی بیگم صاحبہ مرحومہ کی فاتحہ کے لئے تشریف لائے تو اسوقت نواب سراج الملک بہادر کے نام حکم اجرا فرمایا کہ حسین شاہ ولی ثانی کو اپنے مکان پر جانے دو۔ حضرت اسد اللہ ثانی کا مزار مبارک محاذی گنبد حضرت جناب مخدوم زادہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کنتی کیطرف ہے۔ اور ابتک آپ کی ہی اولاد میں سجادگی قائم ہے۔

حالات حضرت سید شاہ فتح حسینی رح حضرت شاہ قبول اللہ حسینی رح کے ساتویں پشت میں بزمانہ سجادگی شاہ ید اللہ حسینی بیجنی آپ کے فرزند سید شاہ فتح حسینی رح کو سیاحی کا شوق ہوا۔ اس شوق میں آپ دہلی پہونچکر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ مگر وہاں اپنے کو ظاہر نہیں کیا۔ بادشاہ کو خواب ہوا اور اوس میں حضرت خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری اولاد سے ایک تیرے پاس پوشیدہ طور پر ملازم ہیں۔ پس بادشاہ اس خواب سے متفکر رہا اور جستجو شروع کی مگر پتہ نہ چلا۔ اتفاقاً جوقت آپ ایک دن بادشاہ کے سلام کے لئے حاضر ہوے اور سلام کے قبل خدمتگار کو اپنی تلوار دینے کے لئے پیچھے ہاتھ کی اور تلوار دینا چاہا مگر وہاں خدمتگار موجود نہ تہا۔ تلوار بتعمیل حکم معلق ٹہری رہی۔ بادشاہ اس کو دیکھکر آپ کو جان گیا۔ اور تنہائی میں بلاکر اصل واقعہ دریافت کیا اور کل حالات معلوم کرنے کے بعد نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ گلبرگہ بھیجدیا۔

حالات حضرت شاہ ندیم اللہ حسینی رح شاہ ید اللہ حسینی ہفتمی کے فرزند شاہ ندیم اللہ حسینی رح کے زمانہ سجادگی میں آپ کے چچازاد بہائی شاہ ید اللہ حسینی ہشتم ممتاز الامراء نواب کلیانی کے داماد تہے۔ نواب صاحب کلیانی نے اپنے داماد کی نسبت نواب غفران مآب نظام علیخاں سا

بہادر سے عرض معروض کرا کر سکھارام نامی سردار لشکر کو بارہ ہزار کی فوج کے ساتھ دنڈوتی بھیجا تاکہ شاہ ندیم اللہ صاحب کو معزول کر کے شاہ ید اللہ حسینی ہاشمی کو سجادہ روضہ خرد بنائے۔ جبکہ سکھارام بہ تعمیل حکم دنڈوتی کا محاصرہ کیا تو شاہ ندیم اللہ حسینی رح اس کو بلا کر کہا کہ بادشاہوں سے لڑنا ہم فقیروں کا کام نہیں ہے۔ خرچ سفر اور باربرداری کا انتظام کر دیا جائے تو میں خود اپنے مریدوں کے پاس مدراس چلا جاتا ہوں۔ سکھارام نے جواب دیا کہ باربرداری وغیرہ کا میں کچھ انتظام نہیں کر سکتا۔ جس طرح بن سکے چلے جاؤ۔ اس جواب سخت سے آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ سادات کشی کر لیجائے۔ چنانچہ اس نے رات کو چڑھائی کرنیکا منصوبہ ٹہانا اور توپخانہ تیار کر لیا اور بعد مغرب جب بڑھنے کا ارادہ کیا تو سوار و پیدل کا ایک ہجوم مقابلہ کے لئے بارہ بجے رات تک اسکو اور اسکے لشکر کو آمادہ نظر آتا رہا۔ یہ دیکھکر سکھارام ہیبت زدہ ہو گیا اور اپنی جمعیت کو بڑھنے کا حکم نہ دیسکا۔ دوپہر رات کو حضرت وظیفہ کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ اور حضرت کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اور ادہر دو سوار نوجوان لشکر مخالف میں گھس آئے اور ایسا لشکر کو تباہ و برباد کیا کہ لشکر شاہی پریشان ہو کر دو چار کوس ہٹ گیا۔ صبح دیکھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ کشتہ و زخمی تو کوئی نہ تہا۔ مگر اسباب و ہتیار گھوڑے وغیرہ پریشان پائے گئے۔ پس جمعیت کی فراہمی میں دوپہر ہو گئی۔ اور اس کے بعد مکرر لشکر تیار ہونے تک شام ہو گئی۔ غرضکہ ہر روز یہی معرکہ رہا۔ اور حضرت شاہ ندیم اللہ حسینی رح کے طرف سے اس اثنا میں بندہ علی شاہ درویش جنکا مزار درگاہ شریف کے باہر قریب میں بجانب مشرق واقع ہے ایک دعا نامہ حضرت کی جانب سے لیکر بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور وہاں فقراء کو جمع کر کے ان کے ساتھ در دولت پر بیٹھے رہے۔ شب میں نواب غفرانمآب نے حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی رح کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری اولاد پر کیوں ظلم کر رہے ہے۔ فقیر آیا ہے اس کے

واقعات کو سُن اور داد دے۔ چنانچہ نواب صاحب فوراً بیدار ہو کر فقیر کو طلب کئے
اور اسیوقت فرمان شاہی بنام بیسی سکہا رام کے لئے لکھ بھیجا۔ اور جب نواب صاحب کا
فرمان فقیر نے حضرت کی خدمت میں لایا تو حضرت نے سکہا رام کو طلب کر کے فرمان حوالے کیا
اور وہ بتعمیل حکم دکن کو واپس ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند سید شاہ حبیب اللہ
حسینی رح سجادہ نشین ہوے۔ آپ بھی صاحب کرامات تھے اور اب تک آپ ہی کی
خاندان میں سجادگی قایم ہے۔

فصل چہارم در ذکر خلفاء طاہرین حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ

تذکرہ خلفاء حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے کل بارہ خلیفہ تھے آپکے اخیر تا حیات ہیں اور تیرہ شخصوں کو خلافت ملی ان سب کے
اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

(۱) شیخ علاء الدین گوالیری (۲) قاضی نور الدین اجودھنی (۳) معین
الدین تو ہانی (۴) شیخ صدر الدین خوندمیر ایرچوی۔ (۵) قاضی اسحاق احمد
(۶) قاضی سلیمان محمد (۷) قاضی علم الدین شرف (۸) مخدوم زادہ بزرگ
میاں محمد اکبر حسینی (۹) سید ابو المعالی (۱۰) خواجہ احمد دبیر (۱۱) شیخ ابو الفتح
بن شیخ علاء الدین گوالیری (۱۲) مخدوم زادہ میاں کلمۃ اللہ حسینی (۱۳) سید
یوسف حسینی المعروف سید محمد اصغر مخدوم زادہ خرد (۱۴) مخدوم زادہ میاں ید اللہ
حسینی (۱۵) مخدوم زادہ شاہ سیف اللہ حسینی (۱۶) میاں عبد اللہ پسر حضرت ابو المعالی
(۱۷) حضرت قاضی راجہ (۱۸) شیخ زادہ شہاب الدین (۱۹) مولانا بہاء الدین
دہلوی۔ (۲۰) قاضی سراج الدین (۲۱) قاضی سیف الدین لکھنوی (۲۲)

ملک زادہ عزیز الدین (۲۳) ملک زادہ شہاب الدین (۲۴) شیخ حمید الدین جود اہنی (۲۵) ملک زادہ عثمان قدس اللہ اسرارہم ۔

خلفائے مذکور سب کے سب صاحب کرامات تھے اگر ان کی کرامات مفصل لکھے جائیں تو ایک مطول کتاب ہوگی۔ لہذا اختصار ملحوظ رکھکر صرف حضرت خواجہ احمد دبیر قدس سرہ کا مشہور قصہ درج کیا جاتا ہے ۔

خواجہ احمدؒ دبیر کے حالات۔

نقل ہے کہ خواجہ احمد رحمتہ اللہ علیہ سلطان فیروز شاہ بہمنی کے دبیر تھے ۔ جب حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ گلبرگہ میں تشریف لائے تو اسوقت آپکا شرف مریدی حاصل کیا ۔ اور ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہتے تھے ۔ ایک دن لوگوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ خواجہ احمد دبیرؒ کو تو نوشتہ تحریر کرنیکا حکم ہوا تھا مگر وہ بغیر تعمیل حکم نہ کرکے اپنے مرشد کے پاس بیٹھے ہوے ہیں ۔ بادشاہ نے خواجہ احمد دبیر کو بلایا ۔ غرضکہ وہ آئے ۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ آیا نوشتہ لکھدیا گیا ہے یا نہیں ۔ انہوں نے جواب دیا کہ تیار ہے ۔ بادشاہ نے اسکو پڑھکر سنانے کا حکم دیا ۔ آپ فوراً ایک پارہ کاغذ جیب میں سے نکالکر پڑھنے لگے ۔ جو لوگ آپ کے نزدیک تھے ۔ بادشاہ سے عرض کی کہ کاغذ بالکل سادہ ہے اس پر کوئی تحریر نہیں ہے بادشاہ نے اس کاغذ کو محاً خود لیکر دیکھا ۔ جو کچھہ آپ نے پڑھا تھا وہ سب اس میں لکھا ہوا پایا ۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا ۔ اور آپ سے کہا کہ میں نے تمہیں نوکری معاف کردی ہے ۔ جب تمہارا جی چاہے آنا ۔ خواجہ احمد دبیرؒ نے جواب دیا کہ تنخواہ جو مجھکو دیجاتی ہے وہ بھی امانت میں رکھی جائے ۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں ۔ تنخواہ تمہاری مقررہ ہے ۔ وہ تم کو ہر حالت میں ملا کریگی ۔ آپ نے جواب دیا کہ تنخواہ پانے کا میں گر مستحق نہیں ہو سکتا ۔ جب نوکری ہی نہ کروں تو تنخواہ کس لیئے پاؤں غرضکہ بادشاہ کو یہ جواب دیکر حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو آپ خواجہ احمد دبیرؒ پر بہت مہربان ہوے اور

انہیں کشف قبور بتایا اور اسی وقت یہ بھی نصیحت فرمائی کہ بابا احمد تو ہر کہیں جا سکتا ہے لیکن اسطرف نہ جا جسطرف حضرت قطب الاقطاب شیخ محمدؒ سراج الدین قدس سرہ کا آستانہ ہے۔

نقل ہے کہ ایک شب خواجہ احمد دبیرؒ ہاتھ میں چھڑی لیکر حضرت شاہ رکن الدین تولہ قدس سرہ مجذوب کے مزار مبارک پر پہنچے۔ اور چھڑی مزار پر مار کر توجہ کی چھڑی کے لگتے ہی ایک شعلہ جوالہ نمودار ہوا۔ اسکو دیکھ کر یہ بہت گھبرائے اور ڈر کر کانپتے ہوے چلے آئے۔ اسوقت سے شب میں حضرت شاہ رکن الدین تولہ قدس سرہ العزیز کے مزار مبارک کے پاس ٹیلے پر کوئی شخص نہیں جاتا ہے۔

نقل ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک دن حضرت شیخ منہاج الدین انصاری قدس سرہ کے مزار اقدس پر بھی اگر آپ نے چھڑی لگائی اور توجہ کی۔ حضرت کے مزار سے اسوقت ایک شیر نکلا۔ اسکو دیکھکر خواجہ احمدؒ دبیر ترساں ولرزاں بیہوش ہوکر گر پڑے حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کو اس کی خبر ہوئی۔ حضرت نے ایک سری بکری کی شیر کے لئے بھیجدی شیر اس سری کو لیکر مزار مبارک کے قریب غائب ہوگیا۔

نقل ہے کہ اس کے بعد ایک دن خواجہ احمدؒ دبیر نے حضرت سید شاہ حسام الدین المعروف تیغ برہنہ قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر جاکر چھڑی ماری اور توجہ کی۔ قبر اشرف سے ایک برہنہ شمشیر آمد ہوئی۔ خواجہ احمدؒ دبیر شمشیر کو دیکھتے ہی ڈر کر بھاگے شمشیر نے بھی آپکا پیچھا کیا باالآخر خواجہ احمدؒ دبیر حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے پاس دوڑتے آئے اور حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی توجہ سے اسوقت بچ گئے۔ حضرت نے خواجہ احمدؒ دبیر کو اسوقت فرمایا کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی اگر اسوقت میں نہوتا تو تمہارا کیا حال ہوتا ؛

فصل پنجم در ذکر تصانیف حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ العزیز

تصانیف حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ بندہ نواز سیدی قدس سرہٗ کے کل ایک سو پانچ تصانیف ہیں جنمیں سے مشہور ذیل میں درج ہیں، پہلے وہ تصانیف درج ہوئی ہیں جو دہلی میں اور دہلی سے حسن آباد گلبرگہ آنے تک رستہ میں لکھی گئیں اور دوسری وہ جو خاص گلبرگہ میں تیار کی گئیں۔

تفصیل تصانیف دہلی وغیرہ

الف۔ (۱) ملتقط تفسیر قرآن در قالب سلوک (۲) تفسیر دیگر جو ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ حضرت نے دہلی سے حسن آباد گلبرگہ کی طرف نقل مقام فرمایا۔ (۳) حواشی کشاف (۴) اشارات المشارق (۵) رسالہ در بیان رایت ربی فی احسن صورۃ (۶) شجرہ نسب جو ستر سے زیادہ رسالوں کا مطالعہ فرمانے کے بعد لکھا گیا تھا۔ (۷) شرح رسالہ قشیری فارسی۔ (۸) شرح عوارف جس کو معارف العوارف کہتے ہیں (۹) شرح فصوص الحکم (۱۰) خلافت نامہ اپنے خلفاء اور ارباب مجاز کے لئے لکھے تھے (۱۱) رسالہ بیان بود و ہست (۱۲) ترجمہ رسالہ شیخ محی الدین ابن عربی (۱۳) استقامت الشریعۃ بہ طریقۃ الحقیقۃ (۱۴) خطایر القدس جسکو عشق نامہ کہتے ہیں کمباست میں تحریر فرمایا تھا (۱۵) شرح تمہیدات (۱۶) ملفوظ اول (۱۷) ملفوظ ثانی۔ یہ دونوں ملفوظات قدوۃ المشایخ حضرت مخدوم زادہ بزرگ نے جمع کیے ہیں اور حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے پہلا ملفوظ دہلی میں اور دوسرا گجرات میں تحریر فرمایا تھا۔ (۱۸) وجود العاشقین (۱۹) تلاوت الوجود۔ (۲۰) دُرّ الاسرار (۲۱) رسالہ عروج و نزول (۲۲) رسالہ رویت (۲۳) سبیل الضعفین والمجذوبین۔

تفصیل تصانیف شہر گلبرگہ

ب۔ (۱) ترجمہ مشارق (۲) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) اوراد نامہ جو خاص مخدوم زادہ بزرگ کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ (۴) شرح فقہ اکبر فارسی - یہ شرح فقہ عربی میں لکھ رہے تھے ۔ ہاتف نے ندا دی کہ فارسی میں لکھو اُسوقت فارسی میں تحریر فرمایا ۵ شرح تعیدہ امالی (۶) شرح عقیدہ حافظیہ با فضائل خلفاء الراشدین (۷) ضرب الامثال (۸) حواشی قوت القلوب (۹) عقیدہ چند ورقی ۔ یہ تحریر فرما رہے تھے اسنے میں سنا کہ حضرت قدوۃ المشائخ عقیدہ لکھ رہے ہیں تو خود لکھنا چھوڑ دیا۔ (۱۰) شرح رسالہ قشیری (۱۱) دوسری شرح عوارف بزبان فارسی (۱۲) شرح آداب المریدین ایک عربی اور تین فارسی جملہ چار کتب (۱۳) اسما ر الاسرار۔ اس کتاب کی تعلیم ملک زادہ شہاب الدین پسر ملک قطب الدین کو خود حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ دیتے تھے ۔ ہنگام تعلیم اس کے سننے کی صرف تین شخصوں کو اجازت تھی یعنی مخدوم زادہ میاں ید اللہ حسینی و میاں عبداللہ و قاضی بہاء الدین قدس سرہم سن سکتے تھے ۔ ان کے سوائے کسی خلیفہ یا مرید کو اسوقت وہاں رہنے اور سننے کی اجازت نہیں تھی۔ (۱۴) حدایق الانس (۱۵) خاتمہ رسالہ قشیری (۱۶) رسالہ دربیان آداب سلوک ظاہر (۱۷) رسالہ دربیان اشارات محبانِ حق (۱۸) رسالہ دربیان ذکر و مراقبہ بزبان فارسی (۱۹) رسالہ دربیان معرفت حضرت رب العزت جل جلالہٗ (۲۰) رسالہ در ایام سفر (۲۱) مکتوبات حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ جسکو بعد وفات حضرت خواجہ رحمۃ اللہ مولانا ابو الغیاث المعروف قاضی نور الدین خادم خانقاہ نے ترتیب دیا تھا (۲۲) دیوان جس کو مولانا عماد فتح آبادی نے مدون کیا تھا۔ بعض کا قول ہے۔ کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کی بہت سی غزلیات تھیں اور آپ کے ملفوظات بھی بہت لوگوں نے فراہم کئے ہیں ۔

حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ بہت علامہ اور فاضل عصر تھے جسقدر کتابیں آپ نے تصنیف کیں تعجب ہے کہ کسی پر بھی نظر ثانی نہیں فرمائی۔ اور نہ کسی سے

کبھی پڑھا کر سنا اور نہ اسکو درست کیا۔ کوئی کتاب خواہ تفسیر میں ہو خواہ حدیث کی خواہ کلام کے متعلق ہو خواہ تصوف میں۔ خواہ نظم ہو یا نثر۔ خواہ فارسی ہو خواہ عربی اکثر تو خود لکھکر کسی اور سے لکھاتے جاتے اور کبھی کبھی خود ہی تحریر فرماتے ہتے اور کبھی ایک وقت لکھ دینے یا لکھا دینے کے بعد اسکو پھر نظر ثانی نہیں فرماتے ہتے۔ کیسا ہی عالم و فاضل شخص ہو کبھی نہ کبھی اسکو نظر ثانی کی ضرورت ہوتی ہی ہے۔ مگر حضرت کی یہ بھی ایک کرامت تھی کہ انہوں نے اپنی تحریر کو کبھی نہیں بنایا۔ آپ فرماتے ہتے کہ طالب علمی کے زمانہ میں آپ سبق لینے کے بعد جب مکان کو آجاتے تو کتاب بالائے طاق دھر کر مشغول بحق ہو جایا کرتے۔ بقول اس کے کہ کتاب در طاق و دل مشتاق۔

ذیل میں ایک چھوٹے سے رسالہ وجود العاشقین کو جو خاص حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کا مصنفہ ہے بغرض افادہ ناظرین تیمناً و تبرکاً نقل کر دیا جاتا ہے۔

وَجُودالعاشقین

تصنیفِ خاص جناب قطب الآفاق راس العشاق اُستاد العارفین مُربی الواصلین عاشق شہبا بلند پرواز بندہ نواز گیسو دراز حضرت خواجہ سید محمد حسینی قدس اللہ سرہٗ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپاس بیحد و ستایش بیعد و مر قادر مطلق بر حق و جانان عاشقان و صاحب جملہ

جہاں راو درود بقیاس مر احمد حق شناس را کہ محب درگاہ و محبوب شہنشاہ معشقین العاشقین و مفید المحققین و التابعین المقربین باد و علی الہ الامجاد۔

سخنے چند از عشق بے پایاں خاک و لعوت جان پاک بہ عنایت ہو اللہ و بہ اشارتِ حسبی اللہ۔ در قلم آوردہ می شود تا جہان را محبت بیفزاید و دوستاں را راہ دوستی نماید۔ و درین باب امید الی اللہ۔ لا تقنطو من رحمۃ اللہ ؏

بداں اے عزیز درینجا ہمیں سہ چیز است و را یہ ایں ہمہ نا چیز است۔ یعنی عشق و عاشق و معشوق۔ ہمیں ظاہر است وہمیں ظہور است و ہمیں بطون۔ ظاہر عبادت خلق و باطن عبادت خالق۔ و ایں است دو مرتبہ ذات یکے باشد اگرچہ مراتبات بیشمار است چنانچہ احد۔ الف بمعنی عشق۔ ح بمعنی عاشق و دال بمعنی معشوق۔ و در جمع توحید ہر سہ یکے باشد۔ چنانچہ دریا و موج و کف۔ ہر سہ حقیقت دریا ست۔ یکے ست۔ اکنوں کسے را کہ ایں در بکشاید۔ من و تو نماند۔ و دو یکے باشد کما قال اللہ تعالی سبحانہ و تعالی۔ وما امرنا الا واحدۃ ای صفتنا واحدۃ یعنی مبت صفت و ذات مگر یکے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ العشق نار اذا وقع فی القلب یحرق ماسوی المحبوب۔ بمعنی چنیں باشد کہ عشق آتشے ست۔ چوں افروختہ شود در دل بسوزد ہر چہ غیر بود یعنی غیر دوست بود۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

	ہمہ بازیست الا عشق بازی	جہاں عشق است و دیگر زرق سازی	

چوں ایں آتش ترا حاصل شود۔ ہیزم تن تو سوختہ گردد۔ آنکہ تو نمانی عشق ماند۔ تو دانی عشق داند۔ چوں خود را خو باختی از خودی خود خلاصی یافتی۔ چنانچہ عشق در دل منزہ است از آب و گل۔ یعنے جائیکہ عشق سر افراز د۔ او بچشم خود بجو وہمی مالد۔ و ایماہمی نالد ؎

	کاسلام عشق لیلی و دیگر ضلالت است	مجنون عشق را دگر امروز حالت است	

سر مجنوں مجنوں داند۔ اما عقل عاقل اینجا کور ماند۔ زیرا کہ عشق سہ حرف است عین عبارت از نفی

عقل ست و شین عبارت از نفی شرک و شرم و قاف عبارت از نفی قالب - یعنی چوں عشق آید
ایں ہر سہ چیز فراموش گرداند - چنانچہ عاشق ہادی حضرت شیخ سعدیؒ می فرمایند -

چوں عشق آمد از عقل دیگر مگوی	○	کہ در دست چوگاں اسیرست گوی

و نیز عشق را پنج مرتبہ آوردہ اند - اول شریعت - یعنی شنیدن صفت جمال محبوب تا کہ شوق
پیدا آید - دوم طریقت یعنی طلب کردن محبوب در رفتن در راہ محبوب - سوم حقیقت
یعنے حضور بودن دایم در حسن محبوب - چہارم معرفت یعنی محو کردن مراد خود را در مراد محبوب
پنجم وحدت یعنی وجود فانی خود را شکستن ہم در ظاہر ہم در باطن و موجود مطلق دانستن ہمین
محبوب را - چوں ایں مرتبہ تمام شود کار باتمام رسد - آخر ہمیں محبوب عشق ماند و موج
عاشق و معشوق در بحر عشق غرق شود چنانچہ بزرگے فرمایند الوجود بین العشقین
كالطهر بين الدمين ط یعنے وجود میان دو عشق است چنانچہ پاکی از آں عورت
میاں دو خوں است یعنے اول ہم عشق و آخر ہم عشق باشد زیرا کہ وجود یکہ ہست بیروں عشق نشدہ
است - پس اول و آخر و ظاہر و باطن ہمیں عشق ست ○

چیست آدم چیست حوا عشق بس	○	گرچہ آیند صد ہزاراں پیش و پس

چوں بیان عشق شنیدی و دریافتی اکنوں کمالات آں باہوش بشنو و دریاب بدانکہ اے
عزیز عشق مانند تخم ست و درا درختے ست کہ آں را وجود خوانند و قالب گویند و تن نامند و
این درخت را پنج بیخ است - یکے عقل - دوم وہم - سوم روح - چہارم علم - پنجم جاں - و
ایں پنج را حقیقت گویند - و ازیں پنج بیخ پنج شاخ ظاہر شدہ است یعنی از عقل بینائی
و از وہم شنوائی و از روح گویائی و از علم دانائی و از جاں توانائی و ازیں پنج شاخ
پنج برگ آمدہ یعنے از بینائی حرص و از شنوائی کینہ و از گویائی غضب و از توانائی حسد
و از دانائی کبر و این ہر پنج بمعنی نفس است و آں پنج بمعنی دل ست و این ہر دو مرتبہ
ذات باشد و ایں را شریعت گویند - چنانچہ بزرگے فرمودہ است ○

نفس و روح و عقل و دل جملہ یکیست	مرد معنی را در ینجا کے شکیست

چوں بیخ با شاخ و شاخ با برگ شنیدی و دریافتی۔ اکنوں گل با میوہ و میوہ با تخم با ہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز ایں درخت را گلہاست یعنی طاعت و زہد و تلاوت و قناعت و سخاوت و ایں بیخ را بمعنی طریقت گویند و دریں گلہا میوہ ہست۔ یعنی شفقت و محبت۔ و رحمت۔ و برکت۔ و ہمت۔ و ایں بیخ در معنی عشق یکے باشد کہ او را معرفت گویند۔ و در میوہ تخم است کہ آنرا وحدت گویند۔ زیرا کہ ہوں تخم اول ست کہ آں را عشق خوانند۔ العشق ہو اللہ۔ کہ از و ہمہ ظاہر شدہ است بلکہ ہمونست کہ بدین خود را جلوہ دادہ است۔ چوں بیخ با شاخ و شاخ با برگ و برگ با گل و گل با میوہ و میوہ با تخم یعنی شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت و وحدت۔ و چوں ایں جملہ شنیدی و دریافتی۔ اکنوں با ہوش بشنو و دریاب کہ وجود ایں درخت را طبایع عناصر اربعہ نام ست یعنی حرارت و رطوبت و برودت و یبوست بمعنی گرمی و سردی و تری و خشکی یعنے آب و خاک و آتش و باد و ایں ہشت بمعنی چہار ست۔ بیروں ایں وجود درخت عدم است۔ ہر چہ ہست ہمیں چہار ست و چوں ایں جملہ شنیدی و دریافتی۔ اکنوں با ہوش باش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز جنبش ایں درخت نیروے شہوت و قال و استوارئی ایں درخت خیال و وصال۔ حیات ایں درخت بیداری و ہوش۔ ممات ایں درخت خواب و فراموش۔ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلنَّوْمُ اُخْتُ الْمَوْتِ حیات و ممات ایں درخت شنیدی و دریافتی۔ اکنوں با ہوش بشنو و دریاب کہ نہاد ایں درخت در چہ است یعنی در زمین اے عزیز نہاد ایں درخت در زمین فنا است کہ آنرا بقا گویند۔ ذات اللہ خوانند کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ و ایں فنا بمعنی بقا است و ایں درخت را درون و بیرون گرفتہ است ظاہر و باطن پیوستہ۔ بلکہ عین درخت شدہ دیگے گشتہ و دوئی نماندہ۔ اکنوں ببیں کہ

جملہ ایں درخت بقا است کہ آنرا عشق گویند ۔ و ایں عشق لاحد و لا غایب ۔ لا مثل و لا نہایت
خود بخود شکل و صورت صد ہزاراں رنگہائے بے شمار دارد ۔ و حدہٗ لا شریک لہٗ ۔ این جملہ
چوں شنیدی و دریافتی اکنوں کمالاتِ آں باہوش بشنو و دریاب ست

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکے ست اینجا	چوں وصل درنگنجد ہجراں چہ کار دارد

بدانکہ اے عزیز ایں درخت وجود تو شکل ایں درخت ہیں افعال و اوصاف تو کما
قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اَیْ عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰنِ
اکنوں ہمیں کہ تو عین بقائی بلکہ عین عشق و مطلق و مقیدی خبر تو کے نیست ۔ فی الجملہ
تو ئی کہ خود را گم کردہ ۔ اشتی دوئی و جدائی نیست ست

وجودے ندارد کسے جز خدائے	ہمیشہ ہمونست قائم بجائے

چوں نفس خود را بشناختی عین بقا گشتی کما قال علیہ السلام ۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ
بِالْعَجْزِ وَالْفَنَاءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ بِالْقُدْرَۃِ وَالْبَقَاءِ ۔ چوں نفس خود را فنا شناختی
بقا یافتی ۔ چوں فانی اللہ شدی باقی باللہ گشتی ۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ست

ہر چند کہ بے درد دی کلے محرم ما گردی	فانی شو فانی شو تا ہمدم ما گردی

چنانچہ آوردہ اند ۔ درویشی اہل فنا را نشدہ ۔ جرد جرہ ۔ یعنی مجرد شو ۔ مجرد شو با ہمہ سوا اندام او بریت
زہے مقام حیرت کہ درویش در تحیر ماند چنانچہ در خبر آمدہ اَلْحَادِثُ اِذَا قُرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَیْسَ لَہٗ
اَثَرٌ ۔ یعنی نمک در آب انداز ند جملہ آب شود و اثر او نماند ۔ اکنون تو ما نی عشق ماند و تو ندانی عشق داند ست

دریائے کہن چو بر زند موجے نو	موجش خوانند و در حقیقت دریاست

و در ینجا جا نہ عالم شود کہ گفتگو سے و جستجو سے نماند کما قال علیہ السلام مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ
لِسَانُہٗ ۔ چنانچہ آں عاشق الٰہی حضرت شیخ سعدی شیرازی می فرماید ست

چو بلبل روئے گل بیند زبانش در نوا آید	مرا از دیدن رویت فرو بست ست گویائی

اما اینجا گفتہ می شود بہ اعتبار کمال شوق دوست یعنی مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ طَالَ لِسَانُہٗ چنانچہ
باد صبا آید ۔ آنچہ بستہ است در حال بکشاید ۔ و این بیت بر سر زبان نیز آید ست

عجب این است کہ من وصل سرگردانم		عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست

چوں ایں جملہ تمام فہم کردی اکنوں باہوش بشنو و نگہدار۔ بدانکہ اے عزیز در وجود تو سہ مقام است۔ اول و اوسط و اسفل۔ یعنے ناف کہ مرتبہ نفس و این اسفل است۔ تعلق بہ دوزخ دارد۔ دیو و پری و مار و کژدم و آتش و سردی و آنچہ لوازمہ دوزخ است و اجناس سقر دریں مقام است۔ و دریں مقام ظہور ابلیس است یعنی نفس مقام اوسط دل است تعلق بہ بہشت دارد یعنی زمین بہشت مقام حور و قصور و اشجار و اثمار و ناز و نعمت و آنچہ لوازمہ بہشت دریں مقام است و شاہ عشق درینجا بنام محمد ظہور است۔ مقام اول کہ درمیان دل است تعلق بحق دارد کہ احد است یعنے دریں مقام ملایک و عرش و کرسی و لوح و قلم و آسمان و زمین و آفتاب و مہتاب و ستارگان و آنچہ لوازمہ نور نور حق است۔ درین مقام است۔ و شاہ عشق درینجا بہ وصف اللہ ظہور است یعنے روح۔ و این کمال میوۂ عشق است و وصف عشق است بلکہ ہمونست کہ خود بخود بدین طریق است اما ہر مقام نام دیگر است قَالَ عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ اَنَا فِی الْوَرَاءِ الْعَرْشِ اَحَدٌ وَ فِی السَّمَاءِ اَحْمَدٌ وَ فِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ وَ فِی التَّحْتِ الثَّرٰیِ مَحْمُوْدٌ ؛

یعنی ہمان احمد در ہر مقام نامے دیگر احد احمد محمد محمود یافت۔ چوں ایں مقام شنیدی و دریافتی۔ اکنوں باہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز آدم و عالم جملہ عشق است و قدم اول و آخر ندارد ؎

در بہ معنی نظر کنی ہمہ اوست		ایں جہان صورت است معنی دوست

؎

ظاہر مکن باکس مگو خوش خوش بردہ بر ارما		نقشے نمودم من عیاں صورت انسان نہاں

و نہ آمدہ است و نخواہد رفت۔ بلکہ دایم و قایم است کما قال اللہ تعالیٰ لَمْ یَلِدْ ای لم یخلق و نہ آفریدہ است و نہ آفریدہ شدہ است۔ ہمچنان است حی ہو ہو ہو۔ اینجا فہم

چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

عشق مشاط بود در دو جہاں ... عقل با دخلے نباشد اندراں

زیرا کہ ایں دریا است خونخوار و بے قعر و بے کنار۔ ہی ہی ایں را بیاں تواں گفت و اگر کسی سوال کند کہ ایں ہی ہی ضمیر مونث است۔ پس ضمیر مؤنث را چگونہ مشابہت باحق تعالیٰ۔ تواں کرد۔ جواب اینست کہ در شب معراج تجلیات حق سبحانہ تعالیٰ حضرت خواجہ عالم را محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم بصورت مؤنث ہم شدہ بود۔ چوں جملہ شنیدی و دریافتی اکنوں باہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز ایں ماندن تو در چاہست و درچہ ماندہ۔ چنانچہ بیروں محبت ماندن۔ یعنی محبت در محبت ماندہ است کہ آنرا عشق خوانند۔ زیرا کہ بیروں محبت ماندن ممکن نیست۔ ہر کرا دوست داری بہر روے کہ ہست آنکس نیز توی کہ خود را بخود دوست داشتہ باشی و ہر چیزے را کہ بینی و محبت داری آن نیز توی کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام رَاَیْتُ رَبِّی بیرا یعنی دیدم خدائے را بخدائی حدیث دیگر رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ لَیْلَۃِ الْمِعْرَاجِ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ اَمْرَدٍ شَابٍ وَقَطَطٍ یعنی پیغمبر فرمودہ است علیہ و آلہ وسلم۔ دیدم پروردگار خود را در شب معراج بخوب ترین صورت چوں زلف او پیچ در پیچ بود۔ اناٌ محمد علیہ السلام خدائے عزوجل را در خود دید۔ چنانچہ آیت کریمہ شاہدست۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنے من در ذات ہائے شمایم و نمی بینید شما۔ دیگر قول شاہدست مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ ندیدم من ہیچ چیز را مگر دیدم خدائے را دراں چیز قول دیگر شاہد اَنَا وَاللّٰہُ فِی الْوَاحِدَۃِ یعنی من و خداوند تعالیٰ در وحدت یکے ام ؎

اسمداست اینجا احداے مرد کار ... دایما در عشق باشد بیقرار

پس اے عزیز او دایم خود بخود نگرانست۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

اے خدا چوں توی غم و شادی ... ہمت ما و توجہ بنہادی

ہم تو لیلیٰ وہم تو مجنونی۔	ہم تو شیرین وہم تو فرہادی

وبزرگے دیگر فرمودہ است شاہد ترست ؎

خدا بود عاشق بخود ای گدا	بود عاشق خود بخود اے گدا
جہاں کرد آئینہ خود را نمود	تماشائے خود را بخود وا نمود
ہمہ عاشق وعشق ومعشوق بود	چو آتش ہمہ شعلہ سوز ودود

چوں ایں محبت را شنیدی ودریافتی۔ اکنون باہوش بشنو ودریاب۔ بدانکہ اے عزیز ایں محبت را آب حیات گویند وجائے ایں در ظلمات است یعنی درون چشم۔ زیراکہ محبت از چشم پدید آمدہ است۔ اکنون چشم خود را بشناس کہ کیست وچیست۔ کہ صاحب وجود و مالک تن تو ہماں تخم اول است کہ جملہ از ظہور است چنانچہ حضرت خواجہ عبید اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ در مناجات خود میفرماید" الٰہی بہستی وجود خود چہ نازم۔ مراد یدہٗ دیدہ کہ ایں نذر تو سازم" ایں را دائم وقائم نگاہ دار وخود را بخود بین وخود را بخود جلوہ کن وخود را بدین بسیار دلباز۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ است ؎

چشمی دارم ہمہ پر از صورت دوست	با دیدہ مرا خوش است چوں دوست دروست
از دیدۂ دوست فرق کردن نہ نکواست	یا اوست بجائے دیدہ یا دیدہ ہم اوست

رباعی

اے دوست ترا بہر مکانی جستم	ہر دم خبرت زایں وآں می جستم
دیدم تو خویش را تو خود من بودی	خجلت زدہ ام کز تو نشان می جستم

چون صفت چشم شنیدی ودریافتی اکنون باہوش بشنو ودریاب۔ بدانکہ اے عزیز

؎ اس محل پر کاتب نے اصل نسخہ میں بیاض چہوڑدی ہے لہذا یہ مصرعہ اس مؤلف عفی عنہ نے اپنی طرف سے لکھدیا ہے۔

ایں نور حقیقت ہیچ است کہ آنرا روح گویند الآدم واحد مرکب من السبع یعنی دم بقدم آمیختہ و یکے گشتہ است چنانچہ بوئے در گل و مسکہ در شیر و بندہ با حق ہمچو شیر و روغن است آمیختہ و این ہمہ شیر است و روغن ہم تو ئی لامقبض ذوق آں حقیقت آدم است کہ آنرا روح گویند و نور نامند کما قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض ایں ذرہ نور و روح را بہ عبارت و اشارت گفتہ شد۔ آں حقیقت نام و نشاں ندارد۔ و حد و اسم نیز ندارد و ذاتیت نامحدود نامتناہی و بحریست بے پایاں و بیکراں ذات نور علی الدوام در تجلی خویش است چنانچہ بزرگے فرمودہ است۔ ؎

تا جمال خویش را بینی عیاں	بے نشان شو از رہ نام و نشاں

؎

پس کلام ما ہمیں است جملہ عالم خاک و باد	ظاہرا صورت چہ بینی ہر چہ بینی یار باد

چون ایں شنیدی و دریافتی۔ اکنون باہوش بشنو و دریاب۔ بدانکہ اے عزیز ہمیں دم بقدم آمیختہ یعنی روح را ہیچ خوانند۔ خدا و رسول گویند۔ ظلمت و نور خوانند جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل نامند۔ بہشت و دوزخ و آسمان و زمین آفتاب و مہتاب۔ شب و روز جن و انس وحش و طیور گویند۔ کفر و اسلام خوانند و دین و دنیا گویند۔ کعبہ و بت خانہ گویند ؎

مسجد و دیر تو ئی کعبہ و بتخانہ یکے است	ہر کجا گوش نہادم ہمہ غوغائے تو بود

و ایں حقیقت عشق است کہ خود بخود چنیں است ظاہر و باطن خود است۔ ہر چہ شد شدن تو اند واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ؎

عشق مشاطہ ایست رنگ آمیز	کہ حقیقت کند برنگ مجاز

مثنوی

عشق می باز و خدا با خود لتیتن	شد بہانہ درمیانِ مرد و زن

عشق گوہر بے بہا و بے نشان — بحر عشق ہر دم شوی تو جانفشان
عشق پنج و ہفت باشد عشق چار — عشق نور و عشق نار و عشق دان
عشق باد و عشق آتش آب و خاک — در حقیقت عشق باشد جان پاک
عشق اول عشق آخر جاودان — با خودی خود عشق باشد در میان
عشق شاہ و عشق ماہ و عشق راہ — بر سر خود عشق پوشد چون کلاہ
عشق عرش و عشق کرسی راز دان — ہم قلم ہم لوح ہم محفوظ دان
عشق شمس و عشق چرخ و ہم زمین — ہم فرشتہ در شمار و ہم مکین
عشق روشن ہم نجوم و ہم بروج — با خودی خود نزول و ہم عروج
عشق بیخ و عشق شاخ و عشق گل — عشق میوہ عشق تخم و عشق مل
عشق در صورت جمال خود نمود — جملہ اشیا در حقیقت عشق بود

ایں مختصر را جود العاشقین نام نہادہ شد۔ واللہ اعلم باسرار الخفیات۔

نثر شریف کے علاوہ ذیل میں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کی نظم کے چند نمونے بھی درج کر دیئے جاتے ہیں۔

غزل

ندانم کہ آن خوں ریز دل تا چہ میبازد — سوارے مست می آید سمند حسن می تازد
غبار از سینہ میخیزد دو جاں از دروی سوزد — نگر آن شہسوار من بمیدان گوئی می بازد
ہمہ عالم نظر دارد بجادہ وال خود آخر — چہ عیبست این جوان من کہ من خویش میبازد
تعالی اللہ نگارے ما چنان موزوں و زیبائے — تواند جز خدای من چنیں نقش دگر سازد
لب لعل و سیاہ خال و جبش با روم یکجا شد — زہے مسکین دل بیدل داشکر کطرف تازد
اجازت بوسہ گر یابد محمد عاشق بیدل — ہمی معذور میدارش زمستی گر لبش گازد

دیگر

دوستان می دہند پند مرا — دشمنان طعنہ ہا زنند مرا

پیر گشتی و عشق میبازی — اجتہاد از سرشت چند مرا

سنگ مخلوق عشق یار ہستم — کے بود پند سودمند مرا

سنگ آزاد سرفراز ہستم — زلف او گشت پاسے بند مرا

خانمان و دلم پریشان شد — جعد او در بلا فگند مرا

گریہ و آہ چیست ہر نفسے — دوستی کرد دردمند مرا

سوزش شمع رخ فزون بیند — گر ببو زند چون سپند مرا

آتش عشق آبرویم ریخت — خاک باد او جود بند مرا

تا بہ عشق گرم تر بکنند — چون لبالب بران ہند مرا

پر و بالست گر محمد سوخت
بیخ و بنیاد عشق کند مرا

دیگر

دیدم بکلبۂ بکارے — از درد کشی شرابخوارے

در بن خمرے خراب شکلے — دیوانہ وشے نزار و زارے

گفت از سر وقت خویش حالے — بنشین و شراب نوش بارے

وانگہ بصفا ہمی نگہ کن — بین عکس جمال روے یارے

بر لوح وجود نیست نقشے — جز نسخہ مصورت نگارے

مجنون چہ کس است چیست لیلی — گل چیست کجاست زخم خارے

خسرو کہ بدہ کدام فرہاد — شیرین بچہ گشت خوش گوارے

بہر چہ زن عزیز مصرست — ار کردہ یک غلام خوارے

از چہ سبب است اہل گرفتار — یعقوب کہ بود رستگارے
خود چاکر بندہ چرا شد — محمود کہ بود شہریارے
زیں حال کسے خبر ندارد — جز بیخبرے شراب خوارے

بیشک بخدا محمد اینجاست
چوں احمد پاک حق گزارے

دیگرا

باز آدم چوں عہد تو تا قفل زندان بشکنم — این چرخ مردم خوارہ را پہلو دندان بشکنم
گر پاسباں گوید کسے بردے بر بزم جام مے — دستم اگر دربان کشد من مست دربان بشکنم
ہرگز من بدست را در خانۂ خود رہ دہی — بس میتوانی اینقدر این بشکنم آن بشکنم

دیگر

دولت عشق را نہایت نیست — عاشقاں را بجز ہدایت نیست
ہر کہ را حل شدست مشکل عشق — او بداند کہ جز ہدایت نیست
عشق را بو حنیفہ درس نگفت — شافعی را در و روایت نیست
عشق جنسی ست از بروں البشر — آب و گل را درو کفایت نیست
بو العجب صورتیست صورت عشق — چار مصحف از و یک آیت نیست

رباعی

میل خلق جملہ عالم تا ابد — گر نباشد نباشد سوئے تست
جز ترا چوں دوست نتواں داشتن — دوستی دیگراں بر بوئے تست

رباعی

یارے دارم کہ جسم و جاں صورت اوست — چہ جسم و چہ جاں جملہ جہاں صورت اوست
ہر معنی خوب و صورت پاکیزہ — اندر نظر تو آید آں صورت اوست

رباعی

یک عین متفق کہ جز او ذرہ نبود — چون گشت ظاہر این ہمہ اغیار آمد
اے ظاہر تو عاشق و معشوق باطنت — مطلوب را کہ دیدہ طلبگار آمدہ

رباعی

چون جمالش صد ہزاران روے داشت — بود در ہر ذرہ دیدارے دگر
لاجرم ہر ذرۂ بنمود یار — تا بود ہر ذرہ ہر دم گرفتار دگر

رباعی

آفتاب در ہزاران آبگینہ تافتہ — پس برنگ ہر یکے تاب عیان انداختہ
جملہ یک نور است لیکن رنگہائی مختلف — اختلاف این و آن را در میان انداختہ

رباعی

مرا بے من پدید آمد ہم از من ہر چہ می جستم — کنون در عین این معنی حسینی کیست حیرانم
مرا یاریست در خاطر اگر گویم کدام است او — جہانے مبتلا گردد بلاے خاص و عام اوست

رباعی

نصیحت ہمین است جان اے برادر — کہ اوقات ضایع مکن تا توانی
چنان سیر دی ساکنان خواب در سر — ہمین ترسم از کاردان بازمانی

ابیات

و ولی را نیست راہ در حضرت تو — ہمہ عالم توئی و قدرت تو
تا چہ خواہد کرد برمن دور گیتی زین دو کار — دست او در گردنم یا خون من در گردنش
● گر یارمی کند قبولت — خود را بستم بزلف او بند
دریاب گر تو عاقلی بشتاب اگر صاحبدلی — باشد کہ نتوان یافتن دیگر چنین ایام را

ذیل کی نظم و نثر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اردو تصانیف سی منتخب کیگئی ہے

	رباعی	
پانی میں نمک ڈال بزان دیکہنا لئے		جب گہل گیا نمک تو نمک بولنا کیسے
یوں گھولے خودی اپنی خدا سا ہتہ مصطفے		جب گہل گئی خودی تو خدا بن کوئی دسے

نثر اردو

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَجْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ - یعنی اوسکا معنی یوہی او سلطان اپنی ذات کی دریا میں گنج مخفی کوں چھپا کر کہا تہا۔ بقاکے موتیاں سون بہر کر اس حال میں کر دیکر عاشق ہوا ہور مصلحت میں ہور تجویز میں آیا کی اپنے راز کے موتی چھپا کر رکہنا خوب نہیں بلکہ عشق کے بازار میں ظاہر کرنا بہلا ہی - وبی بغیر اوس موتیاں کا قدر نا ہوسے یو تجویز و نیج آپس میں آپیں کیا ہور جوہری کوں ظاہر ہونی میں لانیکو منگایا۔ تب اوس ذات کی دریا میں غوطہ کہایا.... جیون اپنی تجویز و نیج کیا تہا تیوں ہوا اور اوس جوہری کوں عشق کے بازار میں لا کر بیٹہا یا بعد اوس ذات کی دریا میں غوطہ کہایا ہوا اوس بقا کی موتیاں کون اوپر لیا ہوا او موتیاں تمام اوس جوہری کے ہاتہ میں دیا تب جوہری نے کمالیت کی نظر سون او سب موتیاں کون دیکہا ہور بہوت پسند کیا۔ ہور صفت اوس موتیاں کا جون جوں تہا تیوں بچہ اوس موتیاں کا مول ظاہر کیا۔ سالکاں کو باٹ دینے کے واسطے عشق کے بازار میں او موتیاں تمام ظاہر کیا۔ یعنے اے بہائی ای مقصود تجہے معلوم نہیں ہوا تو بیان کہول کہتا ہوں - خوب سن - اول جو بیخودی کا حال تہا سو چہ ذات کا دریا ہے۔ ہور اوس حال کا راز ہی سو چہ بقا کی موتیاں ہے - ہور خاتم النبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں سو چہ جوہری ہیں۔ ہور ای تمام جہاں ہے - سو چہ عشق کا بازار ہی ہور معنی کھولی ہے سو چہ موتیاں کا مول ہے

نظم اردو

نام لے اللہ محمد کا اوّل
گوش جاں سوں تم سنو جب خاص یقین

اولاً بانفس و دل قلب و مثال
روح کیا ہے دیکھ اے دانا رانا

کاسباں کو بیاں ہے راہ وصال
علم مطلق تو ہے کہ جس ہستی منی

پھر علم مجمل ہو وہاں بولیا انا
جز علم مجمل سکے یہ میں کی سدا

او انا روشن ہوا جس علم میں
پھر علم شاہد ہو. بر نور وجود

جان ہیں ہوا ایک پیا میں پائی
احدیت میں علم مطلق یک پنا

واحدیت علم تفصیلی ہے جان
غیب ہویتا ہیں ہی غیب الغیب ذات

کسب کاسب کو کہوں در ہر محل
کیا کتا ہے نظم میں شاہ صدر الدین

خواہش دانائی کا تو سیکھ حال
ہستی مطلق سوہی وہ شاہ باز

راہ بین الاتصال و انفصال
اس علم کو وہاں تو احدیت گنی

اوس انا کی علم کو وحدت گنا
کیوں کی ہو صادر انا لفظ اذا

اوس علم کو نور کہتی ہیں ہمیں
اوس انا میں بوجہہ بوجہا سو شہود

اس سبب یو میں پنا برزخ کو آئی
ذات وحدت بیں علم مجمل انا

ذات سو چار اعتبار ایہا پہچان
نا ملاحظہ ذات نہ علم و صفات

جب ملاحظہ علم ہیچ پیدا ہوا
او انا خود آپ ہویدا ہوا ۞

دُوسرا باب

تذکرہ قطب الانام غوث الاسلام رکن الحق والدین بندگی مخدوم حضرت شیخ سراج الدین جنیدی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ جناب سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کی اولاد سے ہیں جن کا نسب گرامی حضرت سلم بن عبد المناف جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچتا ہے

شجرہ نسب — شجرہ نسب آپ کا یہ ہے۔ حضرت مخدوم محمد رکن الدین بن ابو المظفر محمد سراج الدین بن شیخ شرف الدین ملک داؤد بن شیخ حمید الدین بن شیخ سعید الدین بن شیخ منار الدین بن شیخ عبدالرحمٰن سلمی بن ابو سعید بن شیخ اسمٰعیل بن شیخ ابو نصر جنیدی بن شعار الدین نجید بن سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی بن ابو محمد عمران کبیر بن ابو عبداللہ ناجی بن ابوسفیان شعبان الرامی بن حبیب سلم الراعی بن عبدالرحمٰن سلمی بن ابو سلم حبیب ابو عبداللہ بن ابو عبداللہ حبیب بن ابو حبیب سلم الثانی بن سلم بن عبد المناف جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

حضرت کی والدہ اور بھائیوں کا حال۔ — آپ کی یعنی حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ بی بی مسلطونہ بنت سلطان عبداللہ قشوری (پشاوری) تھیں۔ جب حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ابو المظفر محمد سراج الدین قدس سرہ بغداد شریف سے روانہ ہو کر قشور پہنچے تو

عبداللہ بادشاہ فشور کے فرزند نے حضرت ممدوح سے ملاقات کر کے اپنی بہن بی بی مسطورہ کو آپ کے نکاح میں دیا۔ ان بی بی سے چار فرزند شرف ولادت پائے۔ اول سالار عثمان دوم شیخ احمد سوم شیخ تاج الدین۔ چہارم حضرت شیخ محمد رکن الدین قدس سرہم۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعد میں اپنے والد ماجد کے نام سے ہی یعنی بنام شیخ محمد سراج الدین مشہور ہوئے۔ درحقیقت آپکا اصلی نام شیخ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

ولادت و پرورش | حضرت شیخ محمد رکن الدین المعروف بہ شیخ محمد سراج الدین جنیدی قدس سرہ ۶۶۳ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد کی رحلت کے وقت آپ بہت کم عمر تھے۔ آپ کے ماموں یعنی سلطان فشور نے جو آپ سے بہت محبت رکھتے تھے آپ کی تعلیم و تربیت کی۔ سلطان فشور کا قاعدہ تھا کہ جب وہ تخت سلطنت پر بیٹھتے تو اپنے چاروں ہمشیرزادوں کو بھی اپنے برابر اسی تخت پر اپنے دہنے بائیں بٹھا لیتے۔

تلاش مرشد۔ حصول ارادت و خلافت۔ | ایک روز ایک بھانڈ جو بہت سے ممالک کی سیر کرتا ہوا اس مقام پر وارد ہوا تھا بادشاہ فشور کے پاس حاضر ہوا۔ دیکھا کہ تخت سلطانی پر چار پانچ شخص بیٹھے ہوئے ہیں۔ اہل دربار وغیرہ سے دریافت کیا کہ ان میں بادشاہ کون اور دوسرے لوگ کون ہیں۔ معلوم ہوا کہ سب کے بیچ میں سلطان متمکن ہے اور دونوں طرف ان کے ہمشیرزادے بیٹھے ہوئے ہیں بھانڈ یہ معلوم کرنیکے بعد تخت سلطانی کے قریب پہنچکر پہلے تو بادشاہ کی ثنا و صفت کی اور اخیر میں یہ کہا کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے آبا و اجداد کے طریقے پر چلے۔ تاکہ خاندان کی حرمت قائم رہے۔ یہ فقرہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے دل پر نہایت اثر کر گیا۔ آپ نے والدہ کی خدمت میں جاکر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ اور اپنے پدر و جد بزرگوار کے حالات دریافت کرنے کے بعد والدہ سے چند روز کے لئے سفر اختیار کرنے کی اجازت چاہی۔ جب یہ کیفیت آپ کے ماموں سلطان فشور نے سن پائی تو آپ کے

سفر کے بہت مانع ہوئے اور والدہ ماجدہ نے بھی منع کیا بلکہ رو دیں گر اس سے
کچھ فائدہ نہوا۔ حضرت ان کی ممانعت پر توجہ نہ کر کے چلنے پر آمادہ ہوئے
بالآخر بامر مجبوری حضرت کی والدہ مع دیگر صاحبزادوں کے آپ کے ہمراہ چلنے کے
لئے مستعد ہوئیں۔ اور شاہ فشورنے بھی چار و ناچار انکا سامان سفر تیار کیا ایک پینس
(میانہ) اپنی ہمشیر کے لئے اور چار عمدہ ترکی گھوڑے اپنے ہمشیرزادوں کے لئے
اور چار اونٹ روپیوں سے لدے ہوئے و دیگر سامان ضروری اور چار سو غلامان
زنگی و ترکی نیز چار سو سوار مع انکے اخراجات کے ہمراہ کر کے انہیں رخصت کیا
حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اپنی والدہ اور بھائیوں کو ساتھ لئے کرستشہ میں
وہاں سے چلے اور منزل منزل طے کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ ایک روز آپ کا
گذر ایسے مقام پر ہوا کہ آپ حالانکہ صبح سے سہ پہر تک چلے مگر کہیں آبادی کا نام
و نشان نظر نہیں آیا۔ بہت سے قریئے ملے جو بالکل ویران تھے۔ ان میں کوئی
آدمی نہ تھا۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ حالت دیکھ کر بہت متحیر ہوئے اور عصر کے
وقت ایک دریا کے کنارے پر پہنچے وہاں چند کشتی بان آپ کو نظر پڑے۔ آپ
نے ان سے اِن دیہات کی ویرانی اور تاراجی کا سبب دریافت کیا۔ کشتی بانوں
نے بیان کیا کہ یہاں سے قریب اس جنگل میں ایک خونخوار و قوی ہیکل بیل رہتا ہے،
جس نے کئی ایک آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اور جس کی دہشت سے لوگ اپنے گھر
چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ بہت سے مواضع اطراف و اکناف کے
بالکل تباہ و تاراج ہو گئے ہیں۔ جب حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے یہ کیفیت
سنی تو اپنے غلاموں اور ہمراہیوں کو اسی مقام پر ٹھیرا کر آپ تنہا اپنے تینوں بھائیوں
کو ہمراہ لیکر اس بیل کے مسکن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بڑھیا آپ کو
ملی۔ اُس نے کہا کہ اس طرف ایک بیل رہتا ہے۔ جو انسان کی بو پاتے ہی

اُس پر جھپٹ کر مار ڈالتا ہے اُسی کی وجہ سے یہاں کی تمام بستیاں ویران ہو گئی ہیں۔ آپ لوگ اس طرف جانیکا قصد نہ فرمائیں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے اس بڑھیا کو جواب دیا کہ ہم اُسی بیل کے شکار کو جاتے ہیں۔ اُس کے رہنے کی جگہ کا پتہ بتا۔ بڑھیا نے کہا وہ جگہ یہاں سے بالکل قریب ہے وہ دریا کے کنارے ہی رہتا ہے حضرت نے یہ سُنکر دریا کی راہ لی اور کنارے پہنچکر حضرت کے بڑے بھائی حضرت سالار عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دریا میں غسل فرمانے کے لئے اُترے اور دوسرے بھائی بیل کی تلاش میں آگے بڑھے۔ ناگاہ بیل آدمی کی بو پا کر بے چین ہوا اور پھر کر حضرت سالار عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے ہی قریب آکر اپنے سینگ جناب ممدوح کے سر پر لگا کر آپ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت آپ نے دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں سینگ پکڑکر اس زور سے زمین پر دے مارا کہ اس کے صدمہ سے بیل کی پسلیاں پہلو چیر کر باہر نکل آئیں۔ اور وہ دم توڑنے لگا۔ اتنے میں آپ کے دوسرے بھائی بھی وہیں آ گئے۔ اور حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ بیل شکار ہو چکا ہے۔ آؤ۔ اس کا گوشت کھاؤ۔ چنانچہ لوگوں نے خوشی خوشی وہاں پہنچکر اس کو ذبح کر کے درست بنایا۔ اور کباب لگا کر کھایا۔ حضرت اس جگہ پر صرف ایک مقام فرما کر آگے روانہ ہوئے۔ چونکہ آپ کو مرشد کامل کی جستجو تھی۔ لہٰذا منزل منزل طے کرتے ہوئے جب شہر دولت آباد میں تشریف لائے تو وہاں اس وقت حضرت سید السادات مدار العلوم بندگی مخدوم سید خوندمیر علاء الدین جوہری قدس سرہٗ تشریف فرما تھے۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور عقیدت مندوں کی طرح رات دن خدمتگزاری کر کے مرید ہوئے اور بالآخر نعمت خلافت و اجازت سے مشرف ہو کر دہلی کو روانہ ہوئے

حضرت کے پیر و مرشد کا حال | حضرت مخدوم سید خوندمیر علاء الدین جوہری قدس سرہٗ دہلی زمانہ

وقطب الوقت تھے۔ حضرت قوام الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ طریقت میں مجتہد الوقت تھے۔ دکن میں آپ کے خلفاء میں سے شیخ العالم عین الدین گنج العلوم رحمۃ اللہ علیہ وشیخ منہاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ مخدوم سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اولیائے کبار آئے ہیں۔ حضرت کا قیام گاہ دولت آباد تھا۔ مرقد انور بھی آپکا وہیں ہے۔ آپ کا وصال شب جمعہ ۲۸ شعبان ۷۴۳ھ میں ہوا۔ بعض کتب میں لکھا ہے کہ آپ کے فرزند دفن کے بعد آپ کا تابوت آپ کے مزار سے نکال کر دہلی لے گئے۔ اور قبر اشرف آپ کی دہلی میں ہے۔

ورود دہلی۔ حضرت کا راجہ ورنگل کو گرفتار کرنا بادشاہ کی بدگمانی و واپسی دولت آباد۔

جب حضرت شیخ صاحب قدس سرہ اپنی پیر کی اجازت حاصل کرکے دہلی میں آئے تو بادشاہ وقت سلطان غیاث الدین تغلق بالاخانہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی سواری مبارک کو دیکھ کر اپنے آدمی کو خبر لینے کے لئے بھیجا کہ آیا یہ سپاہی ہیں یا تاجر۔ چنانچہ بادشاہ کے ہرکارہ نے حضرت سے آکر استفسار کیا آپ نے فرمایا کہ ہم سپاہی بے روزگار ہیں۔ چنانچہ جب حقیقت وکیفیت بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے آپ کو اپنے محل کے قریب ایک مکان میں ٹھیرایا اور جس مکان میں کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ رونق فرما تھے۔ وہاں خود آکر آپ سے ملاقات کی اور آپ کی خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد عرض کی کہ آپ بزرگوار ہیں۔ چند روز یہیں اقامت فرمائے۔ باہم صحبت رہیگی اور اس کا میں بہت ممنون ہونگا۔ حضرت نے بادشاہ کی اس استدعا کو منظور کیا اور آپ نے وہاں مقام کیا۔ چند روز میں ہی آپس میں اتحاد بڑھ گیا۔ بادشاہ ہر امر میں حضرت کی رائے کو مقدم رکھتا تھا اور جو کچھ حضرت فرماتے اس پر عمل کرتا۔ یہ امر ارکان دولت کے ناگوار خاطر ہوا۔ انہوں نے آپ کو یہاں سے ٹالنے کی فکر کی۔ ایک روز وزیر پر تدبیر نے موقع پاکر

بادشاہ سے عرض کی کہ پرتاب رُدورا نام نے جو ورنگل کا راجہ ہے شاہی فوج کو شکست فاش دی ہے اس لئے اب دوسری مہم بہ سرکردگی شاہزادہ محمد تغلق اس کی سرکوبی کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ لیکن سنا جاتا ہے کہ راجہ کے پاس فوج کثیر ہے ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کو پھر بھی شکست ملے۔ اس لئے اب کی دفعہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو بھی شاہزادے کے ہمراہ مہم پر بھیجنا چاہیئے۔ آپ مرد صالح مستجاب الدعوۃ ہیں آپ کی دعا سے ضرور اہل اسلام کو فتح حاصل ہوگی۔ سلطان غیاث الدین تغلق حضرت سے بہت محبت رکھتا تھا۔ آپ کی جدائی اس کو ہرگز منظور نہیں تھی مگر جب شاہزادہ محمد تغلق نے بھی حضرت کا بہت معتقد تھا اور حضرت کی ہمراہی باعث برکت سمجھتا تھا اس بارہ میں مصر ہوا تو سلطان نے بالآخر حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دن بیان کیا کہ مملکت اہل ہنود میرے ملک سے ملی ہوئی ہے۔ وہاں کا راجہ ظلم پر کمر بستہ ہے۔ اس لئے فوج شاہی اسکی سرکوبی کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ بھی اس فوج کے ہمراہ ہوں تو مجھے یقین ہے کہ آپ کی موجودگی و دعا کی برکت سے ہم کو ضرور فتح حاصل ہوگی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے بادشاہ کی اس درخواست کو مان لیا اور لشکر کے ہمراہ روانہ ہوئے آپ کے ساتھ آپ کے تینوں بھائی بھی ہمراہ ہوئے۔ جب لشکر اسلام راجہ کے حدود ملک کے قریب پہنچا تو پرتاب رودرا کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ راجہ اپنی بے انتہا فوج کیساتھ مقابلہ کے لئے آمادہ ہوا۔ طرفین میں جنگ شروع ہوئی۔ شہزادہ محمد تغلق نے داد شجاعت دی۔ بڑی مستعدی و دلیری سے مقابلہ کیا۔ مگر فوج شاہی بہت کم تھی مقابلہ کی تاب نہ لا سکی۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے پیر جو جمے ہوئے تھے اکھڑ جائیں کہ ایسے میں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ میدان کارزار میں بنفس نفیس تشریف لائے اور اپنے جانب کے اہل لشکر کی ہمتیں بڑھائیں اور ڈھارس بندھا دی۔ اہل اسلام پھر تو سر توڑ کوشش کے ساتھ ہندوؤں پر پل پڑے ہندو دکن کے دست بازو لڑتے لڑتے شل ہوگئے

تھے۔ کسی سے کچھ بن نہ پڑا۔ پسپا ہو کر فرار ہوئے
پرتاب رودرا پر یہ حالت دیکھ کر ایک تحیر کا عالم طاری تھا۔ اپنی جگہ سے ہل چل نہیں سکا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس کے قریب پہنچے اور اس کے گھوڑے کی باگیں تھام کر اس کو اپنی فرودگاہ کی طرف لے آنے لگے۔ پرتاب رودرا اس وقت کہیں چونکا۔ اور حضرت سے پوچھنے لگا کہ آپ مجھے کہاں لئے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تجھ کو سلطان دہلی کے پاس لے جاؤنگا اس نے حضرت کی بڑی منت وسماجت کی اور عرض کی کہ میں مسلمان ہو جاتا ہوں مجھے چھوڑ دیجیے سلطان کے پاس نہ لیجائیے۔ اس اثنا میں حضرت اس کو لے کر فرودگاہ میں پہنچ چکے تھے۔ پرتاب رودرا کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اور شاہزادہ محمد تغلق کے اتفاق سے راجہ کو رہائی دی۔ اور اس کا ملک اسی کو بخشدیا۔ اور اس سے اس امر کا اقرار کرالیا کہ پھر کبھی وہ سلطان دہلی کی اطاعت سے منحرف نہ ہوگا اور مقررہ خراج برابر ادا کرتا رہیگا۔ اس کے بعد شاہزادہ محمد تغلق اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اور ان کے بھائی وغیرہ تین دن تک شہر ورنگل میں راجہ رودرا کے یہاں مدعو رہے۔ چوتھے دن اس سے رخصت ہو کر اپنے برادروں اور لشکر شاہی کے ساتھ دہلی کو مراجعت فرمائی۔ جب دہلی میں آئے تو شہزادہ محمد تغلق نے اپنے باپ سے جنگ کے کل واقعات من وعن بیان کیے۔ بادشاہ اس کیفیت کو سنکر دل میں بہت ہراساں ہوا اور سمجھا کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ نے پرتاب رودرا کو اس کے لشکر سمیت اسطرح زیر کیا تو کیا عجب ہے کہ اگر وہ چاہیں تو کسی روز میری سلطنت بھی اسی طرح چھین لیں۔ بس وہاں سے رخصت ہو کر اپنے محل میں آیا اور اپنے وزیروں کو طلب کر کے اس خصوص میں مشورہ کیا۔ اور حضرت کو اپنے پاس سے ٹالنے کی کوئی تجویز پوچھی۔ وزیر نے کہا حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کو لوگ بہت عزیز رکھتے ہیں۔ علانیہ طور پر آپ کے نکلوانے میں فساد و بدنامی کا اندیشہ ہے

ہیں ایک ایسی تدبیر عمل میں لاتا ہوں کہ وہ خود بخود یہاں سے چلے جائینگے۔ چنانچہ چند روز گزار کر وزیر نے ایک روز حضرت سے عرض کی کہ حضرت کی سواری جب دربار شاہی میں آتی ہے تو حرم سلطانی بالاخانہ پر سے آپ کو دیکھا کرتے ہیں۔ لہذا جب آپ تشریف لائیں تو منہ پر نقاب چھوڑکر آیا کیجیے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہے تو میں اس دربار میں اب آؤنگا ہی نہیں۔ پھر مجھے برقعہ اوڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پس آپ وہاں سے اپنے بھائیوں کو ہمراہ لیکر اپنے مرشد کے پاس واپس آنے کے قصد سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت سالار عثمان رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بڑے بھائی نے ۱۷ رمضان المبارک ۷۲۳ھ میں رحلت فرمائی اور لکھنؤ میں مدفون ہوئے اور شیخ احمد صلاح الدینؒ آپ کے سنجلے بھائی بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں بیشمار لوگوں کو فیض پہنچا کر چھ سال تک زندہ رہنے کے بعد ۹ ماہ رجب ۷۲۹ھ میں قضا کی اور شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت کے سنجلے بھائی تھے۔ حضرت کے ہمراہ رہے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اپنے سنجلے بھائی اور والدہ کے ہمراہ اپنے پیر و مرشد کے پاس آئے اور وہاں چند سال رہے۔ اس اثنا میں ایک رات حضرت رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے شیخ سراج الدین دکن میں اسلام ہنوز نہیں پھیلا ہے تم وہاں جاکر اشاعت اسلام کرو۔ تمہارے ہاتھوں ولایت دکن مذہب اسلام سے منور ہوگی۔ اس بشارت کے بعد ایک اور خواب بھی آپ نے دیکھا کہ چاندی کا گنبد جس کا کلس خالص سونے کا ہے تھرا رہا ہے۔ حضرت شیخ صاحب نےؒ یہ دیکھکر زبان مبارک سے بسم اللہ کہتے ہوئے اپنا دست مبارک اس پر رکھا۔ چھوتے ہی گنبد مذکور ساکن ہوگیا۔ اس خواب کی تعبیر اپنے مرشد سے دریافت کی۔ مرشد نے جواب دیا کہ ضرور دکن میں

تمہارے ہاتھ سے اشاعت اسلام ہوگی اور بادشاہ دکن بھی تمہارے ہاتھوں مقرر ہوگا۔ تم دکن میں جاؤ اور دریائے کرشنا کے کنارے ایک موضع جس کا نام کوڑچی ہے وہاں اپنا مقام کرو۔

موضع کوڑچی میں سکونت اختیار فرمانا۔ حسب فرمان جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و نیز اپنے مرشد کی اجازت سے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اس موضع کی تلاش میں دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں جس وقت بیجاپور پہنچے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ بیمار ہوگئیں اور بتاریخ ۱۲ ماہ شعبان ۸۳۱ھ آپ واصل بحق ہوئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو ابوالحسن وزیر کے مکان میں دفن کیا اور اس کے بعد حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز وہاں سے روانہ ہوکر موضع کوڑچی میں فائز ہوئے۔ موضع کوڑچی دریائے کرشنا کے کنارے واقع ہے۔ اس موضع سے دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر بہت گھنا بن املیوں کا ہے۔ حضرت نے انہیں املیوں میں اپنا قیام اختیار فرمایا۔ موضع کوڑچی برہمنوں کی بستی ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا۔ یہ مقام ہندوؤں کے پاس نہایت متبرک خیال کیا جاتا تھا۔ بہت سے برہمن اطراف سے یہاں پوجا کے لئے آیا کرتے تھے۔ جب حضرت نے یہاں اقامت اختیار کی اور آپ کی کرامات لوگوں پر ظاہر ہونے لگیں تو لوگ بھی یہاں کے حضرت کے معتقد ہونے لگے۔

کشف و کرامات اس اثناء میں ایک جوگی نے بہت کچھ تپسیا اس بت خانہ میں کی تھی اور اس کے تین چار سو چیلے بھی تھے۔ ایک روز بت خانہ کے باہر آکر بیٹھا۔ اس کے سر پر ایک کمل معلق سایہ کئے ہوئے تھا۔ اس کرشمہ کو دیکھ کر لوگ گرویدہ ہوگئے۔ اور جوق جوق اس کی طرف جانے اور معتقد ہونے لگے۔ ایک خادم نے یہ حال حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو معلوم ہوا۔ غیرت اسلام نے جوش کھایا۔ اپنی جوتی پر نظر کی۔ جوتی وہاں سے

سیدھی اس جوگی کے پاس گئی اور اس کمل کو جو معلق تھا مار مار کر زمین پر گرا دیا۔ جوگی اس حالت کو دیکھکر بہت حیران ہوا۔ بہتیرے منتر وغیرہ پڑھے اور بہت کوشش کی۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر پریشان حال ہوکر حضرت کی خدمت میں آپہنچا اور کفر سے توبہ کی اور مشرف با سلام ہوا۔ نام اس کا بابا محمدؒ رکھا گیا۔ اس کے گئی بھگتی اور چیلے بھی حضرت پر ایمان لائے۔ اور شرف اسلام حاصل کیا۔ اس دن سے یہاں مذہب اسلام کی ترقی چاروں طرف ہونے لگی۔

نقل ہے کہ ایک روز بابا محمدؒ نے ایک کمان حضرت کے نذر کر کے عرض کی یہ بہت کام کی چیز ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ اس کمان سے کیا کام نکلتا ہے۔ بابا محمدؒ نے جواب دیا کہ جدھر کے رُخ اس کمان کو کھینچیگا اس طرف کے تمام دفاین واملاک کھینچنے والے کو نظر آئینگے۔ حضرت نے اس کمان کو بابا محمدؒ سے لیکر دہکتے ہوئے انگاروں کی انگیٹھی میں جو آپ کے سامنے رکھی ہوئی تھی ڈال دیا۔ کمان فوراً جلکر راکھ ہوگئی۔ بابا محمدؒ نے اس کمان کو اپنے مواجہ میں جلتی دیکھکر بہت افسوس کیا اور کہا کہ کئی سال میں نے اپنے پر محنت ومشقت گوارا کر کے بڑی ریاضت وخدمت سے حاصل کی تھی۔ ایک لمحہ میں میری تمام محنت برباد ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا کہ فقیروں کو ان چیزوں کی پرواہ نہیں ہے۔ اگر تجھ کو مال وزر کی ضرورت ہے تو لے۔ یہ فرما کر اپنا مصلےٰ لوٹا۔ اس نے دیکھا کہ بہت بیش قیمت جواہر بے تعداد پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے بابا محمدؒ سے فرمایا کہ ان میں سے چند جواہر لے کر تو اپنی محنت حاصل کرلے۔ بابا محمدؒ نے اپنے پیر مرشد کے فرمانے کے مطابق تھوڑے سے جواہرات لیکر سوداگری کا پیشہ اختیار کیا۔ اور سمندر کی راہ سے دُور ودراز ملکوں کا سفر کر کے ان مقاموں پر اپنے قیمتی جواہر فروخت کئے اور اس رقم سے عمدہ عمدہ گھوڑے اور دیگر اسباب تجارت خرید کر کے وہاں سے اپنے وطن کی جانب روانہ ہوا۔ وطن پہنچکر ایک عرصہ تک سوداگری

کرتا رہا ان گھوڑوں میں سے ایک بچھیرا جو نہایت ہی عمدہ تھا بابا محمدؒ اپنے دل میں اپنے پیر کی نذر کر چکا تھا۔ جب وطن سے پیر و مرشد کی قدمبوسی حاصل کرنے کی غرض سے چلا اثنائے سفر میں ایک روز اس کے دل میں آیا کہ یہ گھوڑا نہایت ہی عمدہ اور بیش قیمت ہے اس کو اپنے پاس رکھکر اس کے معاوضہ میں کوئی اور گھوڑا پیر و مرشد کو دیدینا چاہیئے جب یہ خیال اس کے دل میں سمایا تو اسی دم سمندر میں طوفان اٹھا اور جہاز اس کا قریب تھا کہ غرق ہو جائے۔ ایسے میں وہ اپنے منصوبہ پر آگاہ ہوا اور توبہ کی اور حضرت پیر و مرشد سے مدد و دستگیری چاہی۔ اس وقت حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہ السامی کراچی کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ معاً ہاتھ لمبے کئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے خادموں کی طرف اشارہ کرکے انہیں بلایا۔ جب خادم اُن کے نزدیک جمع ہوئے تو ان کے سامنے آپ نے اپنی آستین نچوڑی۔ اس میں سے پانی نکلنے لگا۔ خادموں نے اس پانی کو چکھ کر عرض کی کہ یہ سمندر کا پانی ہے۔ بعدہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ فلاں شخص بابا محمد نام ایک گھوڑا جس کا رنگ روپ اس طرح کا ہے میری نذر کر چکا تھا۔ اب اس کو میرے پاس لانے کی غرض سے جہاز چڑھا یا ہے۔ چونکہ وہ بہت خاصا گھوڑا ہے اس لئے بابا محمدؒ کے دل میں سمایا کہ اس گھوڑے کو خود لے کر کوئی اور گھوڑا میری نذر کرے۔ اس خیال کے گزرتے ہی سمندر میں طوفان اٹھا اور اس کا جہاز ڈوبا چاہتا تھا کہ ایسے میں وہ اپنی ڈانواں ڈول نیت پر متنبہ ہوا توبہ کی اور میری مدد چاہی۔ اس لئے میں نے اس کے ڈگمگاتی کشتی کو طوفان سے بچا کر اس کا بیڑا پار لگایا۔ اور وہ سلامت رہا۔ جب خادموں نے یہ کیفیت سنی اور پانی کو دیکھا تو حضرت کے بیان کی تصدیق کے لئے اس دن کی تاریخ و مہینہ لکھکر اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ چند ہی روز کے بعد بابا محمد سفر طے کرکے سلامت بصد مسرت کراچی کے ابھی متصل پہنچا تھا کہ پھر دوسری دفعہ اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ گھوڑا بہت ہی بے مثل و نایاب ہے۔ اگر

مرشد کے نذر کرونگا تو وہ کچھ اپنے ہی پاس اس کو رکھنے سے رہے۔ کسی کو بھی للہ دیدینگے پس اس کو خود ہی کیوں نہ رکھ لوں اور اس کے معاوضہ میں کوئی دوسرا گھوڑا حضرت کی نذر کر دیا جائیگا۔ چنانچہ یہ پورا پورا ٹھان لیکر دریائے کرشنا کے کنارے پہنچا اور گھوڑ دوں کو وہیں چھوڑ کر اپنا قیمتی اسباب وغیرہ جو ملک ملک کا لایا تھا ساتھ لے کر دریا پار ہونے کی غرض سے ناؤ پر چڑھا۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ ناؤ ابھی منجدھار کے ادھر ساحل کے ہی قریب تھی کہ یکایک ایک بھنور میں پہنچی اور تمام اسباب سمیت غرقاب ہوگئی صرف بابا محمد اپنے مرشد کی توجہات سے زندہ بچا اور بڑی صعوبتوں سے ڈوبتا ابھرتا کنارے پر پہنچا اور وہاں سے سیدھے حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی اور اپنے اسباب کی تباہی اور تاراجی بیان کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا پھر دوسری دفعہ بھی تو نے ہماری پہلی نذر میں تصرف کرنا چاہا تھا۔ بابا محمد نہایت کھسیانا ہوا اور بیحد معذرت کی اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ اسی وقت اس کے ہمراہ روانہ ہوئے اور دریا کے کنارے کھڑے ہوکر اس سے دریافت کیا کہ تیری ناؤ کہاں ڈوبی ہے بابا محمد نے عرض کی کہ اسی بت خانہ کے مقابل غرق ہوئی ہے۔ حضرت نے یہ سنکر اپنا عصا پانی پر مارا۔ دریا کا پانی فوراً پھٹ گیا۔ سوکھی زمین نظر آنے لگی۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ اے بابا محمد اس جگہ جس قدر تیرا مال ومتاع ہے وہی لے لے۔ اس سے زیادہ کی حرص نہ کر اور کسی دوسری چیز کو چھونا نہیں چنانچہ بابا محمد نے حضرت کے حکم کے بموجب دریا میں جاکر اپنا تمام مال ہنسی خوشی اٹھا لیا۔ اس کے بعد خوشی خوشی میں آکر اپنے گھوڑے طلب کرکے وہی گھوڑا مع دیگر تحائف وغیرہ کے حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے نذر کیا۔ حضرت نے ان ہدایا کو اسی وقت اپنے خدام و فقراء وغیرہ میں تقسیم کردیا۔ بابا محمد عرصہ تک حضرت کی خدمت میں رہکر اپنے وطن کو واپس ہوا کہتے ہیں کہ اب تک بھی اس جگہ پانی پر ایک خط نمایاں

رہتا ہے جہاں حضرت کے عصا کے اثر سے دریا پھٹ گیا تھا۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد اپنا عصا ہاتھ میں لے کر اپنے قیام گاہ سے بجانب جنوب روانہ ہوئے۔ خادموں میں سے کسی کو بھی اس روز ہمراہی کے لئے یاد نہ فرمایا۔ تنہا دور تک چہل قدمی فرماتے ہوئے چلے گئے۔ جب نماز عصر کا وقت قریب آیا تو وضو کے لئے پانی تلاش کیا وہاں کی زمین بالکل پتھریلی و ریتلی تھی۔ کہیں پانی کا نام و نشان نہ پایا۔ نہایت متردد ہوئے اور بالآخر جناب باری میں التجا کی۔ دعا کے ساتھ ہی قدرت نے ایک بجلی گرا کر زمین پھاڑ دی۔ اور وہاں میٹھے پانی کا ایک خاصا چشمہ نکل آیا جو اب تک وہاں موجود ہے۔ یہاں کے لوگ اس چشمہ کو "سٹربائین" یعنی بجلی کا چشمہ کہتے ہیں۔ اس چشمہ سے کوئی چالیس قدم کے فاصلہ پر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا چلہ بعد میں بنا ہے اور موجود ہے۔ غرض کہ حضرت اس پانی سے وضو فرما کر نماز عصر سے فارغ ہوئے اور مناجات میں تھے کہ اتنے میں دور سے ایک دیبی گھوڑے پر سوار ڈنڈا لئے آپ کی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ یہ دیبی اہل اسلام کی دشمن تھی۔ ہمیشہ مسلمانوں کو ہلاک کرتی اور کھاتی تھی۔ اس روز بھی اپنی عادت کے موافق شکار کی تلاش میں نکلی تھی۔ دور سے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو دیکھ کر آپ [illegible] کی غرض سے چل کر آرہی تھی۔ حضرت کا روشن قلب اس امر سے آگاہ ہو چکا [illegible] پس جبکہ اس نے قریب آکر آپ کے مار ڈالنے کا قصد کیا تو حضرت نے [illegible] اٹھا کر اس پر مارا۔ عصا کے لگتے ہی وہ تڑپ کر چلاتی ہوئی وہاں سے بھاگی اور کچھ دور جا کر گر پڑی۔ جسم اس کا پتھر کا ہو گیا۔ اس دیبی کو مہاکالی کہتے ہیں۔ موضع [illegible] کو ٹچی سے دو تین کوس کے فاصلہ پر اس کی دیول ہے۔ یہ واقعہ اس کے اطراف کے مقامات مثل کولاپور۔ مرج۔ بلگام۔ بیجاپور وغیرہ میں مشہور ہے۔ ہندو لوگ

اس کی جاترا بڑی دھوم دھام سے کرتے ہیں۔

نقل ہے اس واقعہ کے بعد حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے ایک روز اس طرف کی سیر کا قصد فرمایا۔ جس طرف کچھ دیو رہتے تھے جو لوگوں کو اذیت دیتے تھے اور لوگ ان کے نام کے بت خانے بناکر پوجا پاٹ میں گمراہ ہو رہے تھے آپ کے ہمراہ اس وقت چند خادم بھی چلنے کے لئے تیار ہوئے۔ غرضکہ خادموں کو ہمراہ لیکر حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ کوکن اور راجہ پور کے گھاٹ کی طرف بجانب جنوب روانہ ہوئے۔ کوڑچی سے کوئی چار یا پانچ کوس کے فاصلہ پر موضع یڈور دریائے کرشنا کے کنارے واقع ہے۔ اس جگہ مسمی ایربھدر پا جو بہت بڑا صاحب استدراج تھا پانی پر کمل بچھاکر اور اس پر آپ بیٹھکر دریا پار ہوتا تھا۔ بہت لوگ اس کے معتقد تھے اور اس کی خدمت گزاری کرتے تھے۔ جب حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر پہنچے تو وہاں مقام کیا اور خود اپنے ورد و وظائف میں مشغول ہوئے۔ خادموں نے یہاں بعض بیل بہت موٹے تازے دیکھے۔ لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ ایربھدر پا کے معتقد لوگ ان بیلوں کو اس کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ زراعت وغیرہ کے کاموں میں نہیں لگائے جاتے بلکہ برعکس اس کے جس کھیت میں یہ گھس کر کھاتے ہیں وہاں سے ان کو نکالتے نہیں۔ ان کا کھیت میں گھس کر کھانا لوگ باعث برکت سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ اس قدر سانڈ ہیں۔ اس کیفیت کو دریافت کرنے کے بعد حضرت کے خدام و فقرا نے ایک فربہ بیل کو پکڑ کر ذبح کیا اور اس کا گوشت دیگ میں پکا کر رکھا تھا۔ ایسے میں ایربھدر پا اس امر سے آگاہ ہوکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ دیکھو آپ کے خادم لوگ میرے پوجا کے بیل کو ذبح کرکے کھانا چاہتے ہیں۔ حضرت نے خادموں کو طلب کرکے دریافت کیا اور گوشت جو پک چکا تھا۔ اپنے روبرو منگایا۔ خادم لوگ گوشت کے

طبق میں رکھ کر اسپر سرپوش ڈھانک کر حضرت کی خدمت میں لائے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اپنی زبانِ مبارک سے بسم اللہ کہکر اپنے ہاتھ سے اس سرپوش کو اٹھا کر الگ کیا۔ ایربھدرپا اور اس کے پیروں نے دیکھا کہ طبق میں بیل کا گوشت تھا۔ خوشبودار پھولوں سے پُر ہے۔ یہ دیکھکر متعجب ہوئے اور عرض کی کہ ہم اپنے پوجہ کا بیل چاہتے ہیں اپنے تفضلات سے عنایت فرمائیے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے خادموں سے فرمایا کہ بیل کا چمڑا سری پائے جو کچھ موجود ہوں لے آو۔ خادموں نے عرض کی کہ چمڑا وغیرہ سب کچھ ہم نے دریا میں ڈالدیا اب کچھ موجود نہیں ہے۔ صرف پکا ہوا گوشت تھا جو خدمت میں حاضر کر دیا گیا۔ حضرت نے خادموں سے یہ جواب پاکر اسی پکے ہوئے گوشت پر جو طبق میں دھرا ہوا تھا۔ بسم اللہ کے بعد قم باذن اللہ زبان فیض ترجمان سے فرماتے ہوئے اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ فی الفور زندہ بیل اس مجلس میں اُٹھ کر چلنے لگا۔ ایربھدرپا اور اس کے ہمراہی اس کرامت کو دیکھ کر حضرت کے مرید ہوئے اور ایربھدرپا نے اپنے مٹھ کی چھت پر حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تکیہ تعمیر کرایا اور بعد فوت ہونے کے اسی مٹھ میں دفن کیا گیا۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ بعض تو ایربھدرپا کو مسلمان ہو کر مرا کہتے ہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ وہ کافر ہی رہا۔ غرضکہ ابتک اس دیول پر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا تکیہ موجود ہے بخلاف دیگر بت خانوں کے اس مندر میں بجائے گوگل کے عود جلایا جاتا ہے۔ اہل ہنود ایربھدرپا کی وصیت کے مطابق پہلے چھت پر جاکر تکیہ میں جو عود دان رکھا ہوا ہے اس میں عود جلاتے ہیں اور وہاں سے دین دین کہتے ہوئے دیو کے پاس آکر اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اس مندر کی جاترا بڑے دھوم سے ہوتی ہے۔ دُور دُور سے لوگ اس جاترا کو آتے ہیں۔ یہاں پر جاترا میں جو دوکانیں لگتی ہیں امد اُن سے جو ٹیکس وصول ہوتا ہے اس کا چوتھا حصہ اب تک کورچی میں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے

جانشینوں کے پاس بھیجدیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے یہاں سے روانہ ہوکر راجہ پور میں مقام کیا۔ یہاں بھی حضرت کا چلہ بنا ہوا ہے اور عرس بھی بڑے تکلف سے ہوتا ہے اس جگہ پر بھی بہت سے کرامات حضرت سے ظہور میں آئے لیکن راقم کو ان کی تفصیل نہیں ملی۔

یہاں سے نکلکر قصبہ چکوری کے متصل موضع کرویش میں سواری اشرف پہنچی یہاں بہت بڑا بتخانہ تھا۔ اس بتخانہ میں ایک پتھر کے بیل (بسونا) کی پوجا ہوتی تھی۔ حضرت کے ہمراہ جو بیگار کر آئے تھے سامان کو اس بتخانہ میں رکھکر واپس ہوگئے۔ حضرت کے ہمراہیوں نے وہاں سے جدید بیگار نکالنا چاہا۔ مگر نہیں مل سکے تو انہوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ یہاں کے لوگ بیگار نہیں دیتے ہیں۔ سامان لیجانے کا کس طرح انتظام کیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ پرواہ نہیں۔ کل اسباب اس بسونا پر لادکر لے چلو۔ آپ کے حکم کے بموجب خادموں نے تمام اسباب اس گاؤسنگ پر لادا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے بسم اللہ کہکر اپنا دست مبارک اس کی پشت پر پھیرا۔ فوراً بیل نے جنبش کی اور حضرت کے ہمراہ ہولیا۔ دو میل تک گیا ہوگا کہ اتنے میں یہ کیفیت موضع میں منتشر ہوگئی۔ پٹیل کو بھی اطلاع ہوئی کہ کوئی مسلمان بزرگ تشریف لائے تھے ان کا سامان لیجانے کے لئے جب کوئی بیگار نہیں دیگئی تو وہ بسونا پر سب اپنا اسباب لادکر بتخانہ سے اس کو اپنے ہمراہ لے لئے ہیں۔ پٹیل اس خبر کے سنتے ہی دوڑا اور اس کے ساتھ موضع کے بہت سے لوگ بھی دوڑے۔ تقریباً دو میل کے قریب جاکر وہاں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو پایا۔ قریب جاکر سب نے اپنے سروں کو حضرت کے قدموں پر رکھدیا۔ اور عرض کی کہ بسونا ہمارا دیوتا ہے اس کی موجودگی کو ہم اپنے موضع کی برکت کا باعث سمجھتے ہیں اگر حضرت اسکو یہاں سے لے چلے تو ہمارا موضع ویران ہوجائیگا۔ براہ کرم اسی مقام پر اس کو

چھوڑ دیجئے اس کے عوض ہم لوگ دس بیل دیتے ہیں۔ اگر بیگاری کی ضرورت ہے تو وہ بھی موجود ہے۔ ہمارے حال پر رحم فرمائیے اور اس ہمارے دیو کو رہا فرما دیجئے۔ حضرت کو ان کی آہ وزاری پر رحم آیا۔ ان کا قصور معاف فرما کر اُن سے بیگار لیکر اُس گاؤ سنگ کو وہیں چھوڑ کر آگے روانہ ہوئے۔ موضع کردیش و قصبہ چکوری کے درمیان وہ گاؤ سنگ اب تک موجود ہے۔ یہاں کی جاترا بڑے تکلف سے ہوتی ہے۔ یہاں ایک چھوٹا سا گنبد نما دیول ہے جس میں یہ گاؤ سنگ رکھا ہوا ہے۔ لیکن اس دیول پر بخلاف اور دیولوں کے ہمیشہ سفیدی کی جاتی ہے۔ گیرو کے پٹے جیسا کہ ہندوں کا عام دستور ہے اس پر نہیں کھینچے ہیں۔

یہاں سے روانہ ہو کر قصبہ چکوری کے متصل موضع کوتلی میں حضرت نے مقام فرمایا۔ وہاں کے لوگوں نے بھی حضرت کا تکیہ بنایا ہے۔ سالانہ عرس کے ایام میں یہاں بھی بہت گھما گھمی رہتی ہے اہل ہنود بھی عرس کے دنوں بہت سی رقم صرف کرکے آتشبازی وغیرہ کا سامان کرتے ہیں۔ اس موضع سے نکلکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کوڑچی میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔

طریق عبادت و ادقات مبارک۔ ہر روز حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی عادت تھی کہ تین گھنٹے شب باقی رہتی آپ غسل فرماکر تہجد ادا کرتے بعدہ درود و وظائف ذکر و اشغال میں نماز صبح تک مصروف رہتے۔ بعد نماز صبح پھر مراقبہ و مکاشفہ میں مصروف ہو جاتے۔ قریب نو بجے دن کے حجرہ کا دروازہ کھولکر باہر تشریف لاتے خدام صبح ہی سے گیارہ مٹکے پانی سے بھر کر حجرے کے بائیں جانب رکھ چھوڑتے جب باہر نکلنے کے بعد حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی نظر جلال ان مٹکوں پر پڑتی تو سب مٹکوں کے پانی کو یکدم جوش آتا اور سب مٹکے ٹوٹ جاتے اس کے بعد جب دہنی جانب دیکھتے تو وہاں سب قسم کے مریض جمع رہتے۔ جن جن پر نظر جمالی آپ کی پڑتی وہ سب شفا پاتے۔ اسی طرح سے روزانہ ہزارہا

مخلوق صحت یاب ہوتی تھی۔ یہاں تک کر لنگڑے لولے بھی اپنی مراد کو پہنچتے اور شفا پاتے تھے یہ کیفیت اطراف و اکناف کے مقاموں میں پھیل گئی۔ جوق جوق لوگ آکر اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے لگے۔

حصول ارادت خاندان علاءالدین حسن گانگوے بہمنی۔

انہی ایام میں حضرت اشرف جہاں المشہور ماں صاحب بی بی قدس سرہا مادر سلطان علاءالدین حسن گانگوے بہمنی جو اپنی برادری کے فساد کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑکر بہت خستہ حالی سے وارد دکن ہوئی تھیں۔ کوڑچی کے متصل موضع سرگاپور (سرگور) میں رہتی تھیں۔ ایک دن آپ نے اپنے بیٹے اور بیٹیوں سے مشورہ کیا کہ موضع کوڑچی میں ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ سنتی ہوں کہ ان کی دعا سے ہرایک کی مراد برآتی ہے ہم بھی پریشان حال ہیں۔ وہاں چل کر حضرت کی خدمت گزاری کرینگے۔ شاید حق تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے ہمیں سرفراز کردے چنانچہ باہم مشورہ کرکے علاءالدین کی والدہ اپنے فرزند اور دونوں دختر اور اپنی بہو کو ہمراہ لے کر کوڑچی آئیں۔ اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہ سے ملاقات کیں اور پانچوں نے بھی حضرت کے مرید ہوکر آپ کی تابعداری میں رہنا شروع کیا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے خادموں میں سے مولانا قاضی ان اور رکن لاغری سے حضرت بہت محبت کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی شہر نشور سے حضرت کے ہمراہ رکاب ہوکر ہمیشہ خدمت گزاری میں حاضر و سرگرم رہتے تھے اور مرید ہونے بعد خلعت خلافت سے بھی مشرف ہوکر اسی طرح اپنے مرشد کی تابعداری کرتے تھے۔ یہ لوگ نہایت مفلس و نادار تھے ان کی سکونت کے لئے کوئی مکان تک نہ تھا۔ ایک روز مقدم پٹواری موضع کوڑچی نے جس کا نام کانگو پنڈت تھا۔ موضع کے اور لوگوں کے ہمراہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ علم نجوم و رمل سے معلوم ہوا ہے کہ امسال بارش بالکل نہیں ہوگی۔ ملک میں قحط سالی رہیگی امید ہے کہ

جناب باری کی درگاہ میں اگر آپ دعا کریں تو مقبول ہو کر ضرور بارش خاطرخواہ ہوگی اور قحط سالی رفع ہوگی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مولانا قاصان کے رہنے کے لئے تو کوئی مکان ہے نہیں اگر بارش ہوگی تو انہیں بہت تکلیف ہوگی۔ تم لوگ پہلے ان کے لئے ایک مکان بنادو۔ اور جملہ اہل اسلام کو نماز پڑھنے کے لئے ایک مسجد تعمیر کرادو تو بفضل خدا بارش ہوگی۔ اور تمہارا تردد بھی جاتا رہیگا۔ یہ سنکر اہل موضع فوراً تعمیر مسجد ومکان کے لئے آمادہ ہوئے اور کار تعمیر شروع ہوگیا۔ گانگو پنڈت اس موضع کا پٹواری یعنی حاکم تھا۔ اس کے حکم کو اس موضع کے لوگ مانتے تھے۔ سب لوگوں نے تعمیر مسجد ومکان کے لئے پنڈت کو بڑی مدد دی۔ اور خود پنڈت نے اپنی ذات سے تیاری مسجد ومکان کے لئے مستعد ہوا۔ تاکہ ان کی تیاری جلد ہو جائے۔

کتاب تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے جب دیکھا کہ علاءالدین حسن بالکل ابتر حالت میں ہے تو گانگو پنڈت کو بلاکر فرمایا کہ مسجد کی تعمیر اہل ہنود نہیں جانتے ہیں۔ علاءالدین کو اپنے نزدیک نوکر رکھو اور اس کے بتائے بموجب مسجد کی تعمیر کراؤ۔ بموجب فرمان حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ پنڈت مذکور نے علاءالدین حسن سے کہا کہ آج کی تاریخ سے تم میری ملازمت میں داخل ہو چکے۔ دو وقت میرے مکان پر آکر تم کھانا کھالیا کرو۔ کھانے کے علاوہ فی ماہ کچھ روپیہ بھی بطور ماہوار دیا کرونگا۔ علاءالدین حسن اس کو قبول کر کے تیاری مسجد میں مصروف ہوا۔ چونکہ بارش کے دن سر پہ تھے۔ لہذا لوگوں نے پہلے مکان تیار کر دیا۔ جس وقت اپنا سامان اور لوگوں کو لے کر مولانا قاصان اس مکان میں تشریف لے گئے۔ اسی وقت باران رحمت کا نزول ہوا۔ اور خوب بارش ہوئی اس کے بعد مسجد کی تعمیر جاری رہی۔ علاءالدین حسن مزدوروں پر نگرانی رکھتا تھا اور حجویز وحکمت عملی سے ان لوگوں سے کام لیتا تھا۔ ایک روز حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو خیال ہوا کہ خود جاکر دیکھوں کہ مسجد کی تعمیر کس ڈھنگ پر ہو رہی ہے۔ پس قیام گاہ سے تنہا

اس طرف تشریف لیگئے۔ دن کے بارہ بج گئے تھے۔ مزدور کام بند کرکے روٹی کھانے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ لیکن علاءالدین کو چونکہ روٹی گانگو پنڈت کے یہاں دیر سے ملتی تھی۔ اس وجہ سے کہ برہمنوں کا کھانا ہی عموماً دن کے ایک بجے دیڑھ بجے ہوا کرتا ہے اس لئے وہ وہیں ٹھیرا رہا۔ اور چونکہ اس دن مزدوروں کے ہمراہ رہ کر مٹی اور پتھر خود اٹھاکر دیتا اور دھوپ میں کام کی نگرانی کرتا رہا۔ اور اس وقت تمازت آفتاب بھی بلا کی تھی۔ لہذا ایک جگہ پر وہیں کے پھاوڑے۔ کدالوں اور ٹوکروں کو آسرا کرکے اس کے سایہ میں آرام لینے کی غرض سے پڑ کر سو رہا۔ ہاتھ اور پاؤں اسی طرح گرد آلود تھے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ العزیز مسجد کو ملاحظہ فرماتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں علاءالدین سو رہا تھا۔ علاءالدین کو اس ہیئت سے سوتا ہوا دیکھ کر زبان مبارک سے فرمایا کہ "بادشاہ دکن کیسا بےخبر سو رہا ہے۔ یہ چتر اس کے سر پر کیسا زیب دے رہا ہے" یہ فرماتے ہوئے قیام گاہ پر واپس تشریف لائے۔ حضرت کے تشریف لیجانے کے بعد ایک کالا سانپ (ناگ) بانبی میں سے نکلا اور منہ میں گھانس کے تنکے لیکر علاءالدین کے سرھانے آکر مگس رانی کرنے لگا۔ چند لڑکے پاس ہی کھیل رہے تھے۔ جب ان کی نگاہ سانپ سے لڑی تو چیختے ہوئے دوڑے اور گانگو پنڈت سے بیان کیا کہ علاءالدین کو کالا سانپ (ناگ) سونگھ گیا اور وہ وہیں پڑا ہوا ہے۔ پنڈت یہ کیفیت سنکر دوڑتا ہوا آیا۔ ناگ اس کو آتا دیکھکر اپنی بانبی میں چلا گیا۔ پنڈت نے آکر علاءالدین حسن کو جگایا اور پوچھا کہ مزاج کیسا ہے اور کیا حال ہے اور کیا بیتا۔ چونکہ علاءالدین ان باتوں سے محض لاعلم تھا۔ اس نے اپنی ناواقفیت ظاہر کی۔ پنڈت مذکور نے اس کو اپنے گھر لے جاکر کھانا دیا۔ اور آپ علم نجوم کے ذریعہ سے علاءالدین حسن کا طالع دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ اس کے طالع میں بادشاہت ہے خواہ مخواہ ایک دن یہ بادشاہ ہوگا۔ یہ بات معلوم کرنے کے بعد گانگو پنڈت نے علاءالدین حسن کے روبرو جاکر دست بستہ کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ پذیرا ہو۔ علاءالدین حسن

اپنے آقا کو اس طرح دست بستہ اپنے رو برو کھڑا دیکھکر بہت متحیر ہوا اور نہایت نرمی کے ساتھ پوچھا کہ کیوں آپ اس طرح میرے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میں آپ کا تابعدار اور آپ میرے مالک ہیں۔ اگر کوئی امر مجھ سے آپ کے خلاف مرضی ہوا ہے یا آپ میری ملازمت سے ناراض ہوئے ہیں تو مجھے باعزت نکال دیجئے۔ اس طرح مجھے کیوں بنایا جاتا ہے اور مذاق کی سوجھی ہے۔ گانگو پنڈت نے کہا کہ بھگوان کی قسم۔ میں مذاق نہیں کرتا ہوں عرصۂ قلیل ہی میں تمکو دکن کی بادشاہت ملنے والی ہے۔ جب تم بادشاہ بنوگے تو اقرار کر دکہ مجھے کیا دوگے۔ علاءالدین نے جواب دیا کہ بادشاہت تمہیں کرو۔ میں تمہارا تابعدار ہی ہونگا۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں جس کی قسمت میں ہے وہی بادشاہی کریگا۔ پس کہو کہ اس وقت مجھ کو کیا دوگے۔ علاءالدین نے کہا نصف یا ربع حصہ ملک کا تمہیں دیدیا جائیگا۔ پنڈت نے اس کو بھی نامنظور کیا۔ علاءالدین نے اسوقت اس سے کہا کہ فرمائیے جو کچھ آپ فرمائینگے میں قبول کرونگا۔ گانگو پنڈت نے کہا کہ مہر سلطانی میں نصف نام اپنا اور نصف میرا بطور یادگار کے رکھا جائے۔ اور شاہی دفتر میرے اور میری اولاد کے تفویض رہے علاءالدین حسن نے اس شرط کو قبول کیا۔ اس کے بعد چند دن میں مسجد تیار ہوچکی۔ اس لئے پنڈت کی خدمت سے علٰحدہ ہوکر علاءالدین حسن حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ علاءالدین حسن ایک برہمن کا نوکر تھا۔ جو شاہزادہ محمد تغلق کے پاس ملازم تھا۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی پیشینگوئی کی وجہ سے دکن میں آکر بادشاہت حاصل کی۔ لیکن تذکرۃ الملوک و سیر مخدومی میں لکھا ہے کہ علاءالدین حسن حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں تھا۔ آپ کے تفضلات و عنایات کیوجہ سے اس کو دکن کی بادشاہت ملی۔ تاریخ فرشتہ و تذکرۃ الملوک دونوں تواریخ ایک ہی زمانہ کی لکھی ہیں۔ اعتقاد

توصیح ہے کہ علاء الدین حسن کی والدہ جن کا اسم گرامی اشرف جہاں ماں صاحبہ بی بی تما
حضرت کی مرید تھیں اور حضرت ہی کے قیام گاہ پر رہتی تھیں اور وہیں موضع
کوڑچی میں رحلت فرمائی ۔ آپ کا روضہ مبارک موضع کوڑچی ہی میں ہے ۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ وضو کر رہے تھے علاء الدین
حسن خدمت عالی میں حاضر تھا ۔ سر کا مسح کرنے کے لئے آپ نے اپنا عمامہ اس کے ہاتھ
میں دیا ۔ علاء الدین نے یہ خیال کر کے کہ حضرت نے اپنا عمامہ اسی کو دیدیا ہے جھٹ
اُسے اپنے سر پر رکھ کر حضرت کے قدمبوس ہوا ۔ حضرت نے علاء الدین حسن کیطرف
دیکھکر فرمایا کہ جلدی و اضطرابی مت کر ۔ وہ دن بہت قریب آچکے ہیں کہ تیرے سر پر
تاج شاہی رکھا جائیگا ۔

آغاز سلطنت بہمنیہ

نقل ہے کہ ایک روز علاء الدین حسن نے اپنی تکالیف کا حضرت
شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو اظہار کیا ۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
چند آدمی اپنے ہمراہ لیکر فلاں جنگل کی طرف جس کا نام نرگنڈہ ہے جا اور وہاں فلاں
مقام پر ایک بنی کا درخت ہے اُس کے نیچے دفینہ ہے ۔ وہاں کھود کر دفینہ نکال لے
اور اس سے ایک فوج مرتب کر کے میرے پاس آ ۔ چنانچہ علاء الدین نے اسی طرح
عمل کیا ۔ اور جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ
فوج فراہم شدہ کے ہمراہ جا کر سب سے پہلے قلعہ مرج کو فتح کر ۔ علاء الدین بموجب حکم حضرت
شیخ صاحب قدس سرہٗ کے اپنی فوج کے ساتھ مرج کی طرف روانہ ہوا ۔ یہ دن اہل ہنود
کی ہولی کے تھے ۔ پندرہ یوم تک قلعہ کے اندر ناچ رنگ رہتا تھا ۔ حاکم قلعہ راے دگا تینا
قلعہ کے اندر ہی تھا ۔ ان دنوں کسی کو قلعہ میں داخل ہونیکی ممانعت نہ تھی ۔ کوئی بھی ہو داخل قلعہ
ہوسکتا تھا ۔ پس علاء الدین بلا روک ٹوک قلعہ میں داخل ہوا اور یکے بعد دیگرے اس کی
فوج کے لوگ بھی داخل قلعہ ہوئے ۔ قلعے میں داخل ہوتے ہی علاء الدین نے پہلے

راے درگا تینا کو اسیر کر کے قتل کیا اور خود قلعہ پر قابض ہو گیا۔ قلعہ مرچ فتح ہونے کے بعد حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اطلاع کی۔ جس کا جواب حضرت نے بذریعہ تحریر اتنا ہی دیا "مبارک باد" جس وقت قاصد علاء الدین کے پاس حضرت کا کرامت نامہ لایا تو اُس نے پہلے خط کو اپنے سر پر رکھا۔ اس کے بعد کھول کر پڑھا تو اس میں صرف "مبارک باد" لکھا ہوا تھا۔ یہ دیکھکر علاء الدین نے قلعہ مرچ کا نام "مبارک باد" رکھدیا۔ اس کے بعد قلعہ پنالا گڈھ کا قصد کیا جو قلعہ مرچ سے قریب ہے۔ یہاں کے حاکم کا نام کھرو جنید تھا۔ علاء الدین نے اس قلعہ کو بھی فتح کیا اور اس کے قریب کے چند قلعہ فتح کرنے کے بعد حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب قلعہ گلبرگہ کو فتح کرو۔ اور امیران صدہ کو جو بادشاہ دہلی کے مخالف ہوگئے ہیں مدد دو۔ ان کے ذریعہ سے تمہیں دکن کی بادشاہت ملیگی۔ چنانچہ علاء الدین حسن اپنی فوج کے ساتھ قلعہ گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت گلبرگہ کا حاکم راے بھیرن تھا۔ جو محمد تغلق بادشاہ دہلی کا باجگذار تھا۔ قلعہ گلبرگہ سے تین میل کے فاصلہ پر موضع ساونگی میں ایک دیبی رہتی تھی۔ راے بھیرن بدھ کے دن اس کی پوجا کے لئے قلعہ گلبرگہ سے ساونگی گیا ہوا تھا۔ علاء الدین نے یکایک قلعہ میں داخل ہو کر قبضہ کرلیا۔ جب راجہ کو اطلاع ملی تو ساونگی سے آکر خوب مقابلہ کیا۔ مگر بالآخر تیر سے چھد گیا۔ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے دروازہ کے سامنے گاڑ دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد علاء الدین نے امیران صدہ کو جو بادشاہ دہلی کے مخالف تھے اور جن کی سرکوبی کے لئے عساکر سلطانی آئے ہوئے تھے مدد دی۔ جب علاء الدین کی مدد سے امیران صدہ کو شاہی فوج پر فتح مبین حاصل ہوئی تو سبھوں نے اتفاق کر کے علاء الدین حسن کو اپنا بادشاہ بنایا اور ۷۴۸ھ میں علاء الدین حسن گلبرگہ میں تخت نشین ہوا۔ اور گلبرگہ کو اپنا دار السلطنت مقرر کیا اور اس کا نام اپنے نام پر حسن آباد رکھا۔ اپنے محسن کے یادگار کے واسطے حسب وعدہ "کانگوے بہمنی"

اپنی کیفیت مقرر کی۔ تمام کاغذات شاہی میں وہ خود کو "کمترین بندۂ حضرت سبحانی علاء الدین حسن گانگوئے بہمنی" لکھا کرتا تھا

حضرت کا گلبرگہ تشریف لانا

نقل ہے کہ سلطان علاء الدین حسن گلبرگہ سے ہر سال کوڑچی کو حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی قدمبوسی کے لئے بلا ناغہ جایا کرتا تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد شاہ کے عمل میں بھی کئی سال تک اسیطرح عملدرآمد رہا۔ اس اثناء میں متعدد قلعے فتح ہوکر سلطنت بہمنیہ کے قبضہ میں آگئے۔ سلطان کو لشکر بھی دور دراز ساتھ تھا۔ راستے میں گلبرگہ سے کوڑچی کو جانے کے لئے بادشاہ کو سات منزل طے کرنی پڑتی تھیں جسکی وجہ سے سخت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ ایک سال سلطان محمد شاہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے گیا ہوا تھا۔ حضرت نے سلطان سے فرمایا کہ تمہارے آنے سے خلق اللہ کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگر تمہیں میری صحبت کا ایسا ہی شوق ہے تو میں خود گلبرگہ آجاتا ہوں۔ سلطان یہ سنکر بیحد خوش ہوا اور ان تمام مواضعات کے اسناد جو موضع کوڑچی سے گلبرگہ تک واقع تھے لکھکر حضرت کے روبرو پیش کیں اور عرض رسا ہوا کہ حضرت کا گذر جس راہ سے ہوگا اُس راہ کے قصبات و حصہ ملک کو اپنے قبضۂ تصرف میں رکھنا سراسر بے ادبی سمجھتا ہوں۔ حضرت نے اس درخواست کو نامنظور کیا اور فرمایا کہ یہ تمام دیہات میں اپنے تصرف میں رکھونگا تو میں بھی تیرے برابر امیر ہو جاؤنگا۔ مجھے فقیر کون کہیگا۔ اور میری اولاد میں طمع نفسانی پیدا ہو جائیگی۔ پس سلطان نے مجبور ہوکر صرف ان مواضعات کے اسناد جہاں حضرت راہ میں قیام فرمانیوالے تھے لکھکر پیش کئے اور اس کے قبول کرنے کے لئے مصر ہوا۔ حضرت نے صاف جواب دیدیا کہ مجھکو معاش کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سنکر سلطان بہت رنجیدہ ہوا۔ حضرت نے جب اسکو آزردہ دیکھا تو شفقت سے فرمایا کہ خیر بیچ مت کر میری بات سُن۔ میں تیری نذر قبول کرتا ہوں۔ صرف یہی موضع کوڑچی مجھے دیدے

یہ سنکر سلطان بہت خوش ہوا۔ سات مواضعات جو کوڑچی کے متصل تھے ان کو شکست کر کے کوڑچی میں شامل کئے۔ اور سند سلطانی اسطرح لکھدی کہ "یہ تمام ملک حضرت قطب الاقطاب بندگی مخدوم رکن الدین جنیدی قدس اللہ سرہ الشریف کا تھا۔ حضرت نے سب ملک مجھے عنایت فرمایا فقط ایک موضع گنجی (کوڑچی) اپنے تصرف میں رکھ لیا ہے"۔ چنانچہ یہ سند اب تک موضع کوڑچی کے مخدوم زادوں کے پاس موجود ہے۔

اوصاف والدہ سلطان علاء الدین حسن | اسی سال یعنی ۱۰ ماہ رجب ۷۵۰ھ میں حضرت اشرف جہاں ماں صاحبہ بی بی والدہ سلطان علاء الدین حسن کا انتقال ہوا۔ آپ کو کوڑچی کے بیرونی دروازہ کے پاس دفن کیا ہے۔ آپکا روضہ نہایت شاندار قابل دید ہے۔ آپ کے بہت سے اوصاف حمیدہ تھے۔ سلطان علاء الدین بادشاہ دکن آپ کا بطنی فرزند تھا مگر آپ کبھی اس سے ایک پیسہ بھی لیکر اپنے ذاتی تصرف میں نہیں لائیں خود اپنی ذات سے محنت کر کے اپنی موت تک گذر اوقات فرماتی رہیں۔ قطب الاقطاب حضرت شیخ سراج الدین جنیدی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہو کر نعمت دینی سے مستفید ہوئی تھیں۔ آپ کی کرامتیں اب تک جاری ہیں۔ آپ کا عرس بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ اس عرس کے زمانہ میں ہر جہت کے فقرار جمع ہوتے ہیں اور جو فقیر کہ اس وقت آپ کے دربار سے سرگروہ مقرر ہوتا ہے وہ کل فقرار و مشائخین کا سردار مانا جاتا ہے۔ تمام فقرار و مشائخین اس کی متابعت کرتے ہیں ورنہ وہ ملزم قرار دئے جاتے ہیں۔ بس جائے غور ہے کہ حضرت کی ذات منبع فیض تھی۔ بیٹے نے دنیا کی سلطنت چاہی تو اسکو بادشاہی دی جو کئی پشت تک قائم رہی اور ماں نے دین کی شاہی طلب کی تو وہ نعمت انہیں عطا ہوئی۔ جو ابد تک ان کا جلوۂ فیض قائم رہیگا۔

تقسیم حصص جاگیر موضع کوڑچی | غرض کے جب سلطان نے سند مذکور حضرت کی خدمت میں گزرانی تو آپ نے اسسے یے کر اُس کی آمدنی کے حصے مقرر فرما دئے۔ اس پہلے

کچھ تو اپنے دونوں صاحبزادوں اور تینوں دختروں کو دیا۔ اور باقی حصوں میں بارہ حصے قاضی خطیب موذن۔ مجاور۔ لوہار۔ نجار۔ دھوبی۔ حجام وغیرہ کے لئے کئے۔ اور کچھ حصے لنگر کے فقرا کے لئے و نیز ان کی آمد و رفت کے اخراجات کے لئے الگ کر دئے۔ اور اپنا جانشین وہاں اپنے بڑے صاحبزادے شیخ الشیوخ شیخ علاء الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر فرما کر چھوٹے صاحبزادے شیخ المشائخ شیخ قطب الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہمراہ لیکر سنہ [illegible] میں گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے موضع کوڑچی میں دریائے کرشنا کے کنارہ جہاں حضرت کی نشست گاہ تھی وہاں ایک گنبد تیار کیا گیا ہے۔ یہاں سے آدھے میل تک املی کے بڑے بڑے درختوں کا بن چلا گیا ہے۔ عرس شریف کے دنوں میں ایک ہفتہ تک انہیں درختوں میں دس بیس کوس تک کے لوگ آ کر جمع ہوتے ہیں اس مقام میں حضرت موصوف بنام محلہ مراج مشہور ہیں۔ یہ مقام اگرچہ موضع کوڑچی سے ایک کوس پر واقع ہے اور یہاں کوئی مکان وغیرہ بھی نہیں ہے۔ مگر عقیدتمند لوگ عرس کے دنوں میں رات بھی اسی جنگل ہی میں بسر کرتے ہیں۔ ان دنوں یہاں بڑی رونق رہتی ہے۔ نظارہ قابل دید و نہایت متبرک ہے۔

دریائے کرشنا کا ہمراہ آنا

نقل ہے کہ جب تک کہ حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ کوڑچی میں مقیم تھے۔ دریائے کرشنا کا پانی آپ کے غسل و پنجوقتہ وضو کے لئے کام میں آتا تھا جب آپ وہاں سے جانب گلبرگہ روانہ ہونے لگے تو دریا نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی مفارقت شاق گزرتی ہے۔ اجازت ہو تو میں بھی ہمراہ رکاب چلوں۔ حضرت نے جواب دیا کہ بہتر ہے اگر یوں آئیگا تو بے شمار دیہات تباہ ہو جائینگے۔ اس لئے زمین کے اندر سے آ۔ چنانچہ حسب فرمان حضرت ممدوح دریائے کرشنا مخفی طور پر ہمراہ آیا۔ اور حضرت کے قیام گاہ کے متصل ایک کنواں کھودا گیا۔ اس میں سے میٹھا پانی دریائے کرشنا کا نکلا۔ یہ کنواں روضۂ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب اب تک موجود ہے۔ اس میں دریا کی ریت موجود ہے اور سیپ بھی برآمد ہوتی رہتی ہیں۔ جسوقت دریائے کرشنا میں نیا پانی آتا ہے تو اس کنویں میں

پانی کا رنگ مٹیالہ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ یہ کیفیت جب عالمگیر بادشاہ کو معلوم ہوئی تو وہ متحیر ہوا اور اس کی تحقیقات کی غرض سے دریائے کرشنا کا پانی طلب کرکے اس پانی کے ساتھ وزن کیا تو دونوں پانی کو ہموزن اور برابر پایا۔ اس کے علاوہ اور مبصروں نے بھی حال میں کیمیائی تحقیقات سے اسکی تصدیق کی ہے۔ حضرت کی اس کرامت کا ظہور اب تک یہاں بدستور ہے۔

مقام سکونت گلبرگہ تشریف۔ قصہ مختصر۔ جب حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ بادشاہ کے ہمراہ فائز گلبرگہ ہوئے تو اس وقت حضرت سے بادشاہ نے پوچھا کہ آیا آپ قلعہ کے اندر سکونت اختیار فرمائینگے یا باہر۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے میں جائے تو ملاحظہ کروں۔ پس عصا ہاتھ میں لے کر اپنے قیام کے لئے جائے کی تلاش کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں آپکا روضہ اقدس ہے۔ یہاں پر اسوقت صرف ببول تھے۔ حضرت نے اس مقام کو دیکھکر فرمایا کہ یہاں پر بغداد شریف کی بو آتی ہے اسی جگہ میں اپنا قیام کرونگا۔ بادشاہ نے اس بات کے سنتے ہی تمام درختوں کو کٹوا کر جگہ درست کروائی۔ اور ایک چھوٹا سا مکان حضرت کی اقامت کیلئے تیار کرا دیا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ اس مکان میں فروکش ہوئے۔ آپ ہمیشہ حسب عادت درود و وظائف مراقبہ و مشاہدہ الٰہی میں رہا کرتے تھے اور بادشاہ ہر روز علی الصباح حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوتا تھا اور لنگر کا خرچ وغیرہ فقراء کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا تھا۔

مراسم تخت نشینی سلاطین بہمنیہ جب محمد شاہ اول بہمنی کا انتقال ہوگیا تو اس کا بڑا بیٹا مجاہد شاہ بہمنی اس کا جانشین ہوا تخت سلطنت پر جلوس فرمانے کے قبل حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ایک کھادی منگا کر اس کا ایک پیرہن ایک دستار اور ایک کمر بند اس کے زیب بدن کیا اور اس کے بعد اس کے حق میں دعا کی۔ مجاہد شاہ یہ پارچہ جات پہنکر حضرت کا قدمبوس ہوا اور وہاں سے رخصت ہوکر اپنے محل میں آیا اور لباس فاخرہ سے ملبس ہوکر سریر سلطانی پر جلوہ آرا ہوا۔ اس کے بعد سے ہمیشہ یہی قاعدہ جاری رہا کہ جو بادشاہ یہاں کے تخت سلطنت پر متمکن ہوتا وہ پہلے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ یا آپکی اولاد موجودہ کی

خدمت میں حاضر ہو کر وہی فقیری پارچہ یعنی کھادی کے تین کپڑے پہنکر اپنے مقام پر جاتا اور وہاں دوسرا لباس بدل کر جلوس فرماتا۔

مسواک کا درخت بن جانا

نقل ہے کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے روضہ منورہ میں ایک چوترہ آدھ گز اونچا ایک گز لمبا اور ایک گز چوڑا تھا۔ حضرت اسی چوترہ پر بیٹھکر پنجوقتہ وضو فرمایا کرتے تھے کتاب گلدستہ موجودات میں مفصل لکھا ہوا ہے یہاں مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نماز ظہر کے لئے وضو فرمارہے تھے۔ مسواک سے دانت مانجھنے کے بعد مسواک بازو میں رکھکر وضو کرنے لگے۔ مسواک حضرت کے پیرہن مبارک کا دامن لگ جانے سے پانی میں گر پڑی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے مسواک کو دیکھکر زبان سے فرمایا کہ سوکھی لکڑی پھر ہری ہونا چاہتی ہے۔ خادم خدمت میں حاضر تھا اس کو اشارہ کیا کہ اس کو زمین میں لگادے۔ اس نے اسی جگہ جہاں آپ کے وضو کا پانی بہا تھا۔ اس مسواک کو نصب کردیا۔ نماز عصر کے وقت تک مسواک مذکور درخت بن کر ہری بھری ہوگئی۔ یہ درخت اراک جس کو یہاں کے لوگ پیلو کا درخت کہتے ہیں۔ اب تک حضرت شیخ صاحبؒ کے روضہ اشرف میں موجود ہے۔ جو اندنوں زمانہ کے صدموں سے سب کرم خوردہ ہے کو اس کی ایک ٹہنی دیوار پر پڑی ہوئی ہنوز سرسبز موجود ہے جس کو دیکھنا منظور ہو دیکھ لے۔

مجاہد شاہ بہمنی کی شرارت اور اس کی موت۔

سیر محمدی میں لکھا ہے کہ ایک روز سلطان مجاہد شاہ بہمنی نے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر حکم ہو تو قلعہ ادھونی پر چڑھائی کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بسم اللہ جا انشاء اللہ فتح ہوگی۔ اس کے بعد یہاں سے رخصت ہو کر سلطان مذکور حضرت شیخ زین الدین و شیخ برہان الدین قدس سرہما دولت آبادی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے بھی قلعہ ادھونی کے فتح کی دعا طلب کی اور وہاں سے آکر تیاری جنگ میں مصروف ہوا۔ بادشاہ کے ملازموں میں سے ایک نے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ قلعہ ادھونی کی فتح

آیا حضرت کی دعا کی وجہ سے ہو گی یا شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ اس کے باعث ہو نگے
حضرت نے فرمایا کہ اس سے کیا مطلب بادشاہ کو ضرور فتح ہو گی ۔ ملازم مذکور نے بار دوم
عرض کی کہ یہ فتح آپ سے منسوب ہو گی یا حضرت شیخ زین الدین قدس سرہٗ کی دعا کی برکت
سے حاصل ہو گی ۔ کیونکہ سلطان مجاہد شاہ نے وہاں بھی جا کر ان سے بھی استعانت کی ہے
جب حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے یہ بات سنی تو ایک رقعہ سلطان مجاہد شاہ کے نام
لکھا کہ اس قلعہ کی فتح کا باعث میں ہونگا ۔ اگر تو میری اجازت سے قلعہ لینا چاہتا ہے
تو میں تجھ کو اجازت دیتا ہوں ۔ اگر کسی اور کی مدد سے حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اسکی
اجازت نہیں دونگا ۔ حضرت نے یہ لکھکر رقعہ اپنے خادم کے ہاتھ سلطان کے پاس
بھیجا ۔ خادم نے رقعہ پہنچا دیا ۔ بادشاہ رقعہ کا مضمون دیکھکر غضبناک ہوا اور کہا کہ شیخ صاحب
اس طرح فرماتے ہیں تو خیر ۔ فی الحال ایک بہت بڑا لشکر اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے بھیج چکا
ہوں ۔ اور میں بھی اب جا رہا ہوں ۔ دیکھوں کہ کسطرح قلعہ فتح نہیں ہوتا ۔ غرض کہ یہ کہتا ہوا
اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر میں جو پہلے سے روانہ ہو چکا تھا جا ملا ۔ اور ادھر
پہنچتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر کے آپ جنگ میں مصروف تھا ایک مدت تک محاصرہ رہا قلعہ کے
اندر جس قدر پانی تھا موسم گرما کی شدت سے سب خرچ ہو گیا ۔ پانی میسر نہ آنے کی وجہ سے
قلعہ کے لوگ پریشان حال ہو گئے تھے اور وہ ایسے پست ہمت ہو گئے تھے کہ قریب تھا کہ قلعہ
غنیم کے حوالہ کر دیں ۔ اتنے میں خدا کے فضل اور شیخ صاحب قدس سرہٗ کے فیضان معنوی سے
ایک لکہ ابر قلعہ پر چھایا اور اس قدر بارش ہوئی کہ قلعہ کے سب کنٹے اور کنویں لبالب
ہو گئے ۔ اس بارش سے محصورین کو تقویت تازہ حاصل ہوئی ۔ اور ہمتیں بڑھیں ۔
انہوں نے قلعہ سے باہر آ کر اچانک سلطانی فوج پر حملہ کر دیا ۔ لشکر شاہی کو شکست نصیب
ہوئی ۔ بادشاہ کو اس کے ہمراہیوں نے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا فرمانا یاد دلایا
بادشاہ اور بھی برہم ہوا ۔ اس نے قسم کھائی اور کہا کہ جس وقت گلبرگہ کو جاؤنگا تو پہلے

شیخ کو قتل کر کے اپنے قلعہ میں داخل ہونگا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے خادموں نے یہ ارادۂ سلطانی حضرت پر ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ سلطان مجاہد شہر میں پہنچنے ہی نہ پائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سلطان قلعہ ادھونی سے ہزیمت اٹھاکر شہر گلبرگہ کے مضافات میں پہنچا اور چاہتا تھا کہ داخل شہر ہو اتنے میں اس کے گھوڑے کا پیر جو بکٹٹ چلا آتا تھا رپٹ گیا سلطان مجاہد صدر زین سے جدا ہوکر زمین پر گر پڑا۔ اور اسی وقت سر پھٹ کر جاں بحق ہوا۔ اس موقع پر اختلاف ہے۔ کتاب تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ جب سلطان مجاہد شاہ قلعہ ادھونی سے پسپا ہوکر واپس ہوا تو متصل شہر گلبرگہ کسی حبشی غلام نے اس کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ اور زخم کاری ہونے سے وہ اسی وقت یعنی ۷۸۰ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اور بعض دیگر تواریخ میں اور ہی وجوہ درج ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت کے چھوٹے صاحبزادہ کا حال | حضرت قطب الاقطاب شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ المشائخ شیخ قطب الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ جو شب پنجشنبہ ۸ ذیقعدہ ۷۳۲ھ میں بمقام ہروال تولد ہوئے تھے ۴۶ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۸ ماہ ربیع الاول ۷۷۸ھ ہجری رحلت فرمائی اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے گنبد پر نور میں شرق کیطرف اپنی والدہ ماجدہ کے بائیں جانب دفن ہوئے۔

نبیرہ حضرت کی سجادگی | حضرت شیخ صاحب قدس سرہ نے جب دیکھا کہ اپنی رحلت کے دن قریب آچکے ہیں تو آپ نے اپنے پوتے خواجہ شیخ ابوالفضل بن شیخ قطب الدین جنیدیؒ کو نعمت خلافت و اجازت مرحمت فرماکر ایک وصیت نامہ لکھدیا کہ گلبرگہ کی سجادگی و وطن داری میں کسی اور بھائی کا ساجھا نہیں ہے۔ جس کسی کو حصہ لینا منظور ہو وہ اپنا اپنا حصہ موضع کوڑچی میں جاکر حاصل کریں۔

حضرت کی وصیت دامانت خواجہ بندہ نواز کے لئے | اس کے بعد ایک روز حضرت شیخ صاحب قدس سرہ نے اپنے

خادموں کو بازار سے عمدہ چانول اور دال لینے کے لئے ارشاد فرمایا۔ خادموں نے تعمیل کی۔
اور جب دال اور چانول لائے تو حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے اسکی کھچڑی تیار کرائی
اور دو بڑی بڑی سینیاں منگا کر اپنے ہاتھ سے ان کو کھچڑی سے چلٹی دار بھرا۔ یہ کھچڑی کل
پانچ سیر کی تھی۔ غرضکہ ہر دو سینیاں اور گیارہ فلوس اور ایک تسبیح اعلیٰ قسم کی اس میں
رکھکر خواجہ ابوالفضلؒ سے جو آپ کے جانشین اور پوتے تھے فرمایا کہ میری رحلت کے دن قریب
آپہنچے ہیں۔ میرے بعد تقریباً بائیس سال گزرنے پر میرے ایک دوست سید محمد حسینی
نامی دہلی سے تشریف لائینگے یہ ان کی امانت ہے۔ نام و نشان دریافت کرنے کے بعد انکو
یہ دیدینا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی دوست اپنے دوست کے پاس آئے تو اس کے لئے
چار چیزیں مہیا کردینا ضرور ہے۔ اول اسکو کھانا کھلانا۔ اس لئے یہ کھچڑی موجود ہے
دوم اس کی عبادت کا سامان کر دینا۔ چنانچہ یہ تسبیح میں نے رکھ دی ہے۔ سوم خرچ کی ضرورت
لاحق ہوتی ہے۔ اس لئے گیارہ فلوس میں نے رکھ چھوڑے۔ چہارم قیام گاہ کی تجویز اگر وہ
قیام کرنے کیلئے میرا مقام دریافت کرینگے تو کہدینا کہ میں شہر پناہ کے مغرب میں ہوں آپ مشرق میں
اقامت فرمائیں۔ غرض کہ اسی طرح وصیت فرمانے کے بعد اپنے خاص حجرہ میں جو کتب دان
تھا۔ اس کو خالی کرواکر کھچڑی کی دونوں سینیں اور تسبیح اور فلوس اس میں رکھکر اس کا
دروازہ بند کرکے قفل لگا دیا۔ اور فرمایا کہ جو شخص سید محمد حسینی نامی آوے اسکو کہدو کہ
بسم اللہ کہکر ہاتھ اس قفل کو لگادے۔ اگر نعمت اس کے نصیب میں ہوگی تو قفل از خود
کھل جائیگا۔ جبکہ کیفیت اس نعمت کی جو حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے رکھ چھوڑی تھی۔
دور و دراز مقامات تک منتشر ہوگئی۔ تو صدہا لوگوں نے جن کا نام سید محمد حسینی تھا نعمت
کی لالچ سے آکر قفل کو بسم اللہ کہکر ہاتھ لگایا مگر انکی قسمت میں نہ تھا قفل حسب دستور اس وقت
تک بند رہا۔ جب تک کہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ نے اس کو ہاتھ نہ لگایا اس
کی مفصل کیفیت ذرا آگے چلکر ایک اور مناسب موقع پر ناظرین کے مطالعہ میں آئیگی۔

شیخ صاحب قدس سرہ کی وفات

حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ جب سے گلبرگہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تو بہت سے اولیا۔ غوث۔ قطب۔ ابدال وغیرہ بڑے شوق سے آپکی ملاقات کے لئے آتے تھے اور ملاقات سے مشرف ہونے کے بعد اپنی اقامت کے لئے عرض کرتے۔ اس وقت حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ ان کے قیام کرنے کے لئے جگہ بتلا دیتے جنکو گلبرگہ ہی میں رہنے کا حکم ہوتا وہ تو یہیں رہتے اور جن کو دیگر مقامات میں رہنے کا حکم ہوتا وہ وہاں جاکر اپنا مقام کرتے۔ چنانچہ اس موقع پر تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ شیخ المشائخ شیخ علاء الدین عرف لاڑلے مشائخ انصاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے گلبرگہ آئے مگر ملاقات سے مشرف نہ ہوسکے۔ واپس جاکر دوسری مرتبہ پھر حاضر ہوئے۔ اس مرتبہ بھی بے نیل مرام مراجعت کی۔ تیسری مرتبہ بعد نماز جمعہ شیرینی لیکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور خادم کے ہاتھ شیرینی بھیجکر اس کی معرفت اپنا پیام حضرت کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے جواباً کہلا بھیجا کہ دنیا کے فائدہ کی ملاقات چاہتے ہو یا عقبیٰ کے مراتب کی دنیا دو روزہ ہے یہاں کے ملاقات کی ضرورت نہیں۔ بدھ کے دن میرے سفر آخرت کا سامان مہیا کرکے آؤ اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر کہیں ٹھیرنے کی خواہش ہو تو یہاں سے بجانب غرب دس کوس پر قصبہ آلند ہے وہاں اپنا مقام کرو۔ حضرت کے فرمانے کے بموجب لاڑلے مشائخ انصاریؒ نے موضع آلند میں جاکر اپنا ٹھکانا کیا۔ اور آپ کے ارشاد کے مطابق یوم معینہ یعنی بدھ کے دن اونٹ پر سوار ہوکر ایک مشک پانی سے بھری ہوئی اور پارچہ دیگر سامان لیکر صبح کے دس بجتے بجتے گلبرگہ میں آکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے قیامگاہ پر پہنچے۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح کے نو دس بجے اپنے عبادت خانہ کا دروازہ کھولکر باہر تشریف لاتے۔ اس روز بھی حسب معمول عبادت خانہ کا دروازہ بند تھا۔ حضرت خواجہ شیخ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ اور خادموں کو اس کی مطلق

خبر نہ تھی۔ کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ واصل بحق ہو چکے ہیں۔ جب حضرت لاڈلے مشائخ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لاکر حضرت خواجہ شیخ ابوالفضلؒ و خادمان حضرت کو آپکی رحلت کی خبر دی اور خواجہ ابوالفضلؒ کو جو حضرت ایشاں کے خاص پوتے تھے اور سجادہ نشین تجویز ہو چکے تھے بلاکر عبادت خانہ کا دروازہ جو بند تھا کھلوایا اور دکھلایا تو اسوقت سب لوگ آگاہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت لاڈلے مشائخ انصاری اور حضرت خواجہ ابوالفضلؒ اور خادمان حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ آپکی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے اور بعد غسل و نماز جنازہ اسی حجرہ میں جس جگہ آپکا طائر روح قفس عنصری سے عالم قدس کی طرف پرواز کر گیا تھا دفن کیا۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی رحلت کے وقت سلطان محمود شاہ بہمنی سلطنت کرتا تھا۔ یہ بادشاہ بخلاف سلطان مجاہد شاہ کے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کا بڑا معتقد تھا۔ آپ کی بیماری کے زمانہ میں عیادت کے لئے ہمیشہ جایا کرتا اور جب آپ کا وصال ہو چکا تو سوم کے روز فاتحہ خوانی کے بعد خیرات بھی بہت کی۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ نے سنہ ۷۸۱ ہجری میں رحلت فرمائی۔ عمر شریف آپکی ایک سو گیارہ سال کی تھی۔ چنانچہ ع

قطب دوراں ابن محمدؐ سراج

میں قطب کی جمل (۱۱۱) سے حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی عمر گرامی اور دوران ابن سراج کی جمل (۶۷۰) میں حضرت کا سنہ ولادت اور کل مصرع سے حضرت کا سنہ وصال (۷۸۱) نکلتا ہے (دیکھو نقشہ گنبد مبارک حضرت موصوف نمبرہ صفحہ ۱۵۸)

حضرت شیخ صاحبؒ کی اولاد حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بی بی تھیں۔ جن سے تین فرزند اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ ان میں سے ایک مخدوم زادہ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا۔ بڑے صاحبزادہ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جانشین مقرر فرماکے کوڑچی میں چھوڑ آئے تھے۔ آپکے ان صاحبزادہ کی اولاد اب تک وہیں ہے۔ چھوٹے صاحبزادے جنہیں حضرت ایشاں گلبرگہ لائے تھے وہ یہیں رہے اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی وصیت کے مطابق

نمبر (۵) نقشہ روضہ مبارک حضرت بندگی مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ واقع گلبرگہ
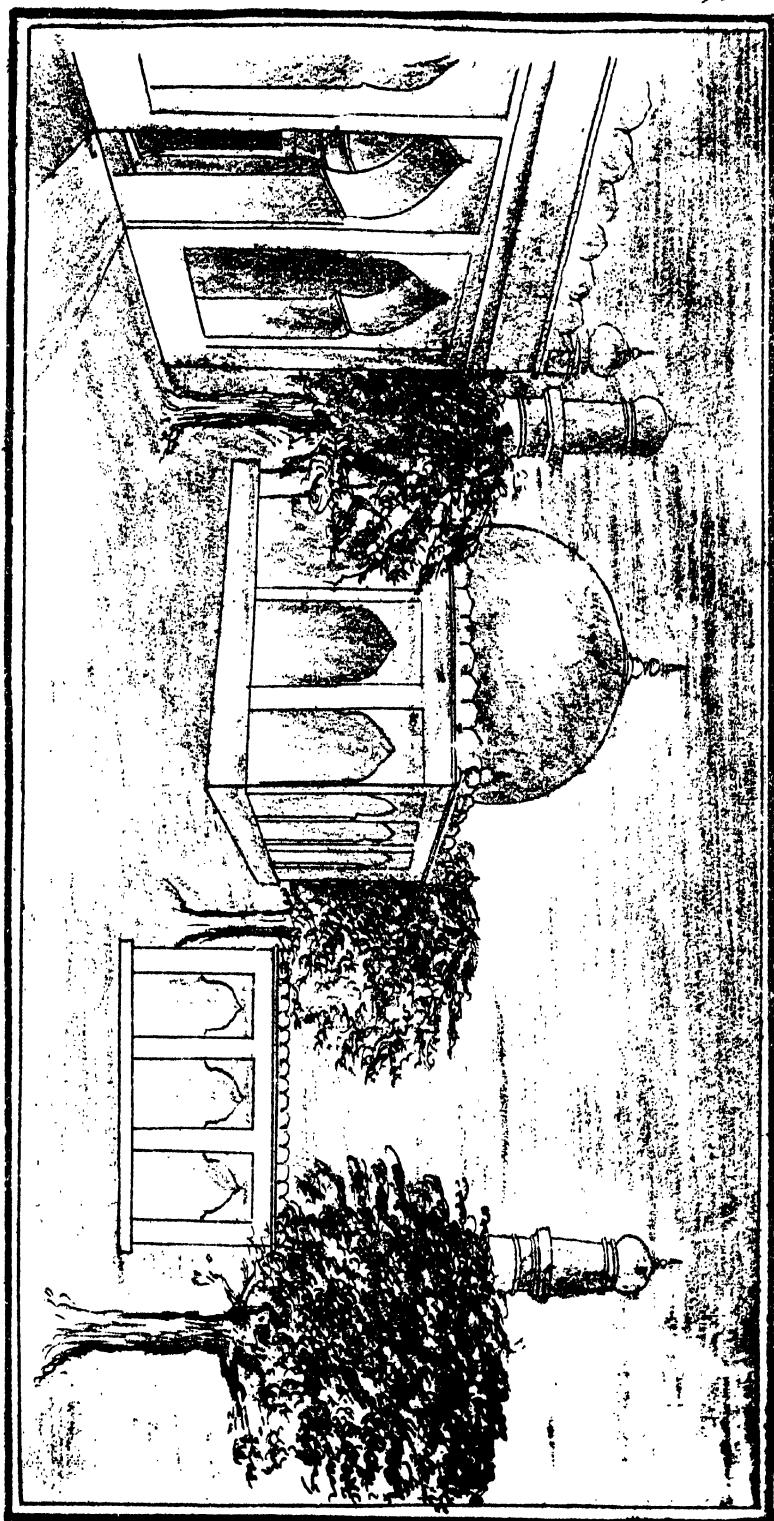
ان کے فرزند حضرت شیخ ابوالفضل جنیدی رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ میں سجادہ نشین حضرت ایشاں قرار پائے۔ چنانچہ اب تک یہ عملدرآمد آپ کے خانوادہ میں جاری ہے کہ بڑے فرزند کی اولاد کو موضع کوڑھی کی جائداد سے حصہ ملتا ہے اور چھوٹے فرزند کی اولاد کو گلبرگہ میں تولیت و سجادگی ملتی ہے۔

شیخ تاج الدینؒ کا وصال | حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے بھائی شیخ تاج الدین علیہ الرحمہ نے جو کہ حضرت کے ہمراہ تھے ۱۷ رمضان المبارک ۸۰۴ھ ہجری میں گلبرگہ ہی میں رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار مبارک محلہ مخدوم پورہ میں حضرت سید شاہ حسام الدین رتیغ برہنہ قدس اللہ سرہ العزیز کے سجادہ نشین صاحب کے مکان کے متصل ہے۔

حضرت کے بڑے صاحبزادہ کا حال | حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے بڑے صاحبزادہ شیخ الشیوخ شیخ علاء الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۶ ربیع الاول ۷۳۳ھ میں بمقام سہ والی تولد ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد ماہ محرم ۷۸۳ھ ہجری میں یکشنبہ کے روز رحلت فرمائی حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے گنبد مبارک میں مغرب کی طرف سیدھے جانب آپ کا مزار شریف ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی تشریف آوری اور شیخ صاحب کے پوتے کو تلقین علوم باطنی | کتب تذکرۃ الملوک و گلدستہ موجودات میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ کے پوتے خواجہ شیخ ابوالفضل جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے اس وقت حضرت شہباز بندہ نواز قطب الاقطاب سید محمد حسنی الحسینی گیسودراز قدس اللہ سرہ العزیز ۸۰۳ھ میں گلبرگہ میں تشریف لائے جب جامع مسجد کے قریب شاہ بازار میں پہنچے تو سواری سے اتر کر پیادہ پا چلنے لگے۔ اور جب دروازہ احاطہ خانقاہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ العزیز کے پاس پہنچے تو انگوٹھوں کے بل چلتے ہوئے آپ کے مزار شریف تک آئے اور وہاں کامل دو گھنٹے تک دست بستہ مودبانہ کھڑے رہے اس کے بعد سلام کر کے فاتحہ پڑھی اور ۱۲ جیتل مزار شریف کے پاس رکھے اور جب زیارت سے فارغ ہوئے تو گنبد مبارک سے باہر آئے اور شیخ ابوالفضل جنیدیؒ سے دریافت فرمایا کہ آپ کے

جد بزرگوار نے میری نعمت وبخشش کہاں رکھی ہے ۔ آپنے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہ
طاق جس میں نعمت بند تھی بتایا اور فرمایا کہ بسم اللہ کہکر اس قفل کو ہاتھ لگائیے۔ اگر نعمت آپکے حصہ
کی ہے تو قفل خود بخود گر جائیگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے اسی طرح عمل کیا۔
ہاتھ کے لگتے ہی قفل گر پڑا۔ آپ نے طاقچہ کھولکر دیکھا دو خوان گرم گرم کھچڑی سے بھرے ہوئے
اور ایک تسبیح اور گیارہ فلوس رکھے ہوئے تھے ۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سب کو
لیکر گنبد کے باہر تشریف لائے اور درخت کے نیچے اُسی چبوترے پر جہاں حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ
تشریف رکھا کرتے تھے جا کر بیٹھے اور دونوں سینیوں میں جس قدر کھچڑی تھی سب نوش جان
فرما کر خالی سینیاں اپنے عزیز و منظور نظر خادم کے حوالہ کیں ۔ جنہوں نے ان کو دھو کر لیا
اور عرض کی کھچڑی کے ہم اور صاحبزادے شاہ محمد اکبر حسینی و شاہ محمد اصغر حسینی رحمۃ اللہ علیہم
بھی امیدوار تھے ۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ میرا ہی حق تھا ۔ اس کھانے
کو ہضم کیا ۔ تم اس کا ایک دانہ کھا کر بھی ہضم نہیں کر سکتے ہو ۔ جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو بہروز نام
خادم نے حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز سے پوچھا کہ حضرت یہ کھچڑی کیا آپنے عالم غیب
سے طلب فرمائی ؟ حضرت نے فرمایا یہ کھچڑی غیب سے نہیں آئی ۔ بلکہ بائیس سال کا عرصہ
گذرا ہے کہ یہ میرے لئے رکھی گئی تھی ۔ اور عالم رویا میں مجھکو اس کی اطلاع ہو چکی تھی ۔
اس نے عرض کی کہ آپ کے یہاں تشریف لانے کے وقت جو حالات کہ مشاہدہ کئے گئے جب سے دہلی
چھوڑی اس وقت سے کہیں بھی دیکھے نہیں گئے تھے اسکی کیا وجہ تھی ۔ آپنے فرمایا جس وقت میں
جامع مسجد کے پاس آیا تھا تو دیکھا کہ رستہ میں ہزارہا ولی کیا غوث کیا قطب حضرت شیخ سراج الدین
جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے پیدل جا رہے ہیں ان لوگوں میں سے مجھکو سوار ہو کر
چلنا مناسب نہیں معلوم ہوا ۔ اس لئے پیادہ پا چلنے لگا ۔ جب روضہ کے دروازہ پر پہنچا تو اس
کثرت سے وہاں غوث ۔ قطب ۔ ابدال و ولی اللہ واسطے زیارت کے موجود تھے کہ زمین پر
پیر رکھنے کی جگہ باقی نہیں تھی ۔ لہذا گنبد مبارک تک انگوٹھوں پر [illegible]

چلتا گیا اور مرقد انور کے پاس اسوجہ سے دو گھنٹے منتظر کھڑا رہا کہ حضرت کی روح پاک عالم بالا میں جمال
پروردگار کے مشاہدہ میں محو تھی جب! میں نے فراغت حاصل کی تو میں نے اسوقت کہیں سلام اور فاتحہ
پڑھی یہ بیان کر کے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ شیخ ابوالفضل جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کیطرف
مخاطب ہوئے اپنا پیرہن پاک اتار کر فرمایا۔ حضرت شیخؒ اب مجھ سے عرض کی کہ یہ آپ کو دیدیا
جاوے۔ لہذا! بابا ابوالفضل لے لو۔ پس جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ممدوح کو اپنا پیرہن پہنا کر
اپنا دست مبارک آپ کی آنکھوں پر رکھا اور دعا فرمائی کہ "الٰہی ان کے چشم ظاہر و باطن کو تو
روشن کر"۔ اسی وقت بفضل الٰہی آپ کو امور باطنی سے کامل واقفیت حاصل ہوگئی۔ اسکے
بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عصا حضرت شیخ ابوالفضلؒ کو عطا کیا اور فرمایا کہ بابا ابوالفضل
یہ امانت ہماری تم اپنے پاس رکھو۔ جو شخص بیعت کے قصد سے تمہارے مکان پر آئے تو چشتیہ کی
بیعت سے محروم نہ جائے۔ پس حضرت خواجہؒ نے شیخ ابوالفضلؒ کو خلافت و اجازت مرحمت فرمائی بعدہٗ
دریافت کیا کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے قیام کے لئے کونسی جائے مقرر فرمائی ہے
شیخ ابوالفضلؒ نے عرض کی کہ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں مغرب میں ہوں بشرق کی
طرف آپ سکونت اختیار فرمائیں۔ اس امر سے آگاہ ہونیکے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ وہاں سے روانہ
ہوئے اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر آکر دوبارہ فاتحہ پڑھی اور بزبان مبارک
یہ فرماتے ہوئے کہ "مرد غوث خوابیدہ است۔ تاقیامت چراغ ایں مرد روشن خواہد ماند" جب
وہاں سے چلے تو راہ میں بی بی زلیخا نام ایک عورت صالحہ کا مقبرہ تھا۔ وہاں پہنچکر زیارت کی۔ بی بی
موصوفہ کی مرقد مبارک سے قرآن شریف کے قرأت کی آواز آنے لگی۔ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ
نے فرمایا کہ بی بیاں نامحرموں کو اپنی آواز نہیں سناتی ہیں اسی وقت آواز موقوف ہوگئی وہاں سے
خانقاہ میں جہاں آپکے ٹھیرنے کے لئے بادشاہ کی جانب سے انتظام کیا گیا تھا جاکر اقامت اختیار فرمائی

وصال حضرت شیخ ابوالفضل جنیدیؒ

حضرت شیخ ابوالفضل جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۹ ماہ رجب [illegible]
بقول بعضے سنہ [illegible] ہجری میں ہوا۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ آپکے والد بزرگوار کی گنبد سے

لگا ہوا بائیں بازو بجانب مشرق جو سفید سنگ کا مزار ہے وہ آپ ہی کا ہے۔

سجادگی حضرت خوندمیر جنیدیؒ

حضرت مخدوم خوندمیر جنیدی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شیخ ابوالفضل کے پوتے اور شیخ سراج الدین ثانی کے فرزند نے ۸۳۸ھ میں مسند سجادگی پر جلوس فرمایا آپ بڑے صاحب کرامات اور ولی مکمل تھے۔ ہمیشہ درود وظائف۔ مراقبہ ومشاہدہ میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن مراقبہ میں بحالت وجد زمین سے معلق ہوگئے۔ اسی میں آپکی صاحبزادی فاطمہ عرف چمنی بی جن کا سن صفرہ برس کا تھا وہاں آگئیں۔ بچی تو تھیں۔ نادانستگی سے آپکو اپنی طرف رجوع کرنیکی غرض سے آپکا دامن پکڑ کر کھینچنے لگیں۔ حضرت خوندمیر جنیدیؒ مراقبہ میں بحالت ذوق وشوق مستغرق تھے اس وقت اس رکاوٹ کو محسوس کرکے فرمایا کہ تو کون ہے ہمارے درمیان کیوں آئی۔ جا دُور ہو۔ مرجا۔ جب یہ بات چمنی بی بی موصوفہ نے سنی تو انہیں بہت رنج ہوا وہاں سے نکلکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ یعنی اپنے جد بزرگوار کے آستانہ پر آکر قدمبوس ہوئیں اور بہت گریہ وزاری کرنیکے بعد حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے مزار پرانوار کے بائیں جانب چند قدم آگے بڑھکر زمین کو فرمایا کہ شق ہو میں تجھ میں سماتی ہوں۔ زمین اسی وقت شق ہوئی اور حضرت بی بی موصوفہ اس میں سماگئیں اور آپکے حکم کے بموجب زمین پھر پیوست ہوگئی۔ لیکن چار انگل پارچہ سُرخ اوڑھنی کا جو ہنگام بسم اللہ خوانی آپ کو اڑائی گئی تھی اور جن کی بسم اللہ خوانی ہوکر چند ہی یوم گزرے تھے زمین کے اوپر نظر آتا رہا۔ حضرت خوندمیر جنیدیؒ جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو آپ کو اس وقت اپنی صاحبزادی کا خیال آیا۔ تلاش رہی۔ اسی میں ایک خادم نے بی بی موصوفہ کے دامن کو جو زمین کے باہر نکلا ہوا تھا دیکھکر اور پہچان کر حضرت سے عرض کی۔ حضرت خوندمیرؒ نے جب آکر دیکھا تو انہیں سارا حال معلوم ہوگیا۔ بہت روئے اور فرمایا کہ میری بچی اب یہاں سے اوپر نہیں نکل آئیگی۔ آپنے اس جگہ پر تربت بنوادی۔ اب تک آپکے خاندان میں یہ قاعدہ بندھا ہے کہ کتخدائی یا بسم اللہ خوانی کی تقریبوں میں سب رسومات سے پہلے ایک سُرخ اوڑھنی اور پانچ

چوڑیاں کانچ کی اور ایک ٹکیا میٹھی روٹی کی اور شربت بی بی موصوفہ کی تربت کے پاس رکھکر
فاتحہ دیتے اور اوڑھنی لحد پر اڑھا کر چوڑیاں مصلے کو باندھ دیتے ہیں۔

حاکم گلبرگہ سے مخالفت

نقل ہے کہ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے روضۂ انور کی مناروں کے
پاس کوئی ایک شخص سکونت رکھتا تھا۔ اس سے حضرت خوند میر جنیدیؒ نے فرمایا کہ یہ جگہ خانقاہ کی
تنگی ہے۔ تو یہاں سے اپنا گھر نکال کر اور کہیں بنالے۔ شخص مذکور نے آپ کی بات
نہیں سنی۔ مگر حضرت نے اسکو نکلوا ہی دیا۔ اس زمانہ میں سلطان بہمنیہ کی طرف سے ملک دستور
گلبرگہ میں نیابت کرتا تھا۔ شخص مذکور نے اس کے پاس فریاد کی۔ ملک دستور نے حضرت
خوند میر جنیدیؒ کو کہلا بھیجا کہ بادشاہوں نے تم کو جگہ انعام میں دی ہے نہ کہ لوگوں کے
گھر چھیننے کے لئے۔ پس شخص مذکور کا مکان اس کے حوالہ کر دیجئے۔ حضرت خوند میر جنیدیؒ
نے ملک دستور کو بذریعہ تحریر جواب دیا کہ بادشاہوں کو بادشاہی ہم نے دی جسکے عوض
بادشاہوں نے روضہ منورہ حضرت قطب الاقطاب شیخ منا قدس سرہ جس کی مغربی حد شیخ
عبدالصمد کی چوکھنڈی۔ جنوبی حد گنبد تاج الدین سکلا، شرقی حد مکان علاء الدین خزانچی
متصل مسجد یک خانہ تک جو جامع مسجد کے عقب میں ہے۔ اور شمال میں گنبد دختر الوردی حد
ہے ہمیں عطا کئے ہیں۔ اپنے علاقہ کی زمین کے اندر ہمیں کسی کو رکھنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا
ملک دستور کو یہ تحریر ناگوار گزری۔ خود اس شخص کے ہمراہ آکر اس کے مکان پر اس کا قبضہ
کرانا چاہا۔ یہ خبر حضرت خوند میر حسینیؒ کو پہنچی۔ تو آپ نے حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے
روضہ مبارک میں جاکر توجہ کی۔ ارشاد ہوا کہ ملک دستور اسطرف آتا ہے۔ تم اس سے بات
نہ کرو۔ ہم نے بھی اسکو دور کر دیا۔ اس اثنا میں ملک دستور نے آکر پہلے حضرت کی زیارت
کی اور باہر جاکر شخص مذکور کا مکان اُس کے حوالہ کیا۔

عطائے جاگیرات برائے روضۂ مبارک

نقل ہے کہ اس واقعہ کے چند روز بعد سلطان محمود شاہ بہمنی نے
بیدر سے آکر حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کے مرقد انور کی زیارت کی۔ اور

حسب معمول اسکو جبہ و دستار اور کمر بند درگاہ سے دیا گیا۔ چونکہ بادشاہ اس وقت نشہ کی حالت میں تھا۔ جبہ کی آستین میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا۔ اور جبہ کو اسی طرح رکھ چھوڑا۔ یوسف عادل خاں اسوقت بادشاہ کے قریب کھڑا تھا۔ حضرت خوندمیر جنیدیؒ نے وہ جبہ و دستار اور کمر بند اسکو دیکر فرمایا کہ اے محمود میں چاہتا تھا کہ بادشاہی تجھ کو دوں مگر خدا و خدا کا رسولؐ اور حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ یوسف کو دینا چاہتے ہیں۔ جب یہ کلمات بادشاہ نے سنے تو خفگی سے وہاں سے روانہ ہوا۔ تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ یوسف عادل خاں محمود بیگ والی ساوہ کا فرزند اکبر تھا۔ اتفاقات زمانہ کی وجہ سے دکن میں آکر بادشاہ کی خدمت حاصل کی تھی۔ اور اپنی شجاعت ولیاقت سے فوج کی افسری پائی۔ اور ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ بادشاہ اُس سے بہت محبت کرتا تھا۔ ملک دستور نے جب بادشاہ سے باغی ہوکر چنگوپہ و بھالکی پر قبضہ کر لیا تو بادشاہ نے اپنی فوج کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے یوسف عادل خاں کو بھیجا۔ ملک دستور اور یوسف عادل خاں میں جنگ ہوئی۔ آخر ملک دستور شکست پاکر مقید ہوا اور اسی قید میں وہ مرگیا۔ بعدہ یوسف عادل خاں تلنگانہ کی مہم پر روانہ کیا گیا۔ اور وہاں سے فارغ ہوکر جب واپس ہوا تو سنا کہ اس کے دشمن بادشاہ کو ہموار کرکے اسکے مارڈالنے کے درپے ہیں۔ اس لئے وہ وہاں سے بیجاپور بھاگ گیا اور سنہ ۸۹۵ھ میں اپنی ایک جدی سلطنت وہاں قائم کر لی۔ اس کے خاندان میں جتنے بادشاہ ہوئے وہ سب عادل شاہیہ کہلائے۔ جس وقت یوسف عادل خان تخت نشین ہوا تو حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے روضہ مبارک پر آیا اور حضرت سے خوندمیر جنیدی قدس سرہٗ ملاقات کی اور ملتمس ہوا کہ آپ نے تو ایک سلطنت مجھے عطا فرمائی ہے۔ میری یہ ناچیز نذر قبول فرمائیے۔ کہ چند عمارات یہاں تعمیر کرانا چاہتا ہوں۔ اور معاش کے لئے چند مواضعات دینا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت ملے۔ اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کے پائین میں میری قبر کے لئے ایک چبوترہ بھر جگہ عنایت ہو۔ حضرت نے جواب دیا کہ

یہ امر میرے حد امکان سے باہر ہے۔ اس خصوص میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ آج شب میں تم استخارہ کرو۔ حضرت شیخ صاحب قدس سرہ العزیز سے بھی اجازت حاصل کرو۔ چنانچہ یوسف عادل خاں نے حضرت مخدوم خوندمیر جنیدی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اور اسی شب استخارہ کیا۔ حضرت شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز تشریف لائے۔ یوسف عادل خاں کی نذر تو قبول کی۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی فرمایا کہ یہ کام تعمیر کا مکمل نہ ہوگا۔ غرض کہ اس بشارت سے یوسف عادل خاں بہت خوش ہوا۔ تین پتھر خود اپنے سر پہ لا کر ایک دروازہ کے میناروں کی بنیاد کے لئے دوسرا گنبد کا بنیادی اور تیسرا پتھر مسجد کی نیو کے لئے رکھا۔ اور تعمیر کا کام آغاز کرادیا۔ مگر بعد میں یہ تعمیر ناتمام رہی۔ مسجد کا گلابہ مینار و منبر کی تعمیر ختم نہو سکی اس نے ۱۴ موضع (دیہات) بینتالیس ہزار روپیہ کی معاش کے نذر کئے۔ یہ معاش عرصہ تک جاری رہی مگر عالمگیر بادشاہ کے وقت میں سب معاش ضبط کرلی گئی۔ صرف دو قریہ اڑھائی ہزار معاش کے دیدئے گئے۔ زاں بعد نواب نظام الملک نظام الدولہ میر نظام علی خاں بہادر فتح جنگ بادشاہ دکن کے زمانہ میں اس معاش میں اور ایک قریہ کا اضافہ ہوا۔ چنانچہ اس وقت تین قریہ معاش میں موجود ہیں۔ یوسف عادل خاں نے اپنی قبر کے لئے ایک چبوترہ پائیں حضرت میں تیار کروایا تھا۔ مگر جب وہ بیجاپور میں جاکر فوت ہوا تو اس کو قصبہ گوگی میں لاکو دفن کردئے۔ چبوترہ جو اس نے یہاں تعمیر کرایا تھا سنہ ۱۲۹۵ ہجری تک اسی طرح موجود تھا۔ سنہ مذکور میں

جب مسجد صحن مسجد و روضۂ مبارک کی گچکاری عمل میں آئی اور سجادہ صاحب کی نشست کے لئے مکان تیار کرایا گیا تو اس وقت جگہ کی تنگی کی وجہ سے وہ چبوترا توڑ دیا گیا۔ اور اس کے پتھر صحن مسجد میں لگا کر گچ چڑھا دی گئی۔

حضرت خوندمیر جنیدیؒ کا اپنے بیٹے کو عاق کرنا۔

نقل ہے کہ مخدوم خوندمیر جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند کو جن کا نام ابو محمد رکن الدینؒ تھا کیمیا حاصل کرنیکا بہت شوق تھا۔ مخدوم خوندمیر جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ اپنے دسترخوان پر اپنے صاحبزادوں اور فقرار و خادموں کے ساتھ خاصہ تناول فرماتے۔ ایک دن جب کھانے کے وقت ابو رکن الدینؒ دسترخوان پر حاضر نہیں تھے تو حضرت مخدوم نے خادم کو آپ کے بلانے کے لئے حکم کیا۔ خادم ڈھونڈ کر واپس آیا اور بیان کیا کہ وہ کیمیا کی دھن میں ہیں۔ غرض کہ تھوڑی دیر کے بعد میاں رکن الدینؒ آئے اور کھانے میں شریک ہوئے۔ حضرت خوندمیر رحمۃ اللہ علیہ تناول طعام سے فارغ ہو کر باہر آ کر پان کھا رہے تھے۔ اتنے میں ابو رکن الدینؒ بھی کھانے سے فراغت پا کر باہر آئے۔ حضرت نے انہیں اپنے نزدیک بلایا اور فرمایا۔ کہ جس کام میں تم مصروف ہو اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اس کا شوق چھوڑ دو۔ اسی میں مصلحت ہے۔ یہ فرماتے ہوئے سامنے ایک سِل پڑی ہوئی تھی اُس پر تھُوکا۔ تھوک کے گرتے ہی سِل مذکور زرِ خالص کی ہو گئی۔ ابو محمد رکن الدین جنیدی کو اس وقت سے آپ نے عاق بھی کر دیا۔ اور روضۂ مبارک سے باہر نکلوا دیا۔ ابو محمد رکن الدین وہاں سے نکلکر کوڑچی میں اقامت گزیں ہوئے اور اپنے بھائیوں سے

اپنا حصہ لے کر اپنی شادی وہیں کرلی۔ اور وہیں رہے۔

ابو محمد رکن الدین کا انتقال

نقل ہے کہ جب ابو محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ کی اولاد احباب روضۂ شیخ صاحب قدس اللہ سرہٗ میں آپ کو دفن کرنے کی غرض سے آپ کا جنازہ گلبرگہ میں لائی۔ اور دفن کرنا چاہا۔ اس وقت آپ کے بھائی سراللہ کفاف الدین جنیدیؒ جو حضرت خوندمیر جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادہ اور یہاں کے سجادہ تھے۔ وہ آپ کو درگاہ کے اندر دفن کرنے سے مانع ہوئے۔ اور فرمایا والد ماجدؒ نے ان کو اپنی زندگی میں علیٰ ہذا رحلت کے بعد بھی عاق کر دیا ہے۔ پس یہ یہاں مدفون نہیں ہوسکتے۔ ابو محمد رکن الدینؒ کا جنازہ صبح سے دوپہر تک درگاہ ہی میں بلا تدفین رہا۔ آخر کار جنازہ کا تابوت خود بخود وہاں سے روانہ ہوا۔ اور لوگ بھی اس کے پیچھے چلنے لگے۔ درگاہ شریف کے صدر دروازہ سے باہر ہوکر مغرب کی طرف آبادی روضہ کے دروازہ کے متصل جاکر وہاں ٹھیر گیا۔ لوگوں نے وہیں قبر تیار کرکے آپ کو دفن کیا۔

حضرت خوندمیر جنیدیؒ کا وصال

حضرت مخدوم خوندمیر جنیدی قدس اللہ سرہٗ کی رحلت ۱۱ر شعبان المعظم ۹۴۴ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ روضہ شریف کے احاطہ میں جو دوسرا گنبد ہے اور جس کو یوسف عادل خاں نے حضرت موصوف کے لئے تیار کرایا تھا۔ اس میں دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی قبر شریف کی آتش افروزی

نقل ہے کہ ہنگام سجادگی جناب حاجی الحجاج شیخ المشائخ محمد علاء الدین جنیدی بن حضرت محمد قطب الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۳ھ ہجری میں شب جمعہ کو یکایک

مزار شریف حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کو آگ لگی۔ معلوم نہیں کہ اس میں قدرت کے کیا راز تھے۔ اور خدا جانے کس وقت یہ آگ لگی تھی۔ جب لوگ نماز صبح سے فارغ ہوکر فاتحہ خوانی کے لئے گنبد اقدس کے دروازہ پر جو بند تھا پہنچے تو اندر سے دھواں نکلتا ہوا نظر آیا۔ درگاہ کے خدام نے متحیر ہوکر دروازہ کھولا۔ اور کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت کی تربت مبارک جو صدہا سال سے عطر و صندل مالی کی وجہ قد آدم برابر ہوچکی تھی پوری پوری جل گئی ہے۔ جب یہ خبر وحشت اثر منتشر ہوئی تو کیا چھوٹا کیا بڑا سب کے سب آگ بجھانے کے لئے پانی لینے دوڑے اور گھڑوں سے پانی ڈالا گیا آگ میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ آخر دن کے دیڑھ بجے آگ بجھی۔ بہت سی بیش قیمت تحفہ و تبرک چیزیں جو زائروں کی زیارت کے لئے وہاں رکھی تھیں جل گئیں۔ صرف تعویذ مرقد معلی رہ گیا۔ اس موقع پر حضرت کی کرامات قابل ذکر ہیں کہ گو اس قدر آگ بھڑک گئی تھی مگر جالی کو جو ساگوانی ہے اور جو مرقد مبارک سے متصل ہے کوئی اثر نہیں پہنچا۔ جالی پر جو غلاف پارچہ ململ کا تھا اور جس پر صندل کے چھاپے لگے ہوئے تھے اس کو بھی جہاں کہیں آگ لگی وہیں بجھ رہی۔ علاوہ اس کے جو لوگ اس وقت حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ دور دور تک لوؤں کی لپٹ محسوس ہوتی تھی۔ مگر جالی کے متصل اگر کوئی جرأت کرکے چلا جاتا تو گو وہاں آگ تیز تھی مگر حرارت مطلق نہ تھی کیونکہ مرقد مبارک سے ٹھنڈی ہوا آرہی تھی۔ حضرت محمد علاء الدین جنیدیؒ حضرت خوندمیر جنیدیؒ کے پوتے تھے۔ ملک دکن میں آپ اپنے وقت میں بہت مشہور و معروف تھے۔ آپ کے نام سے شیطان و خبیث بھاگتے تھے۔ آپ نے حرمین شریفین کی زیارت بھی کی تھی۔ نہایت

متقی و پرہیز گار تھے۔

حضرت شیخ محمد علاء الدین کی کرامت

ایک روز کا ذکر ہے کہ کسی عورت پر ایک جن وارد تھا اس کو بہت ستاتا تھا۔ اکثر اشخاص نے علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اخیر میں اس عورت کو آپ کے پاس لائے۔ جب جن نے حضرت کو دیکھا تو اس طرح کہنے لگا کہ بیشک آپ مرشد ہیں اس عورت سے دُور ہونے کے لئے کہتے ہیں مضائقہ نہیں۔ میرا مقام فلاں باؤلی میں ہے۔ اس باؤلی تک آپ میرے ساتھ آئیے۔ وہاں میں اس عورت سے اپنے کو الگ کر لونگا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اچھا میں آتا ہوں اس عورت کو چھوڑ دے۔ پس حضرت اس کے ہمراہ جانے پر مستعد ہوئے۔ مگر حاضر الوقت لوگوں نے گھبرا کر آپ کو روکا حضرت سب کی تشفی کر کے اس کے ہمراہ اس باؤلی پر پہنچے جن عورت کو چھوڑ کر اس باؤلی میں کود پڑا اور تھوڑے ہی عرصہ میں پھر واپس آیا۔ اور دو سونے کی انگشتریاں آپ کے نذر کر کے عرض کی کہ میں نے آپ کو یہاں تک آنے کی تکلیف تو دی۔ مگر دل میں پریشاں تھا۔ کنوئیں میں پہنچتے ہی میں نے اپنے سردار سے سب واقعات کہدئیے۔ سردار نے کہا کہ جس طرح میں اپنی قوم کا بڑا ہوں اسی طرح وہ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ ان کی خدمت میں اس قدر بے ادبی جو کی گئی ہے بالکل بیجا ہوا۔ خیر دونوں انگشتریاں لیجا اور حضرت کے نذر کر کے معافی کا خواستگار ہو۔ اور اس عورت سے باز آ۔ پس بموجب حکم حاکم آیا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ میرا قصور معاف فرمایا جائے حضرت نے اس کا قصور معاف کیا اور وہ انگشتریاں اپنے ساتھ لائے۔ انگشتریاں مذکور سجادہ صاحب حال کے پاس ہنوز موجود ہیں۔ جب جن یا شیطان کے اثر سے کوئی بیمار ہو جاتا ہے اُن انگشتریوں کے پہنانے سے اس کو کامل صحت

ہو جاتی ہے ۔ آپ کے اور بھی بہت سے تصرفات ہیں جو بخیال طوالت
و بار معائنہ قلم انداز کر دئے گئے ۔ آپ نے پچاس سال تک سجادہ نشینی
کی اور پچاسی برس کی عمر میں بعارضۂ فالج ۱۹ رجب المرجب ۱۲۹۵ھ
میں بروز جمعہ رحلت فرمائی ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔
واضح ہوئے کہ روضۂ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سجادگی اب تک اسی
خاندان میں جاری ہے ۔
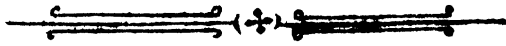
تیسرا باب

دیگر بزرگان دین و اولیائے مکملین کے بیان میں

(۱) ذکر حضرت شاہ رکن الدین تولا قدس سرہٗ

حضرت شاہ رکن الدین تولہ قدس سرہ صاحب حال وجلال اولیائے اکمل میں سے تھے کوئی نہیں جانتا کہ آپ کس تاریخ و سنہ میں گلبرگہ میں تشریف لائے شہر گلبرگہ کی جانب غرب چار میل کے فاصلہ پر پوشیدہ طور پر ٹیلوں میں اقامت فرما تھے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ نے گلبرگہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ کے پاس جاکر آپ سے ملاقات کی اُس وقت سب کو معلوم ہوا کہ آپ دہاں رہتے ہیں اس کے قبل آپ کی سکونت کا کسی کو علم نہ تھا تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے نکل کر گلبرگہ کے قریب پہنچے تو بقول اس کے کہ " ولی را ولی می شناسد" آپ نے اپنی ولایت کے زور سے معلوم فرما کر کہ قریب میں ایک ولی تشریف فرما ہیں آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے جب آپ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شاہ رکن الدین تولہ چار زانو بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے جسم کا پوست ایک دوسرے وصل ہوگیا تھا اور وہ یاد الٰہی میں مستغرق تھے خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس حالت میں ایک گائے روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی اور اپنا دودھ پلا کر واپس ہوجاتی تھی جب حضرت خواجہ بندہ نواز

قدس سرہٗ العزیز آپ کے قریب پہنچے تو حضرت شاہ رکن الدین تولہ قدس سرہٗ آپ کی تشریف آوری سے آگاہ ہو کر آپ کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے چونکہ سالہائے دراز کی نشست سے اعضا کا پوست باہم وصل ہو چکا تھا اس لئے استادہ ہونے سے جدا ہو کر اس میں سے خون نکلنے لگا حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا "سالک کو مجذوب سے کیا کام ہے جب سالک مجذوب کے پاس آتے ہیں تو سوائے ایذا رسانی کے کوئی کام یاد الٰہی کا تو انجام نہیں پاتا" حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ نے اس وقت دو جبتل آپ کے پیش کئے۔ شاہ رکن الدین قدس سرہٗ نے اس کو دیکھ کر فرمایا "تولا" اسی وجہ سے آپ کا لقب تولا ہو گیا۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ جس مقام تک میرا گنبد نظر آئے گا وہاں تک کسی ولی کی ولایت ظاہر نہ ہوگی یہ کیفیت سندہ شدہ حضرت شاہ رکن الدین تولا تک پہنچی۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا بیشک خواجہ بندہ نواز کا بیان صحیح ہے لیکن میرے پاس سے حضرت کا گنبد نظر نہیں آئے گا اولیائے کرام کے کیا بھید ہیں نہیں معلوم کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کا گنبد مبارک اطراف دس پندرہ میل کے فاصلہ پر سے نظر آتا ہے مگر حضرت شاہ رکن الدین تولا کے مزار مبارک کے ٹیلوں پر سے بالکل نظر نہیں آتا حالانکہ گنبد خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ بہت اونچا ہے اور حضرت شاہ رکن الدین تولا کا مزار مقدس بھی تین چار میل ہی کے فاصلہ پر ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے۔

کشف و کرامات

نقل ہے کہ ایک روز حضرت شاہ رکن الدین تولا قدس سرہ کے آستانہ گاہ سے ایک برہمن کا گزر ہوا اتفاق سے حضرت کا خیال اس کی طرف مائل ہوا اس کو اپنے نزدیک بلایا اور استفسار فرمایا کہ کہاں جاتا ہے برہمن نے عرض کی کہ میں کاشی کو جا رہا ہوں جو اہل ہنود کا تیرتھ ہے حضرت نے پوچھا کہ یہاں سے کاشی کتنی دور ہے اس نے کہا کہ تین چار سو کوس سے کم نہیں ہے بڑی محنت اٹھا کر کہیں دو ماہ کے عرصہ میں لوگ وہاں پہنچتے ہیں جب کہیں وہاں کا درشن میسر آتا ہے حضرت نے فرمایا تو کیوں اس قدر تکلیف شدہ طویل سفر کرتا ہے

اس کی ضرورت ہی کیا ہے آ میں تجھے کاشی میں پہنچا دیتا ہوں یہ فرما کر اس کا ہاتھ پکڑا اور زانو کے پیچھے دیکھنے کے لئے فرمایا جب برہمن نے پلٹ کر دیکھا تو علانیہ اس کو کاشی نظر آنے لگی دیکھ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی کہ حضرت کے قدموں کے نزدیک کاشی کو چھوڑ کر اتنی دور کیوں جاؤں ؎

مسجد اعلیٰ ہے قلب اولیا	دیر و کاشی سب ہیں اُس پرسے فدا

غرضکہ تائب ہو کر مسلمان ہوا اور نام اس کا حضرت صاحب رکھا گیا۔

نقل ہے کہ حضرت صاحب مذکور حضرت شاہ رکن الدین تولا کا نہایت معتقد تھا شب و روز آپ کی خدمت گزاری میں مصروف رہتا حضرت بھی اس کو بہت چاہتے تھے اس نے ایکدن حضرت سے عرض کی کہ یا حضرت مجھ کو گوشت سے عالم طفولیت سے نفرت ہو چکی ہے اب گو کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں مگر دل پر گوشت کی کراہت ہنوز باقی ہے اس لئے اگر زائرین کو گوشت کھا کر آنے یا گوشت پکا کر لانے کی ممانعت فرما دیجائے تو بہتر ہوگا حضرت نے اس کی یہ استدعا قبول کی اور فرمایا کہ آئندہ سے کوئی شخص پکا ہوا گوشت ہمراہ لیکر یا گوشت کھا کر میری زیارت کے لئے نہ آئے مگر گوشت کھانیکے بعد نہا کر پاک کپڑے پہنکر آئے تو مضائقہ نہیں چنانچہ اس وقت ہی کوئی شخص گوشت کھانے کے بعد نہائے بغیر آپ کی مزار پر فاتحہ کے لئے نہیں جاتا ہے عام طور پر لوگ حضرت کے خدمتگار برہمن کو رانو پیر کہتے ہیں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے کرامات اب تک جاری ہیں مراد مند لوگ پنجشنبہ۔ دوشنبہ اور اماوس کے دن زیارت کے لئے بکثرت جاتے ہیں رانو پیر کی قبر حضرت کے پہلو میں ہے۔

حضرت کا وصال حضرت شاہ رکن الدین تولا کا وصال ۱۴ ؍ شعبان ۸۰۳ھ ہجری میں ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی درگاہ کی خدمت صندل مالی ونگہداشت وغیرہ سجادہ صاحب روضۂ حضرت قطب الاقطاب شیخ سراج الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے آپ کا طریقہ قادریہ اور واسطہ خاکساری تھا مرشد آپ کے حضرت خاکسار رحمۃ اللہ علیہ تھے

جو دہلی سے آئے ہوئے بزرگوں میں آپ مشہور ہیں آپ کا مزار مبارک خلد آباد شریف کے نواح میں ہے

(۲) ذکر حضرت قطب العالمین سید شاہ حسام الدین حسینی المعروف بہ تیغ برہنہ قدس سرہٗ

آپ دکن کے اولیائے متقدمین میں سے ہیں آپ کے والد حضرت سید السادات حضرت خوند میر حسینی دہلوی ہیں جن کے کشف و کرامات دہلی میں مشہور ہیں نسب نامہ آپ کا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے خلافت اپنے والد بزرگوار سے پائی اور ان کے رحلت فرمانے کے بعد عرصہ تک دہلی میں رہ کر افاضت عام جاری رکھی اور خلایق کو راہ خدا سے آگاہ کیا بالآخر رضائے الٰہی سے سیاحت اختیار کی اس سفر میں آپ کے ساتھ صرف آپ کے ہمشیرہ زادے تھے جن کا مزار شریف عقب قلعۂ گلبرگہ فرمان تالاب کے متصل واقع ہے حضرت تیغ برہنہ قدس سرہٗ جابجا دین اسلام کی اشاعت کرتے ہوئے بالآخر گلبرگہ تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار کی اس وقت راجہ کشن راج کی حکومت کا زمانہ ختم ہو کر راجہ اناگندی کی حکومت کا دورہ تھا غرضکہ گلبرگہ میں بھی ارشاد و تلقین سے لوگوں کو بہرہ مند فرمایا یہ اپنے زمانہ کے قطب تھے مگر بعض کتب میں لکھا ہے کہ آپ کی مجذوبیت کی سی حالت رہتی تھی دونوں کندھوں پر دو ننگی شمشیریں آپ لئے پھرتے تھے اسی وجہ سے لوگ آپ کو تیغ برہنہ کہنے لگے اور حضرت خواجہ احمدؒ دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی اقتدا بھی جیسا کہ ان کے بیان میں قبل ازیں بیان ہو چکی ہے آپ کے اس طرح مشہور ہونے کا باعث ہوئی خواجہ احمدؒ دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے جبکہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ سے اجازت کشف قبور حاصل کی اور حسب عادت ایک روز ایک قبرستان میں گئے جہاں وہ بہت سی پرانی قبریں نظر آئیں آپ نے ان میں سے مزار اشرف حضرت سید شاہ حسام الدین حسینی قدس سرہٗ پر حضوری لگا کر توجہ کی اور جب دو تین بار توجہ کرنے پر بھی کوئی اثر محسوس نہیں ہوا تو دل میں خیال آیا کہ قدیم بزرگوں اور پرانے مزاروں میں اب کیا دھرا ہے اس خیال کے گزرتے ہی سر وجیاوت

ابی برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے برآمد ہوئی اور یہ شعر پڑھا ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن		من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

چنانچہ یہ دیکھ کر خواجہ احمد دبیر ڈر گئے اور اُفتاں و خیزاں حضرت بندہ نواز قدس سرہ کے پاس آئے شمشیر بھی آپ کا تعاقب کئے ہوئے پہنچی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے شمشیر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنی جگہ پر واپس جاؤ بچہ ناتجربہ کار ہے جواب ملا کہ عاشقوں کی تیغ جب نکلتی ہے تو خالی نہیں واپس ہو سکتی حضرت نے یہ سنکر جبہ اپنا ہاتھ لمبا کیا شمشیر آستین چاک کر کے واپس ہوگئی چنانچہ آج تک آپ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرات جبہ آستین چاک شدہ پہنا کرتے ہیں ۲۷ ربیع الاول ۸۶۸ھ ہجری میں حضرت تیغ برہنہ صاحب قدس سرہ کا وصال ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تاریخ وفات کا مادہ "خلد ولی" ۸۶۸ ہے آپ کا مزار مُبارک گلبرگہ شریف میں قلعہ کے متصل جگت کے تالاب پر مشہور زیارت گاہ ہے عرس شریف آپ کا ہر سال ۲۷ ربیع الاول کو آپ کے سجادہ جناب بڑے تکلف سے کرتے ہیں۔

(۳) ذکر اسد الاولیا سید العارفین حضرت شیخ منہاج الدین تمیمی الانصاری قدس سرہٗ العزیز

آپ حضرت سید خوندمیر علاؤ الدین جوہری دولت آبادی قدس سرہٗ سے خلافت اور نعمت واجازت سے مستفیض ہوئے تھے آپ میں اور شیخ عین الدین گنج العلوم قدس سرہما میں بہت محبت و موافقت تھی حضرت اپنے زمانہ کے اولیاء عظام اور مشہور بزرگواروں میں سے ہیں اپنے مرشد کے حکم کے بموجب ۷۳۰ھ ہجری میں گلبرگہ تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار فرمائی اس وقت یہاں ہندو راجہ حکمراں تھا ہنوز بہمنیوں کی سلطنت کا آغاز نہیں ہوا تھا یہاں سوائے بت پرستی کے دین حق سے کوئی واقف نہ تھا آپ نے یہاں آنے کے بعد گمراہوں کی رہبری کی دین و ایمان کی طرف کافروں کے قلوب پھیرے اور کلمہ توحید کی تلقین جاری رکھی چند روز سا ایک

زندہ رہ کر ۸۴۷ھ ہجری میں راہی فردوس بریں ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون خوارق عادات و کرامات آپ سے بہترے ظہور میں آئے چنانچہ آپ کی قبر اشرف سے شیر برآمد ہونے کا حال قبل ازیں خواجہ احمد دبیر رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ کے بیان میں درج ہوچکا ہے اس وقت سے آپ کو حضرت شیر کلے رواں صاحب قدس سرہ بھی کہتے ہیں آپ کا مزار شریف بازار آصف گنج میں ہمنا باد کی جہت میں واقع ہے آپ کے مقبرہ کے نزدیک ایک مسجد اور میٹھے پانی کی ایک باولی ہے چونکہ آپ کے اور حضرت شیخ الاسلام شیخ محمد سراج الدین جنیدی کے مرشد ایک ہی ہیں لہذا آپ کا عرس و صندل مالی وغیرہ سجادہ صاحب روضہ شیخ سے متعلق ہے عرس شریف آپ کا ۲۱ شوال کو ہر سال بڑے تکلیف سے ہوتا ہے زیارت کے دن جوار اور گیہوں کے آٹے کی ستھریاں لوگ پکاتے ہیں اور اس میں بکری اور گائے کے سرے کا گوشت ڈالتے ہیں اور وہیں درگاہ میں پکا کر کھاتے ہیں درگاہ سے باہر نہیں لیجاتے اور نہ کسی عورت کو وہ کھانے دیتے ہیں یہاں تک کہ لڑکیوں کو بھی نہیں کھلاتے۔ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ اُسوقت سے یہاں جاری ہے جب سے کہ شیر حضرت کی قبر منور سے برآمد ہوا تھا۔

(۴) ذکر شہد السالکین و برہان العارفین شیخ الاسلام والمسلمین شیخ ضیاء الدین قتال نبیرہ حضرت شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی ملقب بہ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے پیر حضرت سید خوندمیر علاؤالدین جوہری قدس سرہ کی خدمتگزاری میں رات اور دن رہتے تھے ایک روز کسی درویش نے جوگا نجے کی چلم پی رہا تھا اس کو تمباکو کی چلم کہہ کر آپ کو پینے کے لئے دی اس کی بات کا یقین کر کے آپ نے وہ چلم پی پیتے ہی آپ کا سر چکرا گیا اور بیہوشی کی کیفیت محسوس کر کے آپ وہاں سے اپنے مرشد کے دردولت پر جہاں آپ کا قیام گاہ تھا گئے

اور وہاں اپنے بستر پر لیٹ گئے آپ کے بستر کے نزدیک ہی حضرت سید خوندمیر علاؤالدین جوہری
قدس سرہٗ کے نعلین رکھی ہوئے تھے کیف کی حالت میں جو آپ کو استغراق ہوا اُس کی چھینٹیں
نعلین مبارک پر بھی گریں جب آپ کے مرشد تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے اور نعلین
پہنا چاہا تو اُس وقت اُس پر تھے کی چھینٹیں ملاحظہ فرما کر خفا ہوئے اور زبان مُبارک سے
یہ فرماتے ہوئے کہ کیوں ایسی حرکت کی پیٹ میں پتھر کیوں نہیں ڈال لیتا وہاں سے چلے گئے
جب حضرت شیخ ضیاءالدین قتال رح کا کیف جاتا رہا اور اپنے پیر مرشد کی خفگی اور فرمان سے
آگاہ ہوئے تو اپنے دل میں سخت پشیمان ہو کر اُسی وقت وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور ملک
دکن کی راہ لی اور گلبرگہ میں وارد ہوئے ملک دکن اُن دنوں کفرستان تھا گلبرگہ میں راجہ
بھیرن حکومت کرتا تھا دروازۂ شہر کے پاس ایک بہت بڑا بتخانہ تھا اس بت کی پوجا بڑے
اہتمام سے ہوتی تھی روزانہ ایک آدمی کو اس کے سامنے گردن مار کر بھینٹ دیا جاتا تھا غرضکہ
جب راجہ کو حضرت کے آنے کی خبر ہوئی تو اُسی بتخانہ کے باہر آپ کو مع ہمراہیوں کے ٹھیرایا
جب رات ہوئی تو حضرت نے بت خانہ کے دروازہ کے پاس جا کر بت کو اپنے پاس بلایا وہ
حاضر ہوا اس سے لکڑی اور ضروری سامان فراہم کرلئے اور جب اوس نے سب چیزیں لادیں
تو اُس وقت آپ نے روٹی پکا کر کھائی اور بت کو رہائی دی بت مذکور حضرت کے ہاتھ سے
رہائی پا کر راجہ بھیرن کے خواب میں گیا کہ ان مسلمانوں نے آکر میری بڑی خرابی کی ہے تو
ان کی خبر لے بلکہ مار ڈال۔ راجہ بھیرن نے اس خواب سے بیدار ہو کر سویرے اپنے لوگوں کی
معرفت فقرا کو اپنے رُوبرو طلب کیا جس وقت راجہ کے آدمی فقرا کی طلبی کے لئے روانہ ہوئے
اس وقت حضرت نماز صبح سے فارغ ہو چکے تھے اور آپ پر راجہ کا ارادہ منکشف ہو چکا
تھا فوراً خود ہی چلنے کی تیاری کی اور اپنے ہمراہیوں کو بھی اس امر سے آگاہ کر کے چلنے
کے لئے تیار رکھا اتنے میں راجہ کے لوگ بھی آگئے اور سب کے سب مل کر راجہ کے دربار
کی طرف روانہ ہوئے جب راجہ کے دربار میں پہنچے تو راجہ نے شیخ صاحب سے مخاطب ہو کر

کہا کہ کل شب کو تم لوگوں نے ہمارے دیو کو کیوں ستایا اب اس کی سزا بھگتو یہ کہہ کر لوگوں
کی طرف اشارہ کیا ہزار ہا لوگ وہاں موجود تھے اشارے کے پاتے ہی انھوں نے پتھر۔
لکڑی، تلوار، تفنگ سے مار مار کر کل ہمراہی فقرا کو شہید کر دیا صرف حضرت اکیلے زندہ رہے
مگر آپ بھی بہت زخمی ہو چکے تھے لیکن روح قالب سے پرواز نہیں کرتی تھی بالآخر لاچار ہو کر
آپ نے کفار کو متوجہ کر کے فرمایا کہ میرے شکم کو چاک کر کے اس میں پتھر بھر دو تو میں مر جاؤں گا
چنانچہ کفار نے ایسا ہی کیا حضرت کا شکم مبارک چاک کر کے اس میں پتھر بھر دیئے اُس وقت حضرت
کی روح مبارک نے عالم بالا کی طرف پرواز کیا اور آپ شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون
مزار شریف آپ کا قلعہ کے اس طرف عید گاہ کے راستہ میں فرمان تالاب کے حدود میں واقع
ہے آپ کی قبر اشرف کے چوترہ پر سیدھی جانب مزار مادر بزرگوار اور بائیں طرف حضرت موصوف
کے بھائی کا مزار ہے سنہ شہادت حضرت کا [illegible] ہجری ہے مزار شریف کا چوترہ ترمیم طلب
ہو گیا ہے اکثر لوگ زیارت سے مستفیض ہوتے ہیں۔

(۵) ذکر حضرت شیخ سعد زنجانی قدس سرہ العزیز

آپ بھی یہاں کے اولیائے قدیم میں سے ہیں آپ کی تشریف آوری بھی اسی زمانہ
میں ہوئی جبکہ ملک دکن میں ہنوز اسلام کا ظہور نہیں ہوا تھا سب کفرستان تھا ہر جگہ بت پرستی کی جاتی تھی
آپ مرید خلیفہ حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیا بدایونی قدس سرہ کے اور پیر بھائی حضرت شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود
اودھی چراغ دہلوی قدس سرہ کے ہیں آپ ہمیشہ حضرت چراغ دہلوی قدس سرہ کی صحبت میں رہتے
تھے ولی کامل تھے اپنے پیر کے حسب الحکم آپ کی رحلت فرمانے کے بعد [illegible] ہجری میں دہلی سے
نکل کر گجرات پر سے ہوتے ہوئے دکن میں آئے اور اثنائے راہ کے مقامات میں اشاعت اسلام فرماتے
ہوئے [illegible] ہجری میں وارد گلبرگہ ہوئے اور یہاں بھی پند و نصیحت جاری رکھی یہاں کے بہت
سے کفار حضرت سے بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے ایک سال کے بعد [illegible] ہجری میں حضرت

شیخ منہاج الدین انصاری قدس سرہ بھی داخل گلبرگہ ہوئے ان دونوں حضرات میں نہایت میل جول تھا ۷۷۴ھ میں حضرت شیخ سعد زنجانیؒ کا وصال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون عید گاہ گلبرگہ کے متصل جانب جنوب آپ کا مزار مبارک ایک چوترے پر واقع ہے اس چوترے پر ایک بزرگ کا بھی مزار ہے اس کے مغرب کی طرف ایک کمان پتھر کی بنی ہوئی ہے حضرت زنجانی ہیچ کو یہاں کے لوگ ساگ پیراں کہتے ہیں اور مزار کے پاس ہری بھاجی اور روٹی پر فاتحہ دلاتے ہیں جس وقت حضرت قطب الاولیا، خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ گلبرگہ تشریف فرما ہوئے تو اپنی زندگی تک ہر جمعرات کو ضرور آپ کی زیارت کے لئے تشریف لیجاتے تھے اور بعد فاتحہ خوانی واپس ہوتے تھے حضرت کی اولاد قصبہ سیڑم تعلقہ مذکور کے متصل موضع کنتن پلی میں رہتی ہے یہ موضع سلاطین دکن کی طرف سے بطور جاگیر حضرت کی اولاد کے لئے عطا ہوا۔ اور اب تک انہی کے قبضہ میں ہے اور حضرت کا عرس وہاں بھی بڑے تکلف سے ہوتا ہے

(۶) ذکر حضرت شاہ بہاؤالدین لنگوٹ بند قدس اللہ سرہ الشریف

آپ بہت بڑے مجذوب تھے آپ کے پاس صرف ایک ہانڈی رہتی تھی آپ کو جب کبھی رغبت طعام ہوتی تو اُس ہانڈی کو دست مبارک میں لے کر مکانوں اور دکانوں سے بلا قید اعلیٰ اور ادنیٰ کے جو کچھ ملے مانگ لاتے۔ کوئی جوار دیتا۔ کوئی گیہوں کوئی باجرا۔ کوئی چاول۔ کوئی کسی قسم کی دال۔ کوئی گوشت یا ترکاری غرض جو کچھ ملتا سب اس ہانڈی میں ڈالکر اس میں تھوڑا سا پانی ڈالتے اور لکڑیاں چن لاکر اپنے دونوں پیروں کا چولہا بناکر اُس پر اس ہانڈی کو رکھتے اور آگ سُلگاتے۔ جب سب پک جاتا تو ہانڈی کو اپنے پیروں پر سے اُتار کر پکا ہوا نوش فرماتے۔ ایک روز حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہ نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد شاہ بازار کو تشریف لیجارہے تھے حضرت بہاؤالدین لنگوٹ بند

قدس سرہ کی اس حالت کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے آپ نے جواب دیا کہ میں اپنی حالت میں خوش ہوں مجھے مت چھیڑئے اپنا رستہ لیجئے۔ آپ کا مزار مبارک گنبد ۲۵ کلس میں ہے جو کو توال تالاب کے پاس ہے اور بہت مشہور ہے۔

(۷) ذکر حضرت مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ یہ سات بھائی تھے سب کے سب اپنے وطن سے نکلکر ہندوستان آئے اور وہاں سے دکن میں تشریف لائے ان میں سے چار بھائی گلبرگہ شریف میں رہے ایک بھائی حضرت حافظ معز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قلعہ اودگیر ضلع بیدر میں رہ کر رحلت فرمائی۔ حضرت موصوف بڑے صاحب کرامات تھے دوسرے بھائی مولانا موج رحمۃ اللہ علیہ تعلقہ کوہیر ضلع بیدر میں اقامت فرما تھے وہیں آپ کا وصال واقع ہوا آپ بھی صاحب ولایات و کشف و کرامات تھے ماہ جمادی الاول میں آپ کا عرس شریف کوہیر میں بڑے تکلف سے ہوتا ہے ایک اور بھائی دکن کو نہیں آئے کسی اور طرف چلے گئے چوتھے بھائی مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا گنبد حضرت ضیاء الدین قتال شہید قدس سرہ کے چبوترے کے پاس جن کا ذکر پہلے ہو چکا عیدگاہ کے راستہ میں قابل زیارت ہے گنبد بہت مستحکم ہے گنبد میں پتھر کے چار مینار نصب ہیں مزار مبارک کے کناروں پر آیات قرآن شریف ابھرائے ہوئے ہیں اکثر لوگ گلبرگہ شریف کے کند ذہن بچوں کو وہاں لیجاتے ہیں اور حضرت کی روح پاک کو فاتحہ کا ثواب بخشنے کے بعد ان آیات پر گھی، شکر لگا کر بچوں کو چٹاتے ہیں۔ احاطہ زمین مبارک کو اگھڑ باولی کہتے ہیں ان دنوں بیرونی پتھر گنبد مبارک کے گر رہے ہیں۔ بہ تصدیق اس کے کہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

(۸) ذکر مولانا قدر رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں۔ صاحب ولایت، علوم ظاہر و باطن میں یکتا تھے حضرت علاؤ الدین الندی معروف بہ لاڈلے مشایخ انصاری قدس سرہ کے آپ اوستاد تھے کہتے ہیں کہ حضرت لاڈلے مشایخ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر ارادتمندان عقیدت گزیں کسی وجہ سے الند تک آکر زیارت سے مشرف نہ ہوسکیں تو نذر و نیاز آپ کے اُستاد مولانا قدر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا دیں۔ چنانچہ صدہا عقیدتمند افکارات دینوی کی وجہ سے جو الند تک جا نہیں سکتے ہیں وہ سب حضرت مولانا قدس سرہ کی درگاہ میں جاکر نیاز گزران دیتے ہیں اور فاتحہ خیر مولانا قدر اور حضرت لاڈلے مشایخ انصاری قدس سرہما کے نام پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں گنبد شریف آپ کا گلبرگہ سے دو میل کے فاصلہ پر بجانب شمال موضع سلطان پور کے دروازہ کے باہر واقع ہے عرس شریف آپ کا جمادی الآخر کے مہینے میں اخیر جمعہ کو ہوتا ہے۔

(۹) ذکر مولانا اختیار الدین صاحب قدس سرہٗ

آپ بھی مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں ولی کامل تھے محلہ شاہ بازار کے پیچھے چوکھنڈی کے قصاب جو ہیں ان مکانوں کے متصل آپ کا مزار شریف واقع ہے کچھ سبز زمین شاہان سلف نے عطا کردی ہے آپ کے خادم آپ کی درگاہ کے متصل شاہ بازار کے پیچھے رہتے ہیں عرس اور چراغاں ہر سال ماہ جمادی الثانی میں ہوتے ہیں۔ خادموں کا مکان غالباً حضرت کے زمانہ کا بنایا ہوا ہوگا بلند اور مستحکم ہے گلبرگہ کے لوگ حضرت کے خادموں کو ہوڑی والے کہتے ہیں۔

(۱۰) ذکر مولانا کمال گریاں صاحب قدس سرہ

آپ چشتیہ خانوادے سے تھے ہمیشہ گریہ وزاری کرتے رہتے تھے لہذا آپ کمال گریاں صاحب مشہور ہوگئے۔ چوکھنڈی آپ کے مزار مبارک کی سلطان پور کے متصل ہے احاطہ اور خانقاہ ترمیم طلب ہے عرس میں سجادہ صاحب روضۂ بزرگ کی جانب سے خدمت ہوتی ہے خدمتی اور صوفیان حضرت کے عرس میں آکر حسب خاندان چشتیہ مجالس سماع قایم کرتے ہیں۔

(۱۱) ذکر بی بی کمالہ خونجہ سلطانہ قدس سرہ

آپ سلطان محمود بہمنی کی دختر ہیں آپ کے خاوند کا اسم مبارک حضرت شمس العشاق عرف میراں حسینی قدس سرہ تھا آپ دکن کے مشہور ومعروف مشائخین میں سے تھے موضع سدلگہ تعلقہ ہوکری میں آپ کا مزار شریف ہے جس پر ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے بی بی موصوفہ نہایت صالحہ وعابدہ تھیں کشف وکرامات جاری تھے آپ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کی مریدہ تھیں آپ نے گلبرگہ ہی میں رحلت کی۔ آپ کی قبر اشرف پر ایک بڑا گنبد بنا ہوا ہے یہ گنبد کمپنور کے راستہ میں لب سڑک واقع ہے آپ کا چاچا بھی مرتضیٰ آباد مرج کے نزدیک موضع جنگل میں ہے وہاں بھی عرس آپ کا بڑے تکلف سے ہوتا ہے حال میں بھی ایک کرامت آپ کی ظاہر ہوئی جس کا ذکر قابل سماعت ہے۔

کہتے ہیں کہ کوئی اہل کار سرکاری گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی زیارت کے لئے گئے گنبد مبارک کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اترے اور گھوڑے کو درخت سے باندھ کر آپ فاتحہ کے لئے گنبد میں گئے اس وقت ابر محیط تھا یکایک بجلی کوندی۔ گھوڑا گھبرا کر درخت سے رسی تڑا کر بھاگا خادم درگاہ نے اسی وقت اہلکار صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع دی

مگر انھوں نے اس کو یہی جواب دیا کہ سوار آیا تھا اگر حضرت بی بی صاحبہ کی یہی مرضی ہے تو پیدل جاؤں گا اس اثنا میں بارش خوب ہونے لگی اس لئے دریافت نہ ہوسکا کہ گھوڑا کدھر بھاگ گیا دو ایک گھنٹہ کے بعد جب بارش تھمی تو وہ گنبد سے فاتحہ خوانی کے بعد باہر آئے دیکھتے کیا ہیں کہ اسی درخت کے نیچے کوئی شخص اس گھوڑے کو پکڑے ہوئے کھڑا ہے جب آپ جاکر گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو اس نے گھوڑا چھوڑ کر پوچھا کہ کیا یہ آپ کا گھوڑا ہے میرا گھوڑا بھی ایسا ہی تھا تین روز ہوئے گم ہوگیا ہے پس یہ کہتے ہوے وہاں سے چلا گیا۔

بی بی موصوفہ کے بطن مبارک سے ایک مرد صالح کشف و کرامات میں یکتا پیدا ہوا آپ کا نام حضرت شمس الدین عرف خواجہ شمنا میراں رح تھا آپ بھی اولیائے دکن میں سے ہیں مرید اور خلیفہ حضرت زین الحق والدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں کفاروں سے بہت جنگ کی ہزاروں کو قتل اور ہزاروں کو مسلمان کیا ہر قسم کا سحر و افسوں اور سانپ بچھو وغیرہ کا زہر آپ کے نام کی برکت سے رفع ہوتا ہے حضرت موصوف کی وفات روز پنجشنبہ ۱۲ ماہ رجب ۸۲۹ ہجری میں ہوئی حضرت کی تربت پر مرتضیٰ آباد میرج میں ایک بہت بڑا گنبد بنا ہوا ہے گنگنا دھوبی جو بہت بڑا ساحر مشہور ہے وہ آپ ہی کے ارادتمندوں میں تھا۔

(۱۲) ذکر حضرت گنج ریحان صاحب قدس سرہٗ

نقل ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ پھولوں سے بھری ہوئی سات چنگیریں لے کر بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کرتے ہوئے حضرت گنج ریحاں قدس سرہ کے مزار مبارک تک پہنچے جس وقت آپ کے مزار کے قریب آئے تو پھول باقی نہیں رہے تھے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قدر تامل کیا اتنے میں آپ نے دیکھا کہ ساتوں چنگیریاں پھر پھولوں سے پر ہوگئی ہیں اس کرامت کے بعد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے آپ کو گنج ریحان کا خطاب دیا اس وقت سے آپ اس نام سے مشہور ہیں آپ کا مزار شریف چوتیرے پر واقع ہے یہ چبوترا

رنگین مسجد کے قریب ہے۔

(۱۳) ذکر حضرت پیر بنگڑی صاحب قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی معلوم نہ ہو سکا آپ سدا سہاگ کے فقیر اور صاحب کشف و کرامات تھے ایک سال گلبرگہ میں بارش نہیں ہوئی لوگ پانی کے لئے ترس رہے تھے آخر سب نے آپ کے پاس جا کر عرض حال کی آپ نے خدا سے دعا کی اور فوراً ابر آکر موسلا دھار بارش ہوئی چنانچہ اب بھی جب کبھی امساکِ باراں ہوتا ہے تو گلبرگہ کے لوگ مزار مبارک کے پاس جا کر وہاں جوار۔ گیہوں اور چنے وغیرہ کی گھنگنیاں پکا کر بچوں کی ٹوپیوں میں بھرتے ہیں اور بچے وہ کھاتے جاتے اور بم بم مچاتے ہیں لوگوں کا بیان ہے کہ اس عمل کے بعد قدرت خدا سے ضرور باران رحمت نازل ہوتا ہے آپ کا مزار مبارک گلبرگہ کے بھن بازار میں قلعہ کی شرکش پر واقع ہے۔

(۱۴) ذکر حضرت شاہ صدر الدین المعروف بہ چمن شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ بزرگوں کی زیارتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے اثناء راہ میں حضرت چمن شاہ ولی کو آپ نے دیکھا کہ وہ بالکل برہنہ بیٹھے ہوئے تھے البتہ جسم پر صرف ایک لنگوٹ بندھا ہوا تھا دو حسین اور نوجوان لڑکیاں بیٹھی ہوئیں آپ کے ہاتھ پیر داب رہی تھیں حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی قدس سرہٗ کے دل میں انکی اس حالت کو دیکھ خطرہ گزرا حضرت چمن شاہ صاحب فوراً اس کو سمجھ گئے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے جانے کے بعد آپ نے اس انگیٹھی میں جو آپ کے مقابل رکھی ہوئی تھی اور جس میں دہکتی ہوئی آگ تھی اس پر ایک کٹورا رکھا اور اس میں مسکہ کا ایک

گولہ بنا کر رکھ چھوڑا اور اسی طور پر اس انگیٹھی کو حضرت کے پاس اپنے ایک خادم کے ہاتھ بھیج دیا اور اپنا سلام کہلا بھیجا۔ خادم مذکور جب انگیٹھی کو حضرت کے روبرو لایا تو حضرت نے مسکہ کو اُس دہکتی ہوئی آگ میں بالکل پگھلا ہوا نہ پایا جس سے ثابت ہو رہا تھا کہ اولیاء اللہ کے دل مثل اُس مسکہ کے ہیں جو آگ پر رکھنے سے بھی نہیں پگھلتا۔ آپ کا مزار مبارک حضرت گنج ریحان صاحب قبلہ رحؒ کے مزار مبارک سے کوئی چالیس قدم کے فاصلہ پر ڈونگہ کے جھاڑ کے پاس ہے۔

گلبرگہ شریف میں اور بہت سے اولیائے کرام ہیں لیکن حادثات زمانہ سے اُن کے کوئی ملفوظ یا تاریخی حالات کہیں محفوظ نہیں ہیں اور نہ تلاش سے مل سکے اس لئے جس قدر حالات معلوم ہو سکے قلمبند کر دئے گئے ہیں اگر آئندہ کوئی تفصیلی حالات مل جائیں گے تو طبع ثانی میں ضرور ہدیۂ ناظرین ہوں گے۔

تیسرا حصہ

تاریخی حالات سلاطین بہمنیہ

ذکر سلطنت سلطان علاؤالدین حسن گانگوئے بہمنی

سلطنت بہمنیہ کا بانی اور سلمانوں کی سلطنت کا سب سے پہلے گلبرگہ میں قایم کرنیوالا شخص علاؤالدین حسن گانگوئے بہمنی ہے اس کے ابتدائی حالات مختلف ہیں اکثر مطبوعہ تواریخ میں لکھا ہے کہ شہزادۂ محمد تغلق کا مقرب ایک منجم گانگوے برہمن تھا جس کا نوکر حسن تھا۔ جو نہایت فلاکت سے گزران کرتا تھا ایک دن اپنے افلاس کا اظہار گانگوئے پر کیا اس نے حسن کی مصیبتوں پر ترس کھاکر دو راس بیل اور دو نفر مزدور اور کچھ افتادہ زمین دہلی کے رقبہ کی اس کے حوالہ کی کہ اس میں زراعت کرکے وہ اپنی اوقات فراغت سے بسر کرے حسن زراعت کے لئے زمین ہموار اور درست کرنے میں مصروف ہوا اتفاق سے حسن کو ہل جوتنے کے وقت اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک دیگ کا دفینہ ہاتھ لگا اس کو وہ گانگوئی کے پاس لے گیا اور حقیقت حال بھی عرض کی گانگوئے کو اس کا یہ کھرا پن نہایت پسند آیا اسی وقت سارا حال حسن کا شہزادہ کو جا سنایا اور شہزادہ نے اپنے باپ سلطان غیاث الدین سے عرض کی بادشاہ بھی حسن کی دیانت داری سے خوش ہوا اور امیران صدہ کے سلسلہ میں اسکو منتظم کیا۔ ایک دن گانگوئی نے حسن کا زائچہ دیکھکر کہا کہ تو مرتبۂ شاہی کو پہنچیگا مجھسے یہ اقرار کرکہ جب تجھے بادشاہی ملے تو تو میرے نام کو اپنے نام کا ایک جزو بنادے تاکہ تیرے نام کی برکت سے

میرا نام بھی بقائے دوام حاصل کرے۔ حسن نے قبول کیا اور آگے چل کر بھی ویسا ہی کیا۔
یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی دعوت میں شہزادہ محمد تغلق آیا تھا جب دستر خوان بڑھا اور شہزادہ چلا گیا تو حسن خانقاہ کے دروازہ پر آیا حضرت ممدوح نے فرمایا "سلطانے رفت و سلطانے آمد" اور حسن کو ایک خادم بھیجکر بلایا اور اس کے حال پر بہت التفات کیا اور خاص اپنے حصہ کی روٹی جو رکھی ہوئی تھی حسن کو کھلائی اور فرمایا کہ چتر شاہی دکن میں انشاء اللہ تعالیٰ تجھے نصیب ہوگا جب ہی سے حسن کو دکن جانے کا اضطراب تھا اور جب محمد تغلق دکن میں گیا تو حسن نے قتلق خاں حاکم دولت آباد کی رفاقت اختیار کی اور وہ یہیں دکن میں رہ گیا اور امیران صدہ سے اس کا یہاں گاڑھا اخلاص ہو گیا جب محمد تغلق نے امرائے صدہ کو گجرات میں بلایا اور انھوں نے آنے میں تاخیر کی۔ طرہ براں باغیان گجرات کو پناہ دی تو بادشاہ نے ان کے قتل کا حکم دیا جب یہ کیفیت امیران صدہ کو ملی تو انھوں نے ایک انجمن قایم کی اور مشورہ کیا کہ بادشاہ نے ہم کو قصوروار ٹھیرایا ہے اگر ہم اس کے سامنے جائیں گے تو وہ کچھ خاطی اور بے خطا میں تمیز نہیں کرے گا ہمارے قتل کا حکم دے گا۔ پس اس طرح بے بس قتل ہونا اور بے فائدہ جانوں کو تلف کرنا نہ چاہئے یہ ٹھان کر وہ دولت آباد چلے گئے یہاں کی رعایا میں بادشاہ کے ظلم سے تراہ تراہ مچی ہوئی تھی اور وہ امیران صدہ کے ساتھ مل گئی ایسا فتنہ عظیم کھڑا کیا کہ جس کا دفعیہ بادشاہ کے امکان سے باہر ہو گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ تین مہینے کے عرصہ میں ملک دکن جو سالہا سال میں فتح ہوا تھا سلطان محمد تغلق کے قبضہ اقتدار سے نکل گیا اور امیران صدہ نے اتفاق کرکے اپنے ہی میں سے اسمٰعیل مخ افغان کو بادشاہ بنایا جس نے اپنا لقب ناصر الدین کیا اور حسن کو خطاب ظفر خانی کا ملا۔ رائے باغ، مکری، مرچ و کلہر یہ مقامات اس کو جاگیر ملے گلبرگہ کا حکمران ہیرن رائے محمد تغلق بادشاہ کے ہوا خواہوں میں سے تھا اس کو قتل کرکے حسن مسلط ہوا اسپر سے ناصر الدین اور محمد تغلق میں جنگ

ہوئی جس میں ناصر الدین کو شکست ہوئی اور ناصر الدین مشورہ کے ساتھ حصار دولت آباد کی طرف چلا گیا اور حسن بارہ ہزار سوار سے قلعۂ گلبرگہ میں جا کر عساکر سلطانی کے اندفاع کی کوشش کرتا رہا شہنشاہ دہلی نے عماد الملک کو حسن کے مقابلہ پر بھیجا اور ان دونوں میں قلعۂ احمد آباد بیدر کے قریب ایک جنگ عظیم واقع ہوئی مملکت تلنگ کے راجہ نے حسن کو مدد دی عماد الملک اس جنگ میں کام آیا اور اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا اس فتح کے بعد حسن دولت آباد گیا سلطان تغلق کی طرف سے جو امرا دولت آباد کا محاصرہ کئے ہوئے تھے وہ حسن کے خوف سے دہلی اور گجرات کی طرف بھاگ نکلے اور حسن داخل دولت آباد ہوا لوگوں کو حسن کی طرف زیادہ رجوع پا کر ناصر الدین نے امرا کو جمع کیا اور ان سے اپنے بڑھاپے کا عذر کر کے بار سلطنت سے سبکدوشی چاہی اور اپنی جگہ پر کسی کا انتخاب کر لینے کی بھی انھیں کو اجازت دیدی سب امیروں نے ایک زبان ہو کر ناصر الدین سے ہی انتخاب کے لئے عرض کی اور ناصر الدین نے حسن کو تاج و تخت کے لایق بتایا اور یہ رائے خاص و عام کو پسند آئی اور حسن ۷۴۸ھ ہجری میں تخت نشین ہوا تاج شاہی زیب فرق کیا اور چتر سیاہ کہ جس پر خلفائے عباسیہ کا معرکہ تھا تیمناً و تبرکاً لوازمۂ شاہی میں داخل کیا گیا۔ اسی چتر سیاہ کی وجہ سے لوگ اس کو شیعہ خیال کرتے ہیں اور مملکت دکن میں اس کا خطبہ اور سکہ مروج ہوا اور علاؤ الدین حسن کانگوئے بہمنی خطاب کیا باوجود قلت آب اور گرمی و غلاظت کے گلبرگہ کو اپنے لئے مبارک و مظفر مقام سمجھتا تھا اسی لئے اس کو دار السلطنت بنایا اور اس کا نام حسن آباد رکھا۔ **مثنوی**

ہمیں شہر گلبرگہ شد تخت گاہ	عمارت برآورد بر اوج ماہ
بنام حسن شہر شد چوں تمام	نہادند زاں حسن آباد نام

اپنے ملک کا دفتر محاسبہ کانگوئے برہمن کے تفویض کیا جو شہنشاہ ہند کی ملازمت ترک کر کے اس کے پاس آ گیا تھا مشہور ہے کہ پنڈت کانگوئی یہ پہلا برہمن ہوا جس نے مسلمانوں کی نوکری کی اور ۱۰۱۶ھ ہجری تک دکن میں یہ قاعدہ بندھا رہا کہ بادشاہان دکن کی دفترداری

اور ولایات کی محرری برہمنوں کو ملتی رہی۔

علاؤالدین حسن نے اپنے حسن تدبیر و زور شمشیر سے کل ملک دکن جو بادشاہ محمد تغلق کے عہد میں اس کے امراء کے تصرف میں تھا فتح کر لیا بعدہٗ ایک مہم کرناٹک کی طرف بھیجی جو وہ بھی بعد فتح و کامیابی واپس ہوئی اہل گجرات نے بادشاہ کے ظلم و ستم سے دق ہو کر سلطان علاؤالدین کو طلب کیا اس نے خود جانا مناسب نہ جان کر اپنے بیٹے شہزادہ محمد کو پہلے گجرات روانہ کیا اور خود آہستہ آہستہ پیچھے روانہ ہوا جب شہزادہ قصبہ نوساری میں آیا تو شکار کے لئے جانور بہت دیکھے باپ کو یہیں بلالیا وہ یہاں آکر چند روز بعد ہیضہ میں مبتلا ہو گیا اور اسی کے سلسلہ میں مختلف عوارض سے چھ مہینے تک بیمار رہنے کے بعد پانچویں ربیع الاول ۷۵۹ھ ہجری میں گیارہ سال دو ماہ سات روز سلطنت کر کے ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید	زجام دہر مئے کل من علیہا فان

اس کے انتقال کے وقت اس کی سلطنت میں سارا مہاراشٹرا اور تلنگانہ و کرناٹک کے بھی کچھ حصے شامل تھے اس کے حدود ملک پر ہندو راجہ حکومت کرتے تھے جن میں سے مشرق میں راجہ تلنگانہ اور جنوب میں راجۂ ویجانگر فرمانروائے ملک کرناٹک اس جدید سلطنت کے خونخوار دشمن تھے۔

بہمن نامۂ دکن و سراج التاریخ میں سلطان حسن کو بہمن دارائے ایران کی نسل میں بتایا ہے اور یہی وجہ تسمیہ بہمنی ہونے کی بیان کی ہے تاریخ فرشتہ میں اس کو ایک برہمن کا نوکر لکھا ہے اور حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیاؒ کی پیشین گوئی کے مطابق اس کا دکن میں آکر بادشاہ ہونا ظاہر کیا ہے مگر تذکرۃ الملوک و سیر محمدی میں لکھا ہے کہ حسن خاندانی شخص تھا (جیسا کہ اس کتاب کے دوسرے باب میں مفصل مذکور ہے) وہ بہ حالت تباہ اپنے والدہ و ہمشیر کے ہمراہ موضع کوڑچی میں آکر حضرت مخدوم شیخ سراج الدین جنیدی

قدس سرہٗ کا مرید ہوا اور ان کی خادمی کرتا تھا آپ کی دعا سے اس کو دکن کی بادشاہی ملی اور کانگوئی اسی موضع کوڑچی کا پٹواری اور جوتشی تھا جس نے اپنی جوتش کے ذریعے دریافت کر کے کہ حسن کو ایک دن بادشاہت ضرور ملے گی اُس کے نام کے ساتھ اپنا نام شریک کرنے اور اپنے بعد اپنی نسل کو ملک کا دفتر محاسبہ تفویض کرنے کی حسن سے درخواست کی تھی جس کو حسن نے پذیرا کیا اور بعدہٗ اسی طرح عمل کیا۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔

سُلطان محمد شاہ غازی بہمنی بن سُلطان علاؤالدین حسن گانگوئی

سلطان علاؤالدین حسن گانگوئی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمد بہمنی تخت نشین ہوا اس نے اپنی سلطنت کو چار طرفوں یعنی حصوں میں تقسیم کیا۔ گلبرگہ۔ دولت آباد تلنگانہ۔ برار اور ہر حصہ پر ایک ایک طرفدار بعطائے خطاب مقرر کیا۔ اس بادشاہ نے اپنے عہد میں سونے کے سکے چلائے جن کے ایک رُخ پر کلمۂ طیب کے ساتھ چار یار وں کے اسمائے پاک کا ٹھپہ اور دوسرے رُخ پر بادشاہ کا نام و سنہ جلوس مسکوک تھا یہ اپنے باپ کے نقرئی تخت پر جلوس کرتا تھا مگر ایک آبنوسی طلا کار تخت شاہ دہلی کے لئے بنایا ہوا جو تین گز لمبا اور ایک گز چوڑا تھا۔ رائے تلنگ نے محمد شاہ کو دیدیا جو بعدہٗ تخت فیروزہ کے نام سے دکن میں مشہور ہوا اور تقریباً سو برس تک بہمنیہ خاندان میں رہا اور نقرئی تخت سلطان فیروز شاہ کے عہد میں مدینۂ منورہ بھجوایا گیا۔ وہاں اس کو توڑ کر سادات پر تقسیم کر دیا گیا۔

ملکۂ جہاں والدۂ سلطان محمد شاہ بہمنی نے جب حج بیت اللہ کا قصد کیا تو بادشاہ نے چاہا کہ باپ کا جمع کیا ہوا خزانہ ملکۂ جہاں کے ہمراہ بھیجے تاکہ ترویح رُوح پدر کے لئے وہاں فقرا اور مساکین پر خیرات کر دیا جائے لیکن امرا وغیرہ نے عرض کی کہ شہنشاہ دہلی فیروز شاہ باربک اس ملک کو لینے کی فکر میں ہے اخراجات فوج و حفظ مملکت کے لئے بادشاہ کو

خزانہ رکھنا چاہیئے پس ضرورت کے مطابق ملکہ جہاں کو خرچ دیا جاوے اور باقی پھر خزانہ میں داخل کیا جاوے بادشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ خدا کی راہ میں دینے کی نیت سے نکالا ہوا پیسہ پھر داخل خزانہ ہو اس نے امراء سے کہا کہ میرے باپ کو بے گنج وحشم یوں ہی خدا نے ایسی بڑی سلطنت عطا کی اگر وہ چاہیگا تو میرے بھی خزانہ کی نگہبانی کرے گا آخر ملکہ کو ان خزانوں کے ساتھ روانہ کیا اور جب وہ واپس آئیں تو اس مسرت وانبساط کے اظہار میں اس نے ایک بھاری جشن منایا جو لوگ اس زر خطیر کے بھیجنے سے ناراض تھے انھوں نے رائے تلنگ و بیجانگر والوں سے سازش کرکے بادشاہ کیساتھ مخالفت کرنے کی انھیں ترغیب دی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رائے بیجانگر نے محمد شاہ کے پاس آدمی بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ قلعۂ رائچور و مدگل و دیگر علاقجات دریائے کرشنا تک بیجانگر کے راجاؤں کے ماتحت رہے ہیں وہ ان کو واپس دیدئے جاویں تاکہ دوستی قایم رہے اسی طرح سے رائے تلنگ نے اپنے ایلچی بادشاہ کے پاس بدیں مطالبہ روانہ کئے کہ میرا بیٹا ونایک راؤ (ناگ دیو) قلعۂ کولاس (جس کو رائے تلنگ نے پیش کش میں سلطان علاؤالدین کو دیا تھا) واپس لینا چاہتا ہے مصلحت وقت یہی ہے کہ قلعۂ مذکور دیدیا جاوے تاکہ اتحاد باقی رہے محمد شاہ نے ایسے نازک موقع پر دانائی سے کام لیا ان ایلچیوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور ڈیڑھ سال تک ان کو کوئی جواب صاف نہیں دیا لیت ولعل میں رکھا اور اس اثناء میں جن امیروں کی نسبت اس کو گمان تھا کہ انھوں نے مخالفت کی ہے اُن کو خدمت سے علیحدہ کرکے ان کی جگہ اپنے بھروسہ کے آدمی مقرر کئے جب سب طرح سے اس نے اپنے کیل کانٹے مضبوط کرلئے تو ایک دن دربار عام میں بحالت غیظ وغضب ایلچیوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اطراف کے رایوں نے پیش کش نہیں گزرانی ہے جلد ارسال کریں کیونکہ خزانہ عامرہ کے نقود مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں صرف ہوگئے ہیں روپیہ کی سخت ضرورت ہے جب ایلچیوں نے سلطان محمد شاہ کا پیام اپنے رایوں کو لکھ بھیجا تو رائے تلنگ نے اپنے بڑے بڑے سپہ سالار ناگ دیو اور نایک رام کو ورنگل سے انبوہ سپاہ کیساتھ

بمقام کولاس بھیجا اس کی مدد کے لئے رائے ویجانگر نے بیس ہزار سوار اور پیدل بھیجے بادشاہ نے مقابلہ کے لئے بہادرخاں ولد اسمٰعیل مخ کو مع فوج روانہ کیا طرفین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر بہادر خان کو فتح ملی اور وہ ورنگل تک تعاقب کرکے رائے ورنگل سے بہت سے تحائف لے کر گلبرگہ واپس ہوا۔

سنہ ۷۶۳ ہجری میں ایک دن کا ذکر ہے کہ سلطان محمد شاہ وضو کر رہا تھا سوداگر گھوڑے لائے اور بادشاہ سے عرض کی کہ خاصے کے گھوڑے ناگ دیو نے چھین لئے حالانکہ اس سے بیان کیا گیا کہ گھوڑے جہاں پناہ (یعنی محمد شاہ) کے لئے لائے ہیں۔ بادشاہ ناگ دیو کی حرکتوں سے پہلے ہی کڑھا ہوا تھا اب اس کو اور زیادہ پیچ و تاب ہوا اور تابڑ توڑ ایک ہزار سوار سے ورنگل جا پہنچا چونکہ قلعہ محفوظ نہ تھا یہ فوراً قلعہ میں داخل ہوگیا ناگ دیو جس کو بادشاہ کے آنے کی کچھ خبر نہ تھی باغ میں عیش و عشرت میں مشغول تھا کچھ نہ بن پڑا بھاگنا چاہا مگر گرفتار ہوگیا اور محمد شاہ کے حضور میں گفتار ناہموار کی جس کی وجہ سے بادشاہ نے اسکی زبان اس کی گدی کی طرف سے نکلوا کر مروا ڈالا اور پندرہ روز تک جشن فیروزی منا کر گلبرگہ کی جانب مراجعت کی جب اہل تلنگ کو خبر ہوئی تو انھوں نے ہجوم کرکے بادشاہ کا تعاقب کیا اس نے بعض بعض مقامات پر شکست دیکر فتح حاصل کی ان لڑائیوں میں ایک وقت سلطان محمد کے بازو پر ایک گولی لگی مگر کارگر نہ ہوئی۔

سنہ ۷۶۴ ہجری میں رائے تلنگ نے متواتر شکستوں اور فرزند کے مارے جانے سے نہایت دلگیر ہوکر دہلی کے بادشاہ ملک فیروز باربک کی خدمت میں عرضی بھیجی کہ میں اطاعت و تابعداری کے لئے حاضر ہوں اگر مالوہ و گجرات کے نائبین سلطنت کے نام فرامین صادر ہوں کہ وہ ملک دکن پر یورش کریں تو میں بھی رائے ویجانگر کو اپنے ساتھ متفق کرکے انکا شریک رہوں گا اور جاں نثاری و ادائی خدمات دست بستہ میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک کو مخالفوں سے چھین کر تحف و پیش کش کے ساتھ باریاب

حضور معلی ہو سکوں گا اس عریضہ کے پہنچتے ہی محمد شاہ کے جاسوسوں نے دہلی سے تحریریں بھیجکر محمد شاہ کو اس امر سے آگاہ کردیا چونکہ دکن پر فوج کشی شاہان دہلی کے لئے نا مساعد تصور کیجاتی تھی اس لئے فیروز شاہ نے کچھ التفات نہیں کیا مگر محمد شاہ نے مملکت تلنگ کے تسخیر کے ارادہ سے لشکر فراہم کیا اور کولاس تک پہنچ گیا اس اثنا میں رائے ویجانگر مرگیا اس کا بھتیجا کشن راؤ جانشین ہوا رائے تلنگ نے اس کی کمک سے مایوس ہوکر سلطان محمد سے منت وسماجت کرکے چند شرائط پر صلح کرلی اور گولکنڈہ مع مضافات کے تاوان جنگ میں دیدیا۔ بادشاہ نے اس فتح کے بعد چالیس روز تک جشن کیا اور اپنے بیٹے مجاہد شاہ کو بہادر خان ولد اسمٰعیل مخ کی بیٹی سے بیاہ دیا اس بزم نشاط میں تین سو قوال دہلی سے آئے ہوئے تھے۔ ایک روز بادشاہ کو ان کا گانا بہت پسند آیا ذوق اشعار اور شراب کی ترنگ میں مذاق کو یہ سوجھی کہ ویجانگر کے حاکم کے نام ایک فرمان بھیجا کہ ان تین سو قوالوں کو وظیفہ وہ اپنے خزانہ سے دیا کرے ویجانگر کا راجہ کشن راؤ نہایت مغرور و شجاع تھا بادشاہ کے اس حکم سے وہ نہایت برافروختہ ہوا اور سلطانی قاصد کی ویجانگر کے تمام محلوں میں تشہیر کرکے اس کو ملک سے نکلوادیا اور ایک جرار لشکر فراہم کرکے ممالک بہمنیہ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اور دریائے تنگبھدرا پار ہوکر قلعہ مدگل پر قابض ہوگیا قلعہ میں آٹھ سو مسلمان تھے ان کو مع زن و فرزند تہ تیغ کیا صرف ایک مسلمان جو اتفاق سے بچ رہا اس نے بادشاہ تک یہ خبر پہنچائی پھر تو محمد شاہ آگ بگولا ہوگیا اور بدلا لینے کا مصمم ارادہ کیا اور قسم کھائی کہ آٹھ سو مسلمان کے بدلے جب تک ایک لاکھ ہندو قتل نکروں شمشیر جہاد کو نیام میں نہیں رکھوں گا غرضکہ ۷۶۷ھ ہجری میں نو ہزار کا لشکر لے کر دریائے کرشنا عبور کیا اور کرشن راؤ کے لشکر پر حملہ آور ہوکر کشت و خون کا بازار گرم کردیا رائے کا لشکر تاب مقاومت نہ لاکر فرار ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں اہل ہنود کے زن و مرد جوان و بوڑھے بچے وغیرہ ملاکر کل ستر ہزار کے قریب قتل ہوئے اور مسلمانوں کو مال غنیمت بہت ملا سلطان پھر چند ماہ کے وقفہ کے بعد ٹڈی دل لشکر لے کر نواح ویجانگر میں

داخل ہوا کشن رائے نے بھوج رائے مل کو اپنا سپہ سالار فوج مقرر کرکے بادشاہ کے مقابلہ کے لئے
بھیجا۔ ۱۴ ذیقعدہ کو صبح سے سہ پہر تک گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر بھوج رائے جس نے بادشاہ کو
زندہ گرفتار کر لینے کا بیڑا اٹھایا تھا گھائل ہو کر بھاگ گیا ہندوؤں کو شکست ملی مسلمانوں نے
قتل و خونریزی تین مہینوں تک مسلسل ایسی مچا رکھی کہ عورتوں اور شیر خوار بچوں کو بھی نہ چھوڑا
آخر کشن رائو بھاگ کر خاص وجیانگر میں آگیا اس شہر کے تین طرف شاہ فصیل تھی جس میں
بڑے بڑے ڈال کے لوہا لاٹ پتھر پچے ہوئے تھے اور چوتھی طرف دریائے تنگبھدرا ٹھاٹھیں
مار رہا تھا اور یہ شہر دائرہ نما واقع تھا جس کے اطراف سات فصیلیں تھیں ایسے شہر کا فتح
کرنا آسان کام نہیں تھا بادشاہ نے ایک مہینہ تک اس کا محاصرہ کیا اور اس میں داخل
ہونے کی بہت ساری کوشش کی مگر ناکامیاب رہا بالآخر خود کو بیمار ظاہر کرکے لشکر کو واپسی
کا حکم دیا جب لشکر سلطانی واپس ہونے لگا تو کشن رائو نے موقع پا کر اپنے دشمن کا تعاقب کیا
اور چونکہ آئے دن بادشاہ کی صحت ابتر ہونے کی خبر مشہور ہونے لگی تو بڑے اطمینان سے
کشن رائو اور اس کے ارکان دولت راتوں میں شب بھر شراب پیتے اور ناچ دیکھا کرتے تھے۔
سلطان نے موقع پا کر شبخون مارا۔ ہندو لوگ غافل تھے تقریباً دس ہزار ہندو کھیت رہے کشن رائو
وجیانگر بھاگ گیا مسلمانوں نے تیس چالیس کوس تک ہندوؤں کی بستیوں کو ویران اور
بے چراغ کر دیا جب وجیانگر کے سربرآوردہ لوگوں نے یہ نوبت دیکھی تو کشن رائے کو مصالحت
پر آمادہ کیا اور اس نے محمد شاہ کو صلح کا پیغام دیا بادشاہ نے کشن رائو سے قوالوں کے وظیفہ کا
دینا قبول کرایا جس کو اس نے قبول کیا اور صلح کر لی۔ صلح کے بعد محمد شاہ بہمنی گلبرگہ واپس ہوا۔
جب وجیانگر میں خود کو سلطان نے بیمار ظاہر کیا تھا تو اس کے مرنے کی افواہ اڑ کر
جا بجا فتنہ فساد کھڑے ہو گئے تھے بہرام خان مازندرانی جس کو سلطان علاؤالدین بہمنی نے
بیٹا بنایا تھا گو نبہ دیو مرہٹہ سردار کے ابھارنے سے دولت آباد پر قابض ہو کر خود سر ہو گیا
اور بادشاہ سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوا بادشاہ اس کی سزادہی کے لئے روانہ ہو کر جب

قصبہ پٹن کے قریب پہنچا تو بغیر جنگ کئے کونہہ دیو و بہرام خاں دونوں قلعہ بند ہو گئے اور رات کو تغیر لباس کر کے حضرت شیخ زین الدین رح کے پاس آئے آپ نے ان کو زن و فرزند سمیت گجرات چلے جانے کی رائے دی چنانچہ انھوں نے اسیطرح کیا جب بادشاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو ان کا تعاقب کیا مگر وہ نکل گئے پھر بادشاہ دولت آباد میں آیا اس اثنا میں دکن کے کل مشائخین نے سلطان محمد شاہ سے بیعت کی تھی مگر حضرت شیخ زین الدین قدس سرہٗ نے اس سبب سے کہ سلطان شراب خوار تھا بیعت نہیں کی اور بادشاہ کے کہلا بھیجنے پر بھی انھوں نے صاف انکار کر دیا محمد شاہ نے خفا ہو کر شیخ کو شہر بدر کیا مگر بعد چندے شیخ کے ساتھ اسطرح کا سلوک کرنے سے بہت نادم ہوا اور ایک معذرت کی تحریر بھیجی جس میں یہ فقرہ بھی لکھا ہوا تھا "من زآں تو ام تو زآں من باشی" شیخ نے لکھا کہ اگر تو سلطان محمد شاہ غازی شریعت محمدی کا تابع رہے اور ممالک محروسہ کے شراب خانے اٹھا دے اور خود مے نوشی ترک کرے اور آبائی طریقہ پر چلے تو زین الدین فقیر سے زیادہ کوئی اس کا دلی دوست نہ ہو گا جب یہ تحریر بادشاہ نے دیکھی کہ شیخ علیہ الرحمہ نے سلطان کو غازی لکھا ہے تو بہت خوش ہوا اور اپنے لقب میں لفظ غازی کو زیادہ کیا اور جب دولت آباد سے گلبرگہ آیا تو شریعت کی ترویج میں بڑی کوشش کی ملک میں شراب فروشی کی دوکانیں بند کرادیں اور بادشاہ اور شیخ میں خط و کتابت پھر جاری ہو گئی اس کے بعد اس نے نہایت عیش و کامرانی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی۔ رایان وجیانگر و تلنگ اور سب زمینداران دکن سلطان محمد شاہ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے ۷۷۶ھ ہجری میں سترہ سال نو ماہ پانچ یوم سلطنت کرنے کے بعد اس نے نقد حیات خازن ممات کے حوالہ کیا۔

دل اندر جہاں آفریں بند و بس	جہاں اے برادر نماند بکس

یہ بادشاہ عقیل و شجیع و فیاض و اولوالعزم تھا رعایا اور سپاہ کے ساتھ بہت ہی خلق و مروت سے پیش آتا تھا مگر جہاں یہ سب کچھ تھا دشمنوں اور موذیوں پر سختگیر بھی کچھ کم نہ تھا اس کے عہد حکومت میں کم و بیش پانچ لاکھ ہندو قتل ہوئے اور ملک کرناٹک نہایت

ویران ہو گیا اس نے ملک کے طرفداروں وغیرہ حکام کو احکام بھیجے تھے کہ جو کوئی ٹھگ یا ڈاکو ہو اس کا سر کاٹ کر گلبرگہ بھیجدو کہتے ہیں کہ سات مہینے کے عرصہ میں گلبرگہ میں آٹھ ہزار سروں کا انبار لگا اس کے زمانہ میں اس قدر خزانہ تھا کہ اور بادشاہوں کے پاس کبھی اس کا آدھا بھی نہ تھا۔

سلطنت مجاہد شاہ بہمنی

اپنے باپ کے انتقال کے بعد سلطان مجاہد شاہ سریر آرا ہوا یہ بادشاہ قوی ہیکل تنومند اور شجاعت میں بے نظیر تھا اس کو شاہ بلوند بہمنی بھی کہتے ہیں اس نے کشن رائے والی وجیانگر کو لکھا کہ دو آبۂ کرشنا و تنگبھدرا کے ممالک میں سے بعض تمہارے اور بعض ہمارے علاقہ میں ہونے کی وجہ فیمابین اکثر تنازعات سرحدی برپا ہوتے رہتے ہیں اس واسطے دریائے تنگبھدرا کو تم اپنی حد مقرر کرو اور دریائے کرشنا کے شرقاً و غرباً جس قدر ملک واقع ہے وہ ہمارے قبضہ و تصرف میں دیدو اس نے جواب دیا کہ قلعہ رائچور و مدگل وغیرہ مقامات سلطنت وجیانگر کے قبضہ میں رہ چکے ہیں لہذا دریائے کرشنا تک کا ملک ہمارے حوالہ کر دیا جائے ورنہ طرفین میں ضرور ان بن اور چھیڑ چھاڑ رہے گی۔ سلطان مجاہد شاہ نے جب ایسا ترکی بہ ترکی جواب پایا تو لشکر اور بہت سا خزانہ ساتھ لے کر دریائے تنگبھدرا پار ہوا اور صفدر خان سیستانی کو سپاہ جرار کے ساتھ محاصرۂ قلعۂ ادھونی پر مامور کر کے آپ اپنے لشکر کے ہمراہ یہ خبر سنکر کہ کشن رائے گنگاوتی میں تنگبھدرا کے کنارے مقیم ہے اسی طرف متوجہ ہوا کشن رائے اور اس کی فوج پر بادشاہ کا رعب ایسا غالب آیا کہ کشن رائے وجیانگر میں اپنا نائب مقرر کر کے اپنی فوج کے ساتھ صحرا بصحرا گھومنے لگا تاکہ بادشاہی افواج کو اسطرح پریشان کر کے ہلاک کرے بادشاہ نے اس کا پانچ چھ مہینے تک تعاقب کیا مگر کشن رائے نے اس عرصہ تک میں کبھی اس سے مقابلہ نہیں کیا آخر بادشاہ کے اعیان و ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض

کی کہ اس تعاقب میں کوئی فائدہ نہیں ہے مگر اس نے ایک نہ سنی کشن رائے کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک
کشن رائے اور اس کے عزیزوں کو جنگل کا پانی اور ہوا ناموافق ہوئی وہ سب بیمار ہو گئے اس لئے
ناگزیر وجیانگر آیا۔ وجیانگر میں داخل ہونے کی دو راہیں تھیں ایک وسیع اور دوسری تنگ
وسیع رستہ پر کشن رائے نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ اس رستہ سے بادشاہ کا گزرنا محال ہو گیا
اس لئے وہ تنگ رستہ سے شہر میں گھس گیا اور اپنی پشت پر اپنے چچا داؤد کو چھ ہزار سواروں
کے ساتھ چھوڑ دیا تھا کشن رائے بادشاہ کو روکنے کے لئے فوج کثیر مقابلہ میں لایا اور ایک سخت لڑائی
واقع ہوئی جس میں ہندوں کو شکست ملی تھی کہ اسی اثنا میں کشن رائے کا بھائی بہت سی فوج لیکر
ہندوں کی مدد کے لئے اپہنچا اور پھر ہندؤں اور مسلمانوں میں ایسی سیل خوں جنگ واقع ہوئی کہ
کبھی نہیں ہوئی تھی جب یہ خبر داؤد خان کو پہنچی کہ ہر وقت ہندؤں کو مدد پہنچتی رہتی ہے تو وہ
ناعاقبت اندیشی سے بادشاہ کے لشکر میں شریک ہو کر لڑنے لگا مجاہد شاہ نے داؤد خان کو
گالی دیکر کہا کہ تونے یہ کیا کیا کہ دہنے کو خالی چھوڑ دیا اگر وہ کفار کے ہاتھ آجائے تو کوئی مسلمان
جانبر نہیں ہو سکتا غرض خود دہنے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو کفار اس پر قبضہ کر چکے تھے پھر
ایک اور مہیب لڑائی کے بعد ان کو وہاں سے پسپا کیا اور مسلمانوں کو دشمنوں کے نرغہ سے باہر
نکالا اور بدیں خیال کہ یہ شہر آسانی سے فتح نہ ہوگا اس شہر سے کوچ کیا اور قلعہ ادھونی پر جس کا
محاصرہ اس کی افواج نے کر رکھا تھا خود بھی جاکر دو مہینے تک ڈٹا رہا مگر یہ محاصرہ گرمیوں کا
موسم ہونے کی وجہ سے کیا گیا تھا اور امید تھی کہ اہل قلعہ پانی کو ترس کر مسلمانوں کو قلعہ حوالہ کردینگے
مگر بارش ہو گئی اس لئے امید بر نہ آئی۔ بادشاہ کے لشکر میں ایک بیماری پھوٹی لہذا امرا و ارکین
سلطنت کے سمجھانے سے بادشاہ نے مراجعت کی کہتے ہیں کہ داؤد خان جس کو بادشاہ نے
گالی دی تھی اس سے رنجیدہ خاطر تھا موقع پاکر ۷ ذالحجہ ۷۹۹ھ ہجری میں مجاہد شاہ کو اس نے
قتل کروالا لیکن اس کے قتل کے واقعات میں اختلاف ہے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ نہا ایک
ایک شخص تھا جس نے بچپن میں بادشاہ کے باپ سے اس کی خطا ظاہر کی تھی اور اسے پٹوایا تھا

اسی وجہ سے ہمیشہ اوسے یہ خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں بادشاہ اس سے وہ انتقام نہ لے اس لئے داؤد خان سے ملکر اس نے بادشاہ کا کام تمام کیا۔ بعض یہ لکھتے ہیں کہ مسعود خان ولد مبارک خان تبنولدار خاصہ نے یہ کام کیا اور یہ بھی مروی ہے کہ مبارک پہلوان تھا جس کو ۱۴ سال کی عمر میں بادشاہ نے کشتی میں اس کو پچھاڑ کر مار ڈالا تھا اس کے بیٹے مسعود نے باپ کا انتقام لیا۔ مگر تذکرۃ الملوک و سیر مخدومی میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سراج الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاہد شاہ کو سوء عقیدت تھا اسی وجہ سے ان بزرگ کے معتقد امرائے جنھیں عہدوں سے بھی معزول کیا گیا تھا اپنے حبشی غلاموں سے بادشاہ کا کام تمام کرا دیا واللہ اعلم بالصواب۔ مجاہد شاہ کی کوئی اولاد نہ تھی داؤد خاں کی بادشاہی تسلیم کر لی گئی اس نے مجاہد شاہ کے جنازہ کو گلبرگہ کے ہفت گنبد میں دفن کرایا۔

داؤد بادشاہ بن سلطان علاؤالدین حسن گانگوئے بہمنی

جس وقت مجاہد شاہ مارا گیا تو ملک میں فتنہ و فساد کھڑا ہو گیا بعض لوگ چاہتے تھے کہ سلطان علاؤالدین حسن گانگوئے کا چھوٹا بیٹا محمود بادشاہ ہو بعض یہ چاہتے تھے کہ داؤد شاہ کو بادشاہ بنائیں۔ آخر کار امرا و ارکین دولت نے داؤد شاہ بہمنی کو تخت سلطنت پر متمکن کیا لیکن وہ زیادہ مدت تک سلطنت نہیں کر سکا۔ کیونکہ روح پرور مجاہد شاہ کی بہن نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے باکہ نامی جوان کو جو مجاہد شاہ کا مقرب تھا ترغیب دی اور بتاریخ یکم محرم الحرام ۷۸۰ھ ہجری داؤد شاہ کو جامع مسجد میں سجدہ کے اندر اس کے ہاتھ سے قتل کرا دیا داؤد شاہ نے صرف ایک ماہ پانچ یوم حکومت کی۔

سلطان محمود بہمنی بن سلطان علاء الدین حسن گانگوئی

داؤد شاہ بہمنی کے مقتول ہونے کے بعد سب اکابر و حامیدِ سلطنت نے اس کے چھوٹے بھائی

سلطان محمود شاہ بہمنی کو مالک افسر و اورنگ کیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا یہ بادشاہ نہایت سلیم الطبع خوش خلق و عادل اور شرع شریف کا بڑا پابند تھا سوائے ایک بیوی کے دوسری بیوی بھی نہ کی۔ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو شیراز سے اس نے بلایا تھا کشتی محمود می کہ ان کو لانے کے لئے بھیجی گئی تھی مگر جب وہ کشتی پر سوار ہونے لگے تو باد مخالف اٹھی لہذا وہ وہیں ٹھہر گئے اور ایک اپنی طبعزاد غزل جس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

دمی با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد　　بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد

لکھ کر بادشاہ کے ملاحظہ میں روانہ کی۔ سلطان نے جب یہ غزل سنی تو ایک ہزار طلائی سکے رائج الوقت حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجدئے اس کے عہد میں جنگ و جدال بہت کم ہوئے بڑی داد و دہش کے ساتھ بعیش و کامرانی سلطنت کی سپاہ اور رعیت اس سے بہت خوش تھی۔ ۱۹ سال ۹ ماہ اور ۲۰ روز حکومت کرنے کے بعد تپ محرقہ سے بتاریخ ۲۱ ماہ رجب ۷۹۹ ہجری اس نے اس مرحلۂ بے ثبات سے دار القرار کی طرف رحلت کی۔

سلطان غیاث الدین بہمنی

سلطان محمود کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین تخت نشین ہوا یہ نوجوان تھا اس کا ایک ترکی غلام تغلچین نام چاہتا تھا کہ خود کو منصب وکالت ملے جب بادشاہ نے ایک غلام کو خلق اللہ پر جن میں سید بھی ہوتے ہیں حاکم بنانا پسند نہیں کیا اور اس کی درخواست نامنظور کی تو اس نے ایک دن بادشاہ کو عیاری سے دعوت میں بلا کر اور تنہائی میں لیجا کر اس کی آنکھیں نکالدیں اور اس کے چوبیس مقربوں کو قتل کر کے اس کے چھوٹے بھائی شمس الدین کو بادشاہ بنایا اور اس اندھے بادشاہ کو قلعۂ ساغر دسگر میں بھیجدیا غیاث الدین نے صرف ایک ماہ بیس روز سلطنت کی تھی کہ ۱۷ رمضان ۷۹۹ ہجری میں یہ واقعہ ہوا۔

سلطان شمس الدین بہمنی

سلطان غیاث الدین کے مقید ہونے کے بعد اس کا چھوٹا بھائی شمس الدین تخت شاہی
پر بر اجا۔ تغلچین مذکور کو ملک نائب کا خطاب اور امیر جملگی کا منصب دیا۔ سب امرا نے اس کی
اطاعت قبول کی۔ فیروز خان اور احمد خان یہ دونوں حقیقی بھائی سلطان داؤد شاہ مقتول کے
بیٹے تھے باپ کے قتل کے وقت وہ صغیر سن تھے اُن کے چچا سلطان محمود بہمنی نے ان کی تربیت
کی اور اپنی دو بیٹیاں انھیں بیاہ دیں اور مرنے کے وقت انھیں وصیت کی تھی کہ غیاث الدین
جس کو اس نے اپنا ولی عہد کیا تھا اس کی اطاعت کریں جب تغلچین نے سلطان غیاث الدین
کو نابینا کیا تو یہ دونوں بھائی اس کا بدلا لینے کے درپے ہوئے جب ان کا یہ ارادہ تغلچین نے
بھانپ لیا تو بادشاہ کی والدہ سے جو تغلچین کی بیحد مشکور اور مداح تھی سازش کرکے ان دونوں
بھائیوں کے قتل پر بادشاہ کو آمادہ کرایا فیروز خان اور احمد خان اطلاع پاکر ساغر (سگر) کی طرف
بھاگ گئے وہاں کا حکمراں جس کا نام سدو تھا ان کی مدد کو مستعد ہوگیا یہ دونوں بھائی لشکر
کے ساتھ عازم گلبرگہ ہوئے بادشاہ کو تغلچین نے اُکسا کر ان کا مقابلہ کرایا دونوں بھائیوں کو شکست
ہوئی۔ آخر انھوں نے اپنے کئے پر پشیمان ہو کر بادشاہ کی والدہ کی وساطت سے امان چاہی اور
گلبرگہ میں رہنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے ان کی تقصیر معاف کردی یہ دونوں بھائی گلبرگہ میں
آگئے ایک روز کسی حکمت عملی سے فیروز خان نے محل کے اندر گھس کر سلطان شمس الدین و تغلچین
کو پابہ زنجیر کیا اور باہر آکر باتفاق ارکان دولت فیروز خان تخت فیروزہ پر جلوہ افروز ہوا سلطان
شمس الدین کی آنکھیں نکلوا کر اس کو قلعۂ بیدر میں بھیجدیا اور تغلچین کو سلطان غیاث الدین کے
حوالہ کیا۔ جس نے کہتے ہیں کہ گو وہ نابینا تھا مگر خود اپنے خنجر سے اوسے ہلاک کیا۔ سلطان فیروز سے
اجازت لیکر شمس الدین مکہ معظمہ چلا گیا اور مدینہ منورہ میں ۸۱۶ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا
جبتک وہ زندہ رہا سلطان فیروز اس کے اخراجات کے لیے تحائف و زر نقد بھیجا کرتا تھا سلطان

شمس الدین نے کل ستاون رُوز سلطنت کی تھی۔

سلطنت فیروز شاہ بہمنی

سلطان فیروز نہایت شرع پرست اور کریم النفس تھا صوم وصلوٰۃ کا پابند اور روزانہ قرآن شریف کا پاؤ پارہ نقل کرکے وجہ معاش پیدا کرتا تھا عدل وانصاف میں بھی اس نے نام پایا اگرچہ کہ وہ رقص وسُرود کا دلدادہ اور شراب خوار وعیاش بھی تھا مگر ان افعال سے وہ خود نام بھی رہتا تھا حسین عورتوں کی اُسے بہت چاہ تھی ایک شہر فیروزآباد اپنے نام پر دریائے بھیما کے کنارے آباد کیا اور اسمیں محلات وعمارات شاہی تعمیر کرکے ہر ایک حرم کو ایک ایک محل عطا کیا حرم سرائے سلطانی میں عربی۔ ترکی۔ روسی۔ کرجی۔ افغانی راجپوتنی۔ گجراتی بنگالی تلنگن۔ مرہٹوائی۔ کرناٹکی بیشتر اقوام اور اکثر مقامات کی پری پیکر عورتیں موجود تھیں۔ یہ بادشاہ ہر ایک کی زبان سے واقف تھا ہر روز ایک محل میں رہتا اور وہاں کی خواص سے اسکی زبان میں بات چیت کرتا وہ بڑا عالم وفاضل بھی تھا ارباب علم واہل ہنر کو دور دراز ممالک سے طلب کرکے اپنے ملک میں انھیں بساتا اور توقع سے زیادہ ان کی قدر اور ان سے سلوک کرتا تھا۔ جب فیروز شاہ نے خطبہ وسکہ اپنے نام سے جاری کیا تو اپنے بھائی احمد خاں کو خانخاناں کا خطاب دیا اور امیر الامرا مقرر کیا۔

سنہ ۸۰۱ ہجری میں رائے ویجانگر دیورائے مدگل ورائچور کے قلعے مسلمانوں سے چھین لینے کے قصد سے بلاد بہمنیہ کی طرف روانہ ہوا اور دوسری طرف دیورائے کے اشارے سے نرسنگ راے نے ملک برار پر یورش کرکے اس کو ویران کر دیا جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اوس نے دولت آباد اور برار کا تمام لشکر نرسنگ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور آپ دیورائے سے مقابلہ کرنے کے لئے کوچ کیا۔ دیورائے دریائے کرشنا کے اس طرف خیمہ زن تھا دریائے کرشنا طغیانی پر ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو عبور ومُرور دشوار ہوا۔ بادشاہ کو کوئی تدبیر مناسب نہیں سوجھی قاضی سراج نے

جو نامور بھیر تھا کہا کہ حضور بالفعل ٹھیر جائیں میں خود کسی تدبیر سے آج رات دریا کے اس پار جا کر
کسی صورت سے دیو رائے یا اس کے بیٹے کو خیمے میں گھس کر ہلاک کرتا ہوں جب دشمن کے لشکر
میں شور وغل مچے تو فوراً افواج شاہی دریا جو اس وقت تک گزرنے کے قابل ہو جائے گا
عبور کر کے اس کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکال لیں اور خوب انہیں تباہ و تاراج کر دیں چنانچہ
قاضی سراج نے ایسا ہی کیا کہ چند جری سپاہی ساتھ لیکر فقیروں کے بھیس میں دریا پار ہوا اور دیو رائے
کے لشکر کے ایک شراب خانہ میں پہنچکر وہاں ایک کسبی سے لگاوٹ کر لی جب وہ وہاں سے
جانے لگی تو قاضی جی نے اپنی بے قراری ظاہر کی اور اُس سے پوچھا کہ تو کہاں چلی! میں
تجھ بن کیسے کل پاؤنگا؟ اُس نے کہا کہ آج راج کنور نے بڑا جشن کیا ہے اور میرے مجرے کا
حکم دیا ہے وہاں مجھے جانا ہے قاضی نے اس کی مفارقت سے بیتابی ظاہر کر کے اس کے
ہمراہ چلنے پر اصرار کیا چونکہ شرابخانہ میں پہنچکر قاضی اور اس کے ساتھی کچھ گاتے بجاتے بھی تھے
لونڈی نے دیکھا تھا کہ قاضی کو ناچنا اچھا آتا ہے اس لئے وہ قاضی کو ساتھ لے چلنے پر راضی
ہوئی جب قاضی اس طائفہ کے ہمراہ زنانہ لباس میں داخل مجلس ہوا تو ایک نقال عورت کے
ساتھ دونوں ہاتھ میں کٹاریں لیکر بازی کرتا ہوا اور مثل مسخرے کے سب کو ہنساتا ہوا راج کنور کے
قریب پہنچا اور پہنچتے ہی ان کٹاروں سے اس کو ڈھیر کر دیا اس کے پانچ چھ ساتھی جو باہر کھڑے
تھے وہ بھی گھس پڑے اور سب چراغ گل کر دئے ہندو شراب کے نشہ میں چور تھے اس لئے ان کو
بھی زخمی کرتے ہوئے خیمہ کے باہر خیمہ پھاڑ کر یہ لوگ نکل آئے لشکر میں چلی پکار مچی مسلمانوں نے
جب یہ سن پایا تو فوراً دریا عبور کر کے کشت و خون کا بازار گرم کیا دیو رائے اپنے بیٹے کے مارے جانے
اور لشکر کے متفرق ہونے سے نہایت پریشان ہوا اور اپنے بیٹے کا لاشہ اٹھا کر سویرے بھاگ نکلا لشکر اسلام
نے ہندوؤں کا تعاقب کیا کشتوں کے پشتے لگ گئے دیو رائے قلعہ بند ہو گیا اور بادشاہ نے فوج کی
اس کے ملک کو تاراج کرنے کے لئے ایک حصہ فوج کا روانہ کر دیا جو بڑی کامیابی کے بعد واپس ہوا
اس محاربہ میں دو ہزار سے زیادہ لڑکیاں برہمنوں کی اسیر سلطانی ہو چکی تھیں برہمنوں نے اتفاق

کرکے دیورائے سے عرض کی کہ جس قدر نقد و جنس کی ضرورت ہو اوسکے دینے میں دریغ و تامل نہ کیا جاوے اور مسلمانوں سے صلح کرلی جاوے چنانچہ دیورائے نے زر فدیہ دس لاکھ ہن خزانۂ عامرہ سلطانی میں داخل کیا اور جب کہیں وہ قیدی رہا کردیے گئے اس کے بعد سلطان نے جانب گلبرگہ مراجعت کی اور نرسنگ کی گوشمالی کے قصد سے ۸۰۲ہجری میں روانہ ہوا ایک قیامت خیز جنگ ہوئی جس میں پہلے تو مسلمانوں کا لشکر پریشان ہوا مگر بعد میں کامل فتح حاصل ہوئی نرسنگہ نے بالآخر صلح کی درخواست کی اور امان چاہی سلطان نے اس کی بیٹی سے عقد کیا اور تحائف لے کر گلبرگہ واپس ہوا۔

۸۰۱ہجری میں سنا گیا کہ امیر تیمور کا ارادہ ہے کہ دہلی کا تخت اپنی اولاد میں سے کسی کو دیکر چلا جائے فیروز شاہ نے یہ خبر سنکر نذر و تحایف اپنے ایلچیوں کے ہاتھ امیر تیمور کی خدمت میں بھیجے امیر بہت خوش ہوا اور ایک فرمان لکھ بھیجا کہ "ہم نے دکن گجرات و مالوہ کا ملک شمول قلمرو سے بہمنیہ کردیا" یہ کیفیت سنکر اور فیروز شاہ کی چالاکی سے اندیشہ کرکے والیان گجرات و مالوہ و خاندیس ظاہر میں تو فیروز شاہ کے دوست بن گئے مگر درپردہ دیورائے راجہ وجیانگر کو ہموار کرکے اس کو جنگ کرنے کی ترغیب دی اور خود اس کو مدد دینے کا وعدہ کیا اسپر سے رائے وجیانگر نے فیروز شاہ کے احکام کی تعمیل نہیں کرنی شروع کی اور تین چار سال کا خراج بھی نہیں ادا کیا۔ فیروز شاہ موقع کا منتظر تھا اس کو ایک موقع اسطرح ہاتھ آیا کہ مدگل میں ایک مفلس سنار کے گھر ایک لڑکی مساۃ پرتھال نہایت حسین تھی اور اس کو کسی برہمن نے عمدہ تعلیم دی تھی یہ برہمن وجیانگر کا رہنے والا تھا جب یہ وجیانگر پہنچا تو رائے وجیانگر سے اس کے حسن و ادا کی ایسی تعریف کی کہ دیورائے نے ایک برہمن اس کے لانے کے لئے مدگل بھیجا۔ لڑکی نے وہاں جانے سے انکار کیا اسپر سے رام دیو نے اپنی فوج کا ایک دستہ اس کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ پرتھال یہ خبر سنکر فوج کے داخل مدگل ہونے سے ایک روز پہلے ہی کہیں بھاگ گئی فوج کے ہاتھ نہ آئی رام دیو کی اس فوج نے سلطان فیروز کے علاقجات پر دست درازی شروع کی

مگراس علاقہ کے ضابطہ نے ان کی قرار واقعی گوشمالی کی تاہم جب یہ خبر سلطان فیروز کو معلوم ہوئی تو فوج ظفر موج کے ساتھ ویجانگر پر حملہ کیا مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کل آٹھ لڑائیاں ہوئیں جن میں فیروز ہی کو فتح و فیروزی رہی ویجانگر کے ممالک محروسہ کا بہت سا حصہ کا نا سونا کر دیا دیو رائے کو گجرات وغیرہ سے مدد پہنچنے کی امید تھی مگر اس کی درخواست کے بعد بھی نہ پہنچی تو ناچار صلح پر جھکا صلح بڑی سخت شرائط پر ٹھیری یعنی یہ کہ " علاوہ زر و جواہر ہاتھی غلام وغیرہ کے دیو رائے اپنی بیٹی سلطان کو بیاہے " چونکہ آج تک رایان کرناٹک نے کبھی اپنی لڑکی مسلمانوں کو نہیں بیاہی تھی ان کو یہ شرط نہایت شاق گزری مگر بامر مجبوری بیاہ دیا اور جہیز میں حسب شرائط قلعہ بنکاپور بھی دیدیا لیکن اس قدر قرابت قریبہ ہونے کے بعد بھی ان دونوں میں صفائی نہیں ہوئی وہی خون خرابی ہوتی رہی بالآخر فیروز شاہ اس مہم سے فارغ ہو کر مدگل آیا اور پرتھال کو اس کے ماں باپ کے ساتھ طلب کیا لڑکی کو جملہ خوبیوں سے آراستہ دیکھ خود چونکہ کثیر الازدواج و مسن تھا اس لئے پرتھال کی جوانی کی قدر کر کے اس کی شادی اپنے نوجوان فرزند حسن خان سے کرادی اور پرتھال کے والدین کو بہت سا روپیہ و جاگیر وغیرہ عطا کر کے فیروزآباد کو روانہ ہوا۔

فیروزآباد پہنچنے کے بعد بادشاہ کو معلوم ہوا کہ دہلی کی جانب سے ایک سید عالی مقام حضرت سید محمد گیسو دراز نام (قدس سرہ) اس کے حدود ملک میں وارد ہوئے ہیں بڑے اشتیاق سے ان حضرت کو طلب کر کے گلبرگہ میں سکونت گزیں کیا ایک عرصہ تک حضرت سے حسن عقیدت و جوش ارادت رکھتا رہا مگر جیسا کہ اس کتاب کے دوسرے باب میں مفصل مذکور ہے فیروز کے بیٹے حسن شاہ کی ولی عہدی پر سے حضرت رح اور سلطان فیروز میں روز بروز جیسے جیسے ازدیاد رنج ہوتا گیا اسی قدر سلطان کے بھائی احمد خان نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گوشۂ خاطر میں جگہ پائی اسی اثنا میں فیروز شاہ نے تلنگنڈہ کا محاصرہ کیا مگر اس کی فوج میں ہیضہ پھوٹنے سے ہندوؤں کی بن آئی دیو رائے نے اطراف سے بہت سی فوج جمع کر کے دھاوا کیا ہندوؤں اور مسلمانوں میں

ایک بہت بڑی جنگ ہوئی جس میں ہندوؤں کی جے رہی اور مسلمانوں کا قتل عام ہوا مسجدیں ڈھائیں ہر طرح کے ستم توڑے احمد خان نے عاجز آکر گجرات سے مدد طلب کی مگر کوئی مدد نہیں پہنچی آخر چھکے چھوٹ گئے تو اکدم بھاگنے کی نوبت آگئی تھی مگر احمد شاہ خانخاناں نے اس موقع پر خزانوں کے منہ کھولدئے اور لشکر جمع کرکے دیوراے کو حدود مملکت بہمنیہ سے باہر کردیا اور داد مردانگی دی لوگوں پر اس کی شجاعت کا بہت بڑا اثر ہوا اور فیروزشاہ کے مصاحبوں نے بادشاہ کو بھکا اور بھائی سے بدظن کردیا بادشاہ نے اس کو اندھا کردینے کا ارادہ کیا۔ احمد خان مع اپنے بیٹے کے بموجب ارشاد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے فرار ہوا اور فوج جمع کرکے بادشاہ کے لشکر سے جو اس کے تعاقب میں تھا مقابلہ کرکے شکست دی بادشاہ خود بھی لڑنے کیلئے آیا مگر پسپا ہوکر آخرکار بیمار اور قلعہ بند ہوگیا اس اثناء میں چونکہ فیروزشاہ نے اپنے امرائے دولت دوست راست اشخاص کو احمد شاہ سے دیدہ دیدہ گردیدہ و موافق دیکھا تو اس نے سوچا کہ سپاہ رعیت اور امراء وزراء کی موافقت کے بغیر بادشاہی میں کیا لطف ہے پس سلطان فیروز نے اپنے ولی عہد بیٹے حسن خان کو طلب کرکے اور قلعہ کا دروازہ کھولدینے کا حکم فرماکر احمد خان کو یہاں تک کہ اپنے بستر کے قریب بلوایا اور فرمایا کہ الحمدللہ میں نے تجھکو اپنی زندگی میں بادشاہ دیکھا تو ہی سلطنت کے قابل ہے صرف محبت پدری سے میں اپنے فرزند کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا اب میں تجھے خدا کو اور حسن کو تجھے سپرد کرتا ہوں اب تو جا اور مہام سلطنت میں مشغول ہو پس مشیت ایزدی اور حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی متواتر بشارت صادقہ کے موافق احمد خان خانخاناں ۵ شوال المکرم ۸۲۵ھ میں تخت فیروزہ پر بیٹھا اور اپنا خطاب سلطان احمد شاہ بہمنی کیا خطبہ و سکہ دکن میں اب اسکے نام کا جاری ہوا دس روز کے بعد سلطان فیروز اس سلاطین خانہ بادطین سے راہی فردوس بریں ہوا اور گنبد کلاں ہفت گنبد سلاطین بہمنیہ میں دفن ہوا (دیکھو نقشہ نمبر ۱۶)

مثنوی

نہ فیروز ماند و نہ فیروزیش	اجل کرد در خاک بہروزیش

نمبر ۶ نقشہ ہفت گنبد مزارات سلاطین بہمنیہ واقع گلبرگہ

گنبد مزار سلطان فیروز شاہ بہمنی

نہ آماجگہ بر دستے تخت خود	خنک در لحد خفت با بخت خود
یقین ست کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ	ہمینست نقش و طراز جہاں
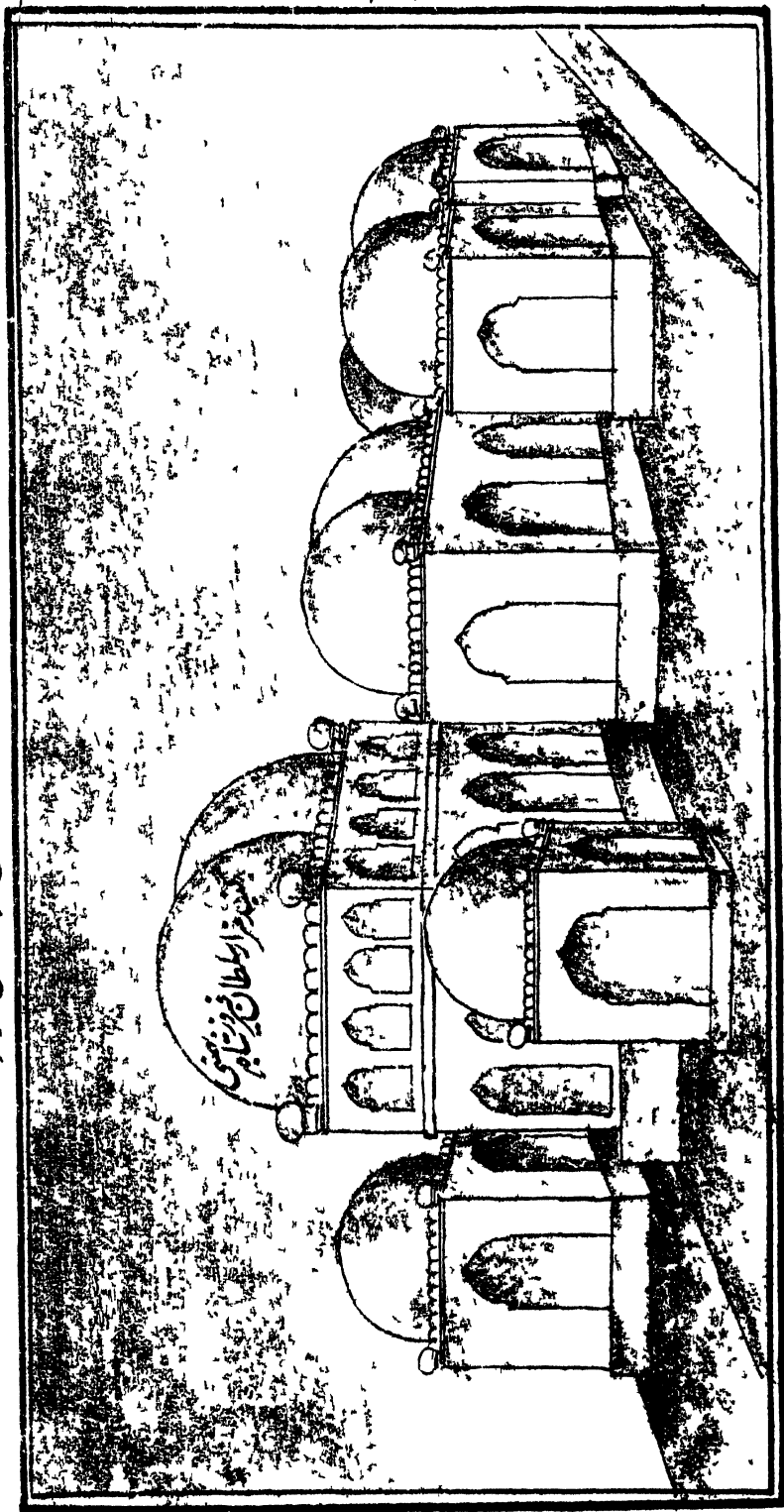
سلطنت احمد شاہ بہمنی

سلطان احمد نے صاحب اریکہ دارک ہو کر خلف حسن بصری کو وکیل سلطنت مقرر کیا اور ملک التجار کا خطاب دیا حسن خان کو فیروز آباد میں رکھا وہ بڑا عیاش اور چالاک تھا اس نے وہیں رہ کر ایام زندگی عیش و عشرت میں گزار دیے۔

احمد شاہ بفور تخت نشینی دیورائے سے سلمانوں کے کشت و خون کا بدلا لینے کے لئے ایک بھاری لشکر فراہم کرکے کرناٹک کی طرف روانہ ہوا اور ملک ویجا نگر میں گھس پڑا اور نہایت بے رحمی سے قتل و خونریزی شروع کردی یہاں تک کہ جب بیس ہزار ہندو قتل ہو جاتے تو تین روز مقام کرکے جشن کرتا اور وہاں سے آگے کو روانہ ہوتا ایک دن بہت کم سواروں کے ساتھ شکار کو نکلا تھا ہندوؤں نے جو موقع تک رہے تھے اس کا پیچھا کیا اور چاروں طرف سے لوٹ پڑے۔ اس کے بہت سے ساتھی کام آئے مگر اس اثنا میں اس کو کمک آپہنچی اور وہ بال بال بچ پھر تو احمد شاہ نے ویجانگر کی تسخیر کا مصمم ارادہ کیا محصورین بلبلا اٹھے دیورائے کو یہی مصلحت سوجھی کہ اس نے فوراً چند سالہ خراج ہاتھیوں پر لاد کر بھیجدیا اور بہت ہی عجز و انکسار کے ساتھ صلح کی درخواست کی دونوں میں صلح ہوگئی اور احمد شاہ گلبرگہ واپس آیا واپسی کے بعد ملنگانہ پر ہر کشاز کی راجہ ورنگل نے بافوج کثیر اس کا مقابلہ کیا آخر مارا گیا۔ سلطان نے ورنگل میں داخل ہو کر خزائن و دفاین پر قبضہ کرلیا اور جب ہر طرح سے ملک تلنگ پورا پورا مسلمانوں کے تصرف و اقتدار میں آگیا اس وقت احمد شاہ گلبرگہ واپس ہوا۔

احمد شاہ کے عہد سلطنت تک تاجداران بہمنیہ کا پائے تخت بلکہ ان کی رہایش گاہ بھی شہر حسن آباد گلبرگہ رہا۔ کتاب تذکرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ ایک روز احمد شاہ بتقریب شکار سواد

بیدر میں داخل ہوا یہاں کی ہوا اُسے اچھی معلوم ہوئی اور پُر فضا مقام ہونے سے بہت خوش ہوا
شکار کے لئے کتے کو خرگوش پر چھوڑا خرگوش گھبرا کر کتے پر جھپٹا اور لے ڈالا بادشاہ نے یہ حال
دیکھ کر فرمایا کہ اس سرزمین کی آب و ہوا میں شجاعت و شہامت کا اثر معلوم ہوتا ہے کہ خرگوش
کتے پر غالب آیا اس مقام کو ضرور پایۂ تخت بنانا چاہئے یہاں جو لوگ پیدا ہوں گے وہ ضرور
شجاع و باہمت ہوں گے پس نیک ساعت دیکھ کر شہر کی بنا ڈالی اور اس کو آباد کر کے احمد آباد
بیدر نام رکھا (جو اب محمد آباد بیدر کہلاتا ہے) اور ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اپنی بقیہ عمر عیش و آرام
سے وہیں گزاری اس نے کل بارہ سال ۹ ماہ چوبیس یوم سلطنت کی اور ۸۳۵ھ میں اس جہان فانی
سے عالم جاودانی کی طرف روانہ ہوا احمد شاہ کو لوگ ولی ٹھیراتے تھے کیونکہ ایک سال جبکہ سلطان
مہم بیجانگر سے فارغ ہو کر گلبرگہ واپس ہوا تھا بہت بڑا قحط پڑا لوگوں کی درخواست پر بادشاہ
استسقاء کی نماز کو گیا تو بڑی شدت سے مینہ برسا لوگوں نے اسکی یہ کرامت تصور کی۔

سلطان علاء الدین ثانی بن سلطان احمد شاہ بہمنی

احمد شاہ کے بعد سلطان علاء الدین ثانی بہمنی احمد آباد بیدر کے تخت پر متمکن ہوا اُسے
وجیانگر نے پانچ سال سے خراج ادا نہیں کیا تھا اس لئے سلطان نے اپنے بھائی شہزادہ محمد کو فوج
کے ہمراہ اس کی وصولی کے لئے بھیجا محمد خان نے رائے وجیانگر سے خراج وصول کیا مگر بعض مفسدین
کے اغوا سے خود آدھے ملک کو اپنے تصرف میں لانا چاہا اور فوج فراہم کر کے بادشاہ سے جنگ
کرنے پر آمادہ ہوا سلطان علاء الدین نے خود اس کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور پھر
اس کا قصور معاف کر کے اپنے پاس بلا لیا اور رائچور اور مدگل اسکو دیدئے اسی اثنا میں چند سے
اور خانہ جنگیاں ہوئیں جس میں دیو راے نے اپنی فوج کو کافی تقویت و ترقی دی اور اس دفعہ بیشتر
مسلمان فوج میں بھرتی کئے جب سب طرح کا اطمینان ہو گیا تو قتال ہوا ۸۶۲ھ میں دیو رائے نے
تسخیر کے لئے پائے تنگبھدرا عبور کر کے قلعہ مدگل سر کرنے کے بعد اطراف کا بہت سا ملک

نیست و نابود کر دیا سلطان اپنا لشکر لیکر مقابلہ کے لئے آیا مدگل کے قریب کئی مقابلہ ہوئے جن میں اول ہندوؤں کو بعد میں مسلمانوں کو کامیابی رہی بالآخر اس طرح صلح ہو گئی کہ سلطان آئندہ کرناٹک پر فوج کشی نہ کرے اور دیورائے خراج برابر ادا کرتا رہے۔

سنہ ۷۵۵ھ میں ملک کوکن کی تسخیر کے لئے علاؤالدین نے حسن بصری کو فوج دیکر روانہ کیا اُس نے بہت سے راجاؤں کو زیر کیا مگر ایک راجہ حسن بصری کو فریب دیکر اس کے چند ہمراہیوں کے ساتھ اس کو جنگل میں لے گیا اور اُن سب کا کام تمام کیا۔

سلطان علاؤالدین کے عہد سلطنت میں مشیر الملک سپہ سالار افواج دیسی کی چلبازی سے ڈھائی ہزار پردیسی سپاہ سلطانی جن میں بارہ سو سادات اور اکثر شیعہ تھے بغاوت کی تہمت لگا کر قتل کئے گئے مگر جب بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ مشیر الملک کا یہ محض تعصب و اتہام تھا تو اس نے مشیر الملک اور اس کے تمام سازشیوں کو جو اس خون ناحق کے شریک اور موجب تھے ایک ایک کرکے قرار واقعی سزائیں دیں اور انکی جیسی کہ چاہئے ویسی ہی ذلت و خواری کی۔

سنہ ۸۶۲ھ میں بادشاہ کی پنڈلی زخمی ہو گئی اور ۲۳ سال ۹ ماہ ۲۰ روز داد جہانبانی دیکر سنہ ۸۶۲ھ میں اُسی زخم کے اسباب سے اس خراب آباد پُر رنج و محن کو چھوڑ کر گور گزیں ہوا اس کے عہد میں ایک بڑا شفاخانہ بمقام بیدر تعمیر کرایا گیا تھا جس میں ہندو مسلمانوں کو برابر دوائی ملتی تھی جوا اور شراب فروشی اس کے زمانہ میں بالکل ممنوع و مسدود تھی۔

سلطنت ہمایوں شاہ ظالم ولد سلطان علاؤالدین ثانی بہمنی

سلطان علاؤالدین نے امراء و وزرا کی توقع کے خلاف اپنے بیٹے ہمایوں شاہ کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اس لئے ارکین سلطنت نے علاؤالدین کی وفات کو مخفی رکھ کر اس کے چھوٹے بیٹے حسن شاہ کو تخت نشین کیا اور ہمایوں شاہ کا گھر لوٹنے اور اس کو مار ڈالنے کی فکر کی ہمایوں شاہ نے اس سے آگاہ ہو کر فوراً اپنے بھائی کو قید کیا اور ان امرا کو قتل کرکے آپ تخت نشین ہو گیا۔

جلال خاں طرفدار تلنگانہ کا بیٹا سکندر خان جو ایام شاہزادگی میں سلطان حال کا مصاحب تھا سپہ سالاری تلنگ کے نہ ملنے سے دلگیر ہو کر باپ کے پاس چلا گیا اور باپ سے ملکر علم بغاوت بلند کیا بادشاہ نے اسپر فوج کشی کی مگر نقصان اٹھایا اتنے میں بادشاہ کو کمک پہنچی سکندر خاں مارا گیا اور جلال خان قید کر دیا گیا بادشاہ نے اس جھگڑے سے فارغ ہو کر قلعۂ دیورکنڈہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور روانہ ہوا۔ رستہ میں سنا کہ شہزادہ حسن خان نے قید سے رہا ہو کر قصبۂ بیٹر پر قبضہ کر لیا ہے اس خبر کے سنتے ہی وہ اپنے دارالخلافہ کو لوٹا اور آتے ہی ایک ہزار آدمیوں کو جن کے تفویض شہر کی حفاظت سپرد تھی قتل کر ڈالا کیوں انھوں نے شہزادہ کو قید خانہ سے بھاگ جانے دیا اور کوتوال شہر کو قفس آہنی میں بند کر کے ہر روز ایک ایک عضو اس کا کٹوا تا اور اس کو کھلواتا تھا اس طرح پر وہ اسی قفس میں فوت ہوا۔ بھائی کی گرفتاری کے لئے بھی اس نے بہت سی فوج بھیجی مگر شہزادہ حسن خان کو فتح نصیب ہوئی اس سے ہمایوں شاہ اور بھی جھنجلایا مگر ایک دستہ فوج کا اس کی طرف روانہ کیا اس دفعہ حسن خان نے شکست پائی اور وہ چند سواروں کے ساتھ خستہ و خوار حوالی بیجانگر میں پہنچا یہاں کے تھانہ دار خواجہ معظم خان نے اس کو مکر و فریب سے گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھیجدیا ہمایوں شاہ نے غضب ڈھایا حسن خان کی شیر سے تکہ بوٹی کرا دی اور پھر شہزادہ کے سات سو متعلقین کو انواع مظالم اور پوری سفاکی سے ایک ایک کر کے مروا ڈالا کسی کو پھانسی دیگئی کسی کی گردن مار ڈالی دیگئی کوئی کھولتے پانی میں اُبلا۔ کوئی جلتے تیل میں جھونکا گیا کسی کو مست ہاتھی سے مسلوایا۔ کوئی شیر کی خوراک بنا اور بادشاہ خود برآمدے سے دیکھا کیا۔

سلطان ہمایوں بہت بدگمان واقع ہوا تھا اس لئے وہ اس قدر جبر و تعدی بھی کرتا تھا ارکان دولت جب اس کے حضور میں جاتے تو زن و فرزند کو ضروری وصیت کر کے ان سے رخصت ہو کر جاتے تھے کسی کو واپسی کی امید نہیں رہتی تھی آخر کار ایک رات شراب کے نشہ میں سویا ہوا تھا ایک حبشن نے اس کے سر پر لاٹھی مار کر اس کے ظلم و ستم سے خلایق کو نجات دلوائی بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ وہ بیمار ہو کر سنہ ۸۶۵ھ میں فوت ہوا اس نے کل ۳ سال چھ ماہ چھ روز

سلطنت کی نظیری شاعر نے جس کو ہمایوں نے قید کیا تھا اس قطعہ میں اس کی تاریخ وفات کہی ہے

ہمایوں شاہ مرد و رست عالم	تعالی اللہ زہے مرگ ہمایوں
جہاں پر ذوق شد تاریخ مرگش	ہم از ذوق جہاں آرید بیروں

ذکر سلطنت نظام شاہ بہمنی بن ہمایوں شاہ بہمنی

ہمایوں شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بڑا بیٹا نظام شاہ بہمنی تخت نشین ہوا۔ اس کی عمر آٹھ سال کی تھی اس کی ماں بڑی فرزانہ تھی خواجہ جہاں ترک اور ملک التجار گاوان کی مشورت سے ملک رانی کرنی چاہی چونکہ ہمایوں کے جور و ستم سے لوگ بد دل و برداشتہ خاطر ہوگئے تھے جب کم عمر بچے کو تخت پر دیکھا تو چاروں طرف سے بلوے شروع ہوگئے سب سے پہلے رائے ملکت اوڑیسہ نے لشکر کشی کی اور مسلمانوں سے سلطنت چھین لینی چاہی والدۂ نظام شاہ خواجہ جہاں و ملک التجار گاوان نے فوج فراہم و مرتب کر کے رائے مذکور کو شکست دی اور بہت سی رقم رائے اوڑیسہ نے بادشاہ کو دیکر صلح کر لی نظام شاہ مظفر و منصور احمد آباد بیدر آیا دفعتاً سلطان محمود کے دیار دکن میں یلغار آنے کی خبر گوش زد ہوئی امرائے دکن نظام شاہ کو ساتھ لیکر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے سلطان محمود گجراتی بھی بادشاہ کی مدد کے لئے اپنی فوج لیکر حاضر ہوا جب یہ خبر سلطان محمود خلجی کو ملی تو وہ گونڈوانہ کی راہ سے فرار ہوگیا نظام شاہ نے محمود شاہ گجراتی کا شکریہ ادا کیا اور بیدر کو مراجعت کی۔ ماہ ذیقعدہ ۸۶۷ھ ہجری میں نظام شاہ علیل ہوا اور مر گیا اس کی مدت شاہی دو سال ایک ماہ تھی۔

ذکر سلطنت محمد شاہ ثانی ابن ہمایوں شاہ

نظام شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بھائی محمد شاہ دس سال کی عمر میں صاحب تاج و تاج ہوا۔ بڑا ہونہار نکلا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں لایق لوگوں کو عالی مراتب دیئے سلطان

ہمایوں شاہ اور نظام شاہ کے عہد میں جو فتنہ و فساد برپا تھے اس نے اپنے حسن تدبیر سے انکو دور کیا۔ خواجہ جہاں نے جو خزانہ میں تغلب و تصرف کیا تھا قتل کیا گیا ۸۷۴ھ ہجری میں محمود گاوان کو کوکن کے قلعوں کی تسخیر کے لئے روانہ کیا یہاں کے رائے بڑے مفسد و سرکش تھے مسلمانوں سے سخت عناد رکھتے تھے جب محمود گاوان کے آنے کی خبر سنی تو مسلمانوں کو قتل کرنے کا عہد کرلیا اور راستوں کی سخت ناکہ بندی کردی۔ محمود گاوان نے بڑی حکمت عملی سے مورچوں اور ناکوں پر اپنا قبضہ کرلیا اور ملک میں گھس کر تین سال تک یکے بعد دیگرے قلعے سر کرتا اور اپنا عمل بٹھاتا چلا گیا۔ آخر بڑی فتح و نصرت کے ساتھ احمد آباد واپس آیا محمد شاہ اس کے ان کارہائے نمایاں سے بے حد خوش ہوا اعظم ہمایوں خواجہ جہاں کا خطاب دیا۔

۸۷۵ھ ہجری میں رائے اوریا مر گیا اس کا چچازاد بھائی ہمیر تخت نشین ہوا مگر رائے اوریا کے لے پالک منگل رائے نے اس کو تخت سے اُتار دیا۔ ہمیر نے سلطان محمد شاہ کی خدمت میں مدد دہی کی درخواست کی اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے ملک حسن بحری کو نظام الملک کا خطاب دیکر ہمیر کی مدد کے لئے مع فوج روانہ کیا نظام الملک نے ہمیر کے ساتھ ملکر منگل رائے کو شکست دی ہمیر کو اوریہ کا تخت و تاج دلا دیا اور قلعہ دیراکھنڈا بھی فتح کرلیا بعدہٗ محمد شاہ خود قلعہ پرکتیہ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا جنگ عظیم کے بعد رائے کتیہ نے محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر امان چاہی اس کے قصور سے درگزر کرکے بادشاہ نے اس کا قلعہ اسی کو بخش دیا اور اپنے ملک کو واپس ہوکر بیجاپور میں مقام کیا برسات کا موسم یہیں بسر کرنا چاہتا تھا مگر اتفاق سے بارش اس برس بہت کم ہوئی ذرائع آب نوشی تمام خشک ہوگئے۔ ناچار بیدر چلا آیا۔ دوسرے سال بھی امساک باراں رہا قحط کی وجہ سے اس کے ملک کا بہت بڑا حصہ اُجڑ گیا اس موقع کو غنیمت جان کر رائے اوڑیسہ تلنگ کے رؤسا کی مدد سے ملک بہمنیہ پر حملہ آور ہوا مگر بادشاہ نے اس کو شکست فاش دی دیول ڈھائے اور مساجد تعمیر کرائیں اور چند برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اوتارا اور غازی کا مذہبی خطاب اختیار کیا۔

خاندان بہمنیہ میں یہی بادشاہ پہلا تھا جس نے برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اس مہم کے بعد اس نے فرنگ کے ملک کی تسخیر کی یہ ملک تلنگ و کرناٹک کے درمیان واقع تھا ان فتوحات کے سبب اس سلطان کے زمانہ میں سلطنت بہمنیہ کا رقبہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ اس نے بجائے چار قسمتوں کے اپنے قلمرو کی آٹھ قسمتیں قرار دیں (۱) دولت آباد (۲) جنیر (۳) بیجاپور (۴) حسن آباد گلبرگہ (۵) ماہور (۶) کاویل (۷) ورنگل (۸) راجبندری اور ہر ایک قسمت (یعنی صوبہ) پر ایک ایک طرفدار (یعنی صوبہ دار یا چیف کمشنر) مقرر کیا۔ انتظام مملکت بھی آئین میں رکھا تھا بہت سے قوانین میں ترمیمات بھی کیں۔ اخیر زمانہ سلطنت میں لوگوں کے فریب میں آکر اعظم ہمایوں نے خواجہ جہاں کو قتل کرا دیا۔ جس کی وجہ سے بعد میں وہ نہایت متاسف و مغموم رہتا تھا اس خواجہ جہاں کا مارا جانا کیا تھا گویا خاندان بہمنیہ پر زوال آنا تھا۔ سدراۓ حاکم ویجانگر نے پھر لشکر کشی کی یوسف عادل خان مقابلہ کے لئے بھیجا گیا اور ادھر بادشاہ کا انتقال غرہ صفر ۸۸۷ ہجری میں ہو گیا اسکی تاریخ وفات کسی شاعر نے یہ کہی ہے ؎

شہنشاہ جہاں شاہ محمد	کہ در بحر فنا ناگہ فرو شد
دکن چوں شد خراب از رفتن او	خرابی دکن تاریخ او شد ۸۸۷ھ

سلطنت محمود شاہ دوم بہمنی

محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمود شاہ دوم تخت نشین ہوا نظام الملک بحری کو صدر اعظم مقرر کیا۔ یوسف عادل شاہ حاضر دربار رہا مگر جب اس نے یہ سن پایا کہ اس کے قتل کے سامان ہو رہے ہیں تو وہ بیجاپور چلا گیا۔ محمود شاہ جب مہم تلنگانہ پر گیا تو نظام الملک اس کا وزیر وہاں کام آیا۔ اس کا بیٹا ملک احمد جنیر پر قابض ہو گیا عماد الملک نے برار میں سرکشی کی قطب الملک حاکم تلنگانہ نے گولکنڈہ میں اپنے کو مطلق العنان کیا۔ بیجاپور اور برار کی افواج سے سلطانی عساکر کے ساتھ متعدد محاربے ہوئے آخر ۴ ذیحجہ ۹۲۴ھ ۱۵۱۹ع کو سلطان محمود

نے رحلت کی۔ اس کی سلطنت کا زمانہ ۳ سال اور ۲۰ روز ہا۔ اس کے زمانہ میں اہل سیف کے باہمی پرخاش و پیکار سے ملک دکن میں طوائف الملوکی مچی جس کی تفصیل آگے چلکر دیکھئے یہ بادشاہ قاسم برید کے بیٹے ملک برید طرفدار قسمت بیدر کی بات بہت سنتا تھا شعر و سخن کا بھی مذاق رکھتا تھا چنانچہ ؎

در بحر غم فتادہ ام و امواج بے عدو
تا چند دست و پا زنم یا علی مدد

اس کا یہ شعر جس قدر بلیغ اور بانکا ہے اُسیقدر اس کے اندوہ و یاس کی بعینہ تصویر اور دلگداز و سرچشمہ رقت و تازیانہ عبرت ہے۔

سلطنت احمد شاہ ثانی

ملک برید نے محمود شاہ کے بیٹے احمد شاہ کو ۹۲۴ھ میں تخت سلطنت پر بٹھایا۔ یہ بادشاہ شراب بہت پیتا تھا ملک برید نے اس کے شراب پینے کا عمدہ سامان فراہم کر دیا تھا اور کسیکو بادشاہ کے پاس پھٹکنے نہیں دیتا تھا جس قدر اخراجات کہ وہ دیتا تھا بادشاہ کیلئے مکتفی نہ تھے لہذا بادشاہ نے آخر تاج بہمنیہ کے جو چار لاکھ ہُن کا تھا ٹکڑے کر کرکے بیچ کھایا

العظمۃ للہ الواحد القہار ؎

عجب نادان ہیں جنکو ہے عجب تاج سلطانی
فلک بال ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی

احمد شاہ اسی افلاس و بے بسی میں دو سال ایک ماہ سلطنت کے دن کاٹکر مسموم یا بہ قضائے الٰہی ۹۲۷ھ میں اپنی حسرت بکام و بال جاں زندگی سے درگزرا۔

سلطنت علاؤالدین سوم بن سلطان احمد ثانی

سلطان احمد شاہ دوئم کے چل بسنے کے بعد امیر برید نے اس کے بیٹے علاؤالدین سوم کو تخت نشین کیا یہ بادشاہ شراب نہیں پیتا تھا اور اسکی خرابی کو سمجھتا تھا کہ ع چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اور ملک برید کی کارستانیوں سے بھی انجان نہ تھا آخر ملک برید کے مروا ڈالنے کا قصد کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال تین ماہ سلطنت کرنے کے بعد معزول و قید ہوا اور اسی قید میں مر گیا۔

شاہ ولی اللہ بہمنی بن سلطان محمود شاہ

امیر برید نے شاہ ولی اللہ کو بادشاہ کیا مگر اس کو وظیفہ خوار و نظر بند کر رکھا تھا بالآخر اس کو قتل کر کے اس کی منکوحہ کو امیر برید اپنے تصرف میں لایا۔

شاہ کلیم اللہ بہمنی

کلیم اللہ بہمنی اس خاندان کا اخیر بادشاہ ہوا برائے نام اسکی بادشاہی تھی سب طرف (امرا یعنی صوبہ دار) خود مختار ہو چکے تھے دو ہی سال اس نے سلطنت کی اور سنہ ۹۳۴ ہجری مطابق سنہ ۱۵۲۷ء میں [illegible] یا نہر عورانی سے مر گیا اور پھر کوئی خاندان بہمنیہ میں برائے نام بھی بادشاہ نہیں ہوا اور دکن میں سلطنت بہمنیہ کے حصے بخرے ہو کر اس کی یہ پانچ شاخیں بمنزلہ پانچ سلطنتوں کے جداگانہ قایم ہو گئیں

سلطنت بہمنیہ کی شاخیں

(۱) عادل شاہی۔ یوسف عادل خاں نے سنہ ۸۹۵ ہجری میں قایم کی اس کا دار السلطنت بیجاپور تھا اور سلاطین بیجاپور کا لقب عادل شاہیہ تھا۔

(۲) نظام شاہی۔ نظام الملک کے بیٹے ملک احمد نے احمد نگر میں اس سلطنت کی بنا ڈالی اور ہر ایک بادشاہ کے اصلی نام کے ساتھ اس کے خاندان کا نام بھی یعنی نظام شاہ ہوا کرتا تھا۔

(۳) قطب شاہیہ سنہ ۹۱۸ ہجری میں قطب الملک اس مملکت کا بانی ہوا اس کا مستقر حکومت گولکنڈہ تھا اور اس کے سب بادشاہوں کے نام کے بعد قطب شاہ کا لفظ ہوا کرتا تھا۔

(۴) عماد شاہی۔ جس کو عماد الملک کے بیٹے فتح اللہ خان نے سنہ ۸۹۴ ہجری میں ملک برار پر بعض وقت خود مختار ہو کر ایجاد کیا یہاں کے بادشاہوں کا لقب عماد شاہیہ تھا یہ سلطنت بعد چندے احمد نگر میں شامل ہو گئی تھی

(۵) امیر برید کا خاندان بیدر میں سلطنت کرتا تھا اور وہاں کے سب بادشاہ برید شاہیہ کہلاتے۔

تمت بالخیر

تاریخ طبعزاد عالیجناب مولانا مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی
اُستاد نواب افسر الدولہ بہادر کمانڈر انچیف افواج حضور نظام خلد اللہ ملکہ

منشی خوش منش نے محنت سے	سیر گلبرگہ اک کتاب لکھی
بولا ہاتف لعبکر سال کہاں	لکھ دو تاریخ لاجواب لکھی
	سنہ ۱۳۱۹ ہجری

اعلان

المشتہر

محمد سُلطان

وظیفہ یاب سرکار عالی ساکن مغلپورہ حیدرآباد دکن

اشتہار

کتب ذیل ... صاحب وظیفہ یاب سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ ساکن محلہ علیپورہ حیدرآباد دکن کے مولفہ ہیں مولف صاحب سے یا ہم سے بہ قیمت مقررہ مل سکتی ہیں۔

(۱) مرقع دکن یعنے تاریخ دکن با تصویر۔ ایک نہایت جامع و مختصر تاریخ ملک دکن کی ہے جو با تصویر طبع ہوئی ہے۔ یہ کتاب عرصہ دراز تک شریک نصاب سررشتہ تعلیمات تھی اسکی تالیف کے صلہ میں مولف صاحب کو سرکار عالی سے انعام عطا ہوا ہے قیمت ایک روپیہ۔

(۲) یادگار سلطانی المعروف آئینہ بیدر جسمیں بیدر کی تاریخ مع نقشجات عمارات و تصاویر سلاطین بہمنیہ و نقوش سکہ جات و فرامین و حالات بزرگان دین ہیں اور اس کتاب کی تالیف کے صلہ میں مولف صاحب کو سرکار عالی سے انعام عطا ہوا ہے۔ قیمت ۸ر

(۳) وقائع ورنگل جسمیں شہر ورنگل کے تاریخی حالات و حالات بزرگان دین مع نقشہ جات عمارات مقامی درج ہیں اس کتاب کی تالیف کے صلہ میں بھی سرکار عالی سے مولف صاحب کو انعام عطا ہوا ہے قیمت آٹھ آنہ۔

(۴) اردو کا نیا قاعدہ با تصویر اس قاعدہ کی مدد سے پہلے ہی سبق سے بچوں کو لکھنے اور پڑھنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ قاعدہ ختم ہوتے ہی بچہ معمولی نوشت و خواند کر سکتا ہے۔ قیمت دو آنہ

(۵) اردو کی مشق اسکی مدد سے مبتدی از خود خوش نویس بن سکتا ہے اور یہ بالکل جدید طرز پر تیار کی گئی ہے قیمت ڈھائی آنے۔

(۶) مختصر جغرافیہ دکن جو شریک نصاب تعلیم ہے اور مدارس میں تقریباً چودہ سال سے مروج ہے قیمت چار آنہ

(۷) مختصر جغرافیہ سلطنت ہند جو عام طور پر مدارس میں رائج ہے قیمت تین آنے

(۸) مختصر جغرافیہ مڈل کلاس جو مقبول عام ہو چکی ہے قیمت چار آنے۔

المشتہر

سید عبد القادر تاجر کتب چار مینار حیدرآباد دکن